اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

اوامر

جلد اوّل

از

احمد علی شابؔ

حسب فرمایش جناب ڈاکٹر محمد یٰسین خانصاحب بودی وظیفہ یاب اسسٹنٹ سول سرجن حیدرآباد دکن

باہتمام محمد عبداللہ صدیقی منیجر اعجاز پریس

مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد

قیمت ایک روپیہ

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقیقت

یہ ہے کہ قرآن مجید، تفاسیر، احادیث صحیحہ اور تاریخ اسلام کے حتی المقدور گہرے مطالعے کے دوران میں جو یادداشت میں اپنے محدود معلومات کو مستحضر اور تازہ رکھنے کے لیے قلمبند کرتا رہا ہوں۔ اُس نے رفتہ رفتہ "اوراق" کی صورت اختیار کرلی۔ اور اس کتاب کی صورت گری کا مقصد یہ ہے کہ جن نوجوانوں کو موجودہ زمانے کی ناگزیر تعلیمی مصروفیات نے اور اُس کے بعد اقتصادی بحران اور معاشی تفکرات نے احکام الٰہی اور تعلیمات اسلامی کی طرف کافی توجہ کرنے کا موقع نہیں دیا ہے۔ وہ بہر دست کم از کم اتنا ہی جان لیں جتنا جاننے کی کوشش اِس کتاب کے مطالعے سے ظاہر ہوگی۔ کیونکہ کچھ نہ جاننے سے کچھ جاننا بہرحال بہتر ہے۔

اِس کے علاوہ بہت ممکن ہے کہ یہ کتاب "سرو دبستان یاد دہانید" کے مصداق ثابت ہو۔ اور یہ "مشتے نمونہ" لوگوں کو "خروارے" کی طرف جانے کی ترغیب و تحریص دلائے۔

آپ جانتے ہیں کہ جب کسی درخت کی تخم ریزی کی جاتی ہے۔ تو بیج کی مقدار بہت ہی خفیف معلوم ہوتی ہے لیکن اُسی سے جو پودہ نمودار ہوتا ہے۔ وہ نشو نما پاکر ترقی کرتے کرتے ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے۔ جس کی شاخیں جس کا سایہ جس کے پھول جس کے برگ و بار سے نہ صرف انسان بلکہ چرند و پرند بھی مستفید ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ مجھے امید ہے کہ

انشاءاللہ تعالیٰ یہ مختصر کتاب لوگوں کے دلوں میں تعلیماتِ اسلامی کے ذوق کی تخم ریزی کرے گی۔

"اوامر" میں زیادہ تر ایسے امور پر روشنی ڈالی گئی ہے جن سے آدمی کو آئے دن معمولاً سابقہ پڑتا رہتا ہے اور یہ اس لیئے ضروری ہے کہ صحیح راستے پر چلنے کے لئے اولاً راہِ راست کا تعین کرنا لازمی ہے۔

ایک اندھا بھی بغیر ٹٹولے قدم آگے نہیں بڑھاتا پھر اگر ہم آنکھوں پر لاعلمی کی پٹی باندھ کر اندھا دھند چلتے رہیں۔ تو منزلِ مقصود کو کیونکر پا سکتے ہیں۔

"اوامر" کی ترتیب کے بعد مجھے اپنا ایک دیرینہ خواب یاد آیا جس میں مَیں نے دیکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوزانو بیٹھا ہوں۔ بیچ میں قرآن شریف رکھا ہے۔ اور آپ ایک ایک لفظ اس طرح پڑھا رہے ہیں جیسے تسمیہ خوانی میں بچوں کو سورۂ اقرا پڑھاتے ہیں۔ یہ سلسلۂ درس و تدریس کافی دیر تک جاری رہا۔ اور میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جو لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکل کر میری زبان سے ادا ہوتا ہے۔ وہ فی الفور قرآن مجید کے صفحے سے اُڑ کر ایک پودا بن جاتا ہے۔ اور سامنے کے وسیع میدان میں جا کر نہایت قرینے سے صف بہ صف نصب ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ حدِ نظر تک ایک سرسبز و شاداب کھیت لہلہانے لگا۔

خدا کرے یہ کتاب اس خواب کی تعبیر ہو میرے حق میں بھی اور "اوامر" کو پڑھنے اور عمل کرنے والوں کے حق میں بھی۔ کیوں کہ

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْآخِرَۃِ

احمد علی شاب

حیدرآباد۔ دکن } ۲ ر رمضان ۱۳۷۷ھ دوشنبہ۔

تأثرات

از حضرت مولانا حافظ ابو یوسف صاحب مہتمم جمعیت اہلحدیث پٹنہ و رکن بانی ادارہ تفسیر القرآن

دنیا کو لاکھوں ٹھوکروں کے بعد بھی اپنی بقا اور زندگی کے لیے ان قوانین فطرت پر پہنچنا ناگزیر ہے جو ہر زمان اور ہر مکان میں اٹل اور ناقابل تغیر ہیں۔ اور آج دنیا میں اُن قوانین کا واحد اور مکمل مجموعہ صرف "قرآن" ہے۔ جو ہر حال میں اپنے پیروؤں کے آغوش حیات میں ایک نئی دنیا پیدا کر دیتا ہے۔ اس لیے مسلم قوم کی حیات اجتماعی کی اقبال مندی اور اس کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے ناگزیر ہے کہ ان میں قرآن عزیز کا علم و عمل عام ہو۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جو مسلمانوں کو اس سرچشمہ ہدایت سے وابستہ کرنے کی سعی مشکور فرما رہی ہیں۔ انہی لائق مبارکباد حضرات میں میرے قدیم دوست الحاج مولوی احمد علی شاہ صاحب بھی شامل ہیں جن کے قرآنی معلومات کا پہلا حصہ "اوامر" کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔

میں نے اس کتاب کے بعض اجزاء کا سرسری مطالعہ کیا ہے۔ فاضل مؤلف نے قرآنی حقائق کو سلیس، متین اور شگفتہ انداز میں اس طرح پیش فرمایا ہے کہ اسلوب قرآن کی دل نشینی اور اس کی سادگی ہر جگہ جلوہ ریز ہے۔

قرآن کریم کے مطالب پر غور کرتے اور اس کے حقائق کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ اس کے بیان کا اسلوب یہ منطقی بحث و تقریر کا نہیں ہوتا۔ جس کے لیے اولاً چند در چند نظری مقدمات

کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر اثبات مدعا کی شکلیں ترتیب دے کر ان ذہنی مسلمات پر بحث کر کے مخالف کو رد و تسلیم پر مجبور کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کا خطاب ایک شفیق و حکیم معلم کی طرح انسان کے فطرت و قلب اور اُس کے نفسیاتی کیفیات سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بسا اوقات دو ہی لفظوں میں انسان کے ضمیر کو پکڑ لیتا ہے۔ اور اُس سے دو دو باتیں کر کے اُسی پر فیصلہ چھوڑ دیتا ہے۔ چونکہ وہ انسانی فطرت کا نباض ہے۔ اس وجہ سے انسان کے اندر ایقان و اذعان کا جو قدرتی سرچشمہ موجود ہے۔ اس سے ہٹ کر معلومات کو ذہن انسانی میں باہر سے ٹھونسنے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ نہایت اثر خیز انداز میں جو بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج سے زیادہ چونکا دینے والا ہوتا ہے۔ انسان کے سوئے ہوئے وجدان کو بیدار کر دیتا ہے۔ تاکہ اُس کا فطری وجدان اُس کو مدعا تک پہنچنے میں رہبری کرے۔ جن لوگوں کی نظر خطابت قرآن کی اِس بنیادی سادگی اور فطری حقیقت پر نہیں ہے۔ وہ بعض قرآنی مضامین کی توضیح کے سلسلے میں دور ازکار تاویلات کی وادیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص جو حقائق عالم مشاہدات کے دسترس سے باہر ہیں اُن کو بھی اپنے عقل کے جگنو کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اِس طرح بحث و نظر کی نئی نئی اُلجھنوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ خرد کی جس دانش فروشی پر ہم نازاں ہیں خود اُسی کا فیصلہ ہے کہ ابھی ان گنت حقائق ایسے ہیں جو عقل کی گرفت سے باہر ہیں۔ اِن حقائق کے باوجود مغرب سے انکار و شک کی جو

گھٹائیں اُمنڈ کر آئیں، کڑکیں، گرجیں اور برسیں اُن سے بہت سے دل و دماغ ٹھٹھر گئے۔ بعض ذمہ دار افراد کے بھی قدم ڈگمگا گئے۔ اور جو باتیں ماوراء عقل معلوم ہوئیں یا تو اُن سے کلیتہً انکار کردیا گیا یا اس کو اس طرح توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی جو ہماری "بدیہی اور "بناپستی" عقل کے خود ساختہ دائرہ میں فٹ ہوسکے۔ چنانچہ ملائکہ، وحی، جبرئیل، جنّی مخلوق وغیرہ کے بارے میں کیسی کیسی باتیں لکھنے پڑھنے میں آچکی ہیں۔

مجھے "اوامر" کے مطالعے سے دوہری خوشی ہوئی کہ فاضل مؤلف جدید فلسفہ سے واقف ہونے کے باوجود ٹھیٹ مذہبی اسپرٹ کے حامل ہیں اور اُن کے بہترین اوقات فرصت کے اس قرآنی ثمرۂ فکر و مطالعے کے مجموعے میں اس قسم کی بے اعتدالی کا کوئی معمولی سا نشان تک نہیں پایا جاتا۔ جس کو موصوف کے اعتقادِ راسخ، فطرتِ سلیم اور ذوقِ صالح کا کرشمہ سمجھنا چاہئے۔ مجھے توقع ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کرے گی۔

گزشتہ بارہ سال سے علومِ قرآنی کی معمولی خدمت انجام دیتے ہوئے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اسلامیانِ ہند کے کم تعلیم یافتہ حتیٰ کہ ناخواندہ حلقوں میں بھی قرآنی احکام و فرامین کے سُننے اور اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا ایک بے پناہ جذبہ موجود ہے۔ اگر مسلم عوام کے اس مستحسن جذبہ کو زیادہ سے زیادہ متحرک کرکے اُن کے سامنے قرآنی تعلیمات کو سہل اور دل نشین طریقے سے پیش کیا جائے تو وہ دن دور نہیں کہ ہمارے خزاں رسیدہ گلشن میں پہلی سی بہار جلد آجائے فقط

تعارف

از جناب الحاج مولوی محمد خیر الدین صاحب وکیل ایڈوکیٹ حیدرآباد دکن

احمد علی نام شاب تخلص ۲ رمضان ۱۳۲۱ھ کو دوشنبہ کے دن اذانِ فجر کے وقت بہ مقام اورنگ آباد آپ کی ولادت ہوئی آپ کا نسب حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ المعروف محمد بن حنفیہ سے ملتا ہے۔ آپ کے آبا و اجداد فتح ایران کے وقت مدینہ شریف سے ایران آئے۔ اور بعہدِ غزنوی آپ کے جدِ اعلیٰ شیخ داؤد المعروف حضرت سالار داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو اسلامی سیلاب ہندوستان بہا لایا۔ یہ بزرگ حضرت سالار ساہو رحمۃ اللہ علیہ[1] کے ساتھی اور ہم عصر تھے۔ سالار داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ مقام بھٹولی[2] کلاں ضلع بارہ بنکی اُس وقت انتقال[3] فرمایا جبکہ آپ سنِ طبعی کو پہنچ چکے تھے۔ اور یہیں مدفون ہوئے اس تعلق سے اُن کی اولاد اسی مقام پر بس گئی۔ یہ گاؤں مغلیہ عہد سے اس خاندان میں بطور جاگیر چلا آ رہا تھا جسے انگریزی حکومت نے اپنے زمانے میں زمینداری سے بدل دیا۔

---

[1] آپ کا مزار قصبہ سترکھ ضلع بارہ بنکی (یو۔پی) میں ہے ۱۲

[2] یہاں مجاہدین اسلام کا گنج شہیداں ہے۔ اس لیے اصل تاریخی نام بھٹ ولی ہے۔ یعنی اولیا اللہ کی بھٹی۔ کثرت استعمال سے بھٹولی ہو گیا ۱۲

[3] حضرت سالار داؤد رحمۃ اللہ کا انتقال ۴۲۹ھ میں ہوا۔ مادۂ تاریخ ہے قدس سرہٗ۔

اس خاندان میں صوفیا، علماء، حفاظ، شعراء اور جانباز سپاہی پیدا ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ والیِ اودھ واجد علی شاہ کے دورِ حکومت میں آپ کے پردادا منشی خادم علی شاہی میر منشی کے معزز عہدے پر فائز رہے۔ اور جس وقت سلطنت اودھ میں پہلا انگریز رزیڈنٹ مقرر ہوا تو اس کے بھی میر منشی بنائے گئے۔

انتزاعِ سلطنتِ اودھ کے بعد اس خاندان کے خاص خاص افراد کچھ واجد علی شاہ کے ساتھ کلکتہ چلے گئے۔ اور کچھ دوسرے مقامات پر منتشر ہو گئے۔ اسی افراتفری میں منشی خادم علی کے ایک فرزند منشی عبدالغفور نے اورنگ آباد دکن کا رُخ کیا۔ اور ان کے بڑے فرزند منشی منصور علی تدآرتیؔ مرحوم نے یہاں سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ مولوی احمد علی شاؔب صاحب انہی کے فرزند ہیں۔ جو قابل اور دیندار والدین کے آغوشِ تربیت میں پرورش پا کر سنِ شعور کو پہنچے اور مروجہ طریقۂ تعلیم کے مطابق عربی، فارسی، اردو اور زبانِ ملکی مرہٹی کی تعلیم حاصل کی۔ قانون اور انشاء و مرہٹی کے متعدد امتحانات پاس کئے اور سرکاری ملازمت میں داخل ہو کر ستائیس[1] سال خدمت انجام دی اور سنہ ۱۹۲۲ء میں ضلع ناندیڑ کی تحصیلداری سے وظیفہ لے لیا۔ اس کے بعد نواب حمایت[2] نواز جنگ بہادر امیر پائیگاہ خورشید جاہی نے جو آپ سے

---

[1] اس لئے کہ آپ کے ایک عزیز منشی قنبر علی یہاں آ کر مددگار صوبہ اورنگ آباد ہو گئے تھے ۱۲

[2] صاحبزادۂ نواب لطف الدولہ مرحوم۔

واقف تھے آپ کے اوصاف کے مدِ نظر اپنے اسٹیٹ کی منتظمی پر مامور کیا یہاں بھی سات سال گزار کر بوجہ انضمامِ اسٹیٹ بحصول انعام حسنِ خدمت کنارہ کشی اختیار کرلی۔ آپ نے ہمیشہ اپنے فرائضِ منصبی اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر پورے انہماک سے انجام دیئے۔ اور باقی اوقات فرائضِ مذہبی مطالعہ اور علمی و ادبی مشاغل پر خاموشی سے صرف کرتے رہے۔ عین عالمِ شباب میں جبکہ آپ کی عمر اُنتیس ۲۹ سال کی تھی حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ نظم و نثر کی جانب آپ کی طبیعت بچپن ہی سے راغب رہی ہے۔ جیسا کہ مولوی واجد علی صاحب وجد تلمیذ امام الفن جلیلؒ فرماتے ہیں ؎

نام[1] احمد علی تخلص شابؔ	حاجی کہتے ہیں ان کو سب احباب
ہے جو بچپن سے شاعری کا مذاق	ان کا دیوان ہے بہت نایاب
نظم پر ہی نہیں ہے کچھ موقوف	نثر بھی ہوتی ہے دُرِ خوش آب

شاعری میں امام الفن استاذ السلطان حضرتِ جلیلؒ جانشینِ امیر مینائیؒ کے شاگرد ہیں۔ چنانچہ امام الفن حضرتِ جلیلؒ کے صاحبزادے مولوی انیس احمد صاحب کلیم فرماتے ہیں ؎

---

[1] ۔ از کائنات شاب ص ۲۱۱ ۔

طبع اکنوں شدہ کلام شاب[1] | بر افق آمدہ بروں مہتاب
نور آگیں بہ دیدۂ پُر شوق | روشن الفاظ چوں دُرِ نایاب
وجد کردم ز کیف چوں دیدم | ہر یکے شعر ہست جامِ شراب
بہرِ نظارۂ بہارِ سخن | مثلِ سیماب شد نظر بیتاب
شمع فکرِ سخن منور شد | تا بجئے آخرش بہ بزم حجاب
صوتِ تحسین بہ ہر زباں جاری | وارد آئینہ ساں بہ خویش جواب
آمدہ ایں عجب ز فیضِ جلیلؔ | نخلِ بینائی را گلِ شاداب زانجم

زبان کی سلاست، مطالب کی گہرائی، تہذیب و شائستگی، مبتذل امور سے احتراز آپ کے کلام کی خصوصیات ہیں۔ مضمون آفرینی اور بیان کی روانی کا خود آپ کا کلام شاہد ہے۔ ایک دیوان موسوم بہ کائناتِ شاب ۱۹۴۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔ دیوان دوّم اور ایک نعتیہ دیوان زیرِ اشاعت ہے۔ فنِ شاعری میں آپ کو کامل دستگاہ حاصل ہے اس لحاظ سے آپ کا شمار اساتذہ میں ہوتا ہے۔ راقم کو بھی آپ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے۔ فی البدیہہ شعر کہنا یا کسی نثر کو نظم میں منتقل کر دینا آپ کی ایک معمولی توجہ پر موقوف ہے۔

نثر میں بھی آپ نے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ ازاں جملہ "اوامر"

---

[1] ۔ از کائنات شاب ص ۲۰۔

جلد اوّل ناظرین کے سامنے ہے۔ مولانا احمد علی شاؔب صاحب قرآن مجید
احادیث شریف اور تاریخ اسلام کے بڑے دلدادہ، علم دوست،
سلیم المزاج اور شریف الطبع واقع ہوئے ہیں۔ "اوامر" جلد اوّل آپ
کے معلومات کا مظہر ہے۔

کسی قابل اور جامع الصفات شخصیت کے حالات کا اختصار سے
بیان کرنا بھی ایک دفتر کا طالب ہوتا ہے۔ بریں ہمہ کمال اختصار سے یہ
تعارف ہدیۂ ناظرین ہے فقط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَوامِر

جلد اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید کی یہ ایک آیت ہے۔ سورۂ نمل میں قصۂ حضرت سلیمان ؑ کے سلسلے میں ہے۔ مگر بعض فرقوں کا خیال ہے کہ اس[۱] کے ساتھ سورۂ فاتحہ بلا وقفہ نازل ہوئی اس لیئے وہ نماز بالجہر میں الحمد سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم باٰواز بلند پڑھتے ہیں یعنی اس کو الحمد کا جزو دین سمجھتے ہیں۔ احادیث[۲] مختلف ہیں۔ مگر اکثریت پکار کر نہ پڑھنے کی قائل ہے۔

مکّی مدنی سورتیں ہجرت[۳] سے قبل کی سورتیں مکّی اور بعد کی مدنی کہلاتی ہیں خواہ وہ سفر اور جہاد میں ہی کیوں نہ نازل ہوئی ہوں دیکھا یہ گیا ہے کہ اُس زمانے میں آنحضرت صلعم کا مستقر مکّہ تھا یا مدینہ۔

دیگر کتب آسمانی قرآن میں ایماندار مسلمان کی تعریف یہ ہے۔ کہ وہ قرآن پر بھی ایمان لاتا ہے اور ان کتب پر بھی جو کہ قرآن مجید سے

[۱] تفسیر حقانی جلد دوم [۲] احسن التفاسیر سورۂ بقر رکوع ۱ [۳] احسن سورۂ بقر۔

پہلے دنیا میں آئیں۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ [2] (اور وہ لوگ ایمان رکھتے ہیں اُس پر جو تم پر اُتاری گئی اور جو تم سے پہلے اُتاری گئی ہیں)

مثال حضرت منافق جو لوگ اسلام اور ایمان سے بھٹک گئے اُن کی مثال یہ ہے کہ بارش کی تاریک رات میں بجلی چمکنے سے جو روشنی ہیں راستہ ملا تو چند قدم چلے۔ اُس کے بعد پھر اندھیرا ہو گیا تو کھڑے ہیں یا گمراہ ہیں۔ یہی حال سلب شدہ نورِ ایمانی کا ہے۔

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ

جہاں ذرا روشنی ہوئی تو اُس میں چلے اور جب اندھیرا ہو گیا تو پھر کھڑے ہیں۔

دوسری مثال ایسے لوگوں کی مثال یہ بھی ہے کہ ایک شخص آگ جلاتا ہے جس سے اُس کے چاروں طرف روشنی ہو جاتی ہے۔ اور جب آگ بجھ جانے سے روشنی ختم ہو جاتی ہے تو خدا پھر اندھیرے میں [3] ان کو چھوڑ دیتا ہے اور کچھ نظر نہیں آتا۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاۗءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝

اِن کی مثال اُس شخص کے مانند ہے جس نے آگ جلائی اور اُس کے گرد روشنی ہو گئی پھر لے گیا خدا اُجالے کو اور اُن کو ڈال دیا اندھیرے میں جہاں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

رعد و برق بروایت[4] حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حدیث شریف ہے کہ

---

[1] بقرہ رکوع ۱۔ [2] بقرہ رکوع ۲۔ [3] بقرہ رکوع ۲۔ [4] ترمذی۔

رعد ایک فرشتہ ہے، جو بادل کا منتظم ہے۔ گرج اُس کی آواز ہے۔ بے قابو پاکر جب آتشیں کوڑے بادلوں کو مارتا ہے، تو چنگاری جھڑتی ہے اور یہی برق ہے۔ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ [1] (اس میں ہیں اندھیرے اور گرج اور بجلی۔)

آتشِ دوزخ بروایت [2] ابو ہریرہؓ حدیث شریف ہے کہ نارِ جہنم دُنیا کی آگ سے (۶۹) اُنہتر حصّہ زیادہ تر ہے۔

جنّت اور بیویاں جنّت میں صاف ستھری بیویاں مل جائیں گی ستھری سے مُراد [3] یہ کہ نہ ان کو حیض ہوگا نہ نفاس۔

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ [4] وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ | وہاں (بہشت میں) اُن کو پاکیزہ بیویاں ملیں گی اور وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

جنّات کی دُنیا بروایت [5] حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت آدمؑ سے دو ہزار سال پہلے دُنیا میں جنّاتوں کی آبادی تھی۔ جب انھوں نے زمین پہ طرح طرح کے فساد برپا کیے، تو بحکم خدا فرشتوں کی فوج [6] آسمان سے آئی۔ انھوں نے جنّاتوں کو مار کر سمندر کے ٹاپوؤں اور جزیروں میں نکال دیا۔

سلام و سجدہ پہلے [7] سلام کے بجائے سجدہ کا طریقہ تھا چنانچہ حضرت یوسفؑ کو جب وہ حاکم مصر تھے ان کے والد اور بھائیوں نے سرِ دربار سجدہ کیا، اور سلام علامت تعظیم و تکریم ہے

[1] بقرہ رکوع ۲۔ [2] مسند امام احمد۔ [3] احسن التفاسیر البقرہ رکوع ۳۔ [4] بقرہ رکوع ۳۔ [5] احسن التفاسیر البقرہ رکوع ۴۔ [6] بروایت دیگر یہ فرشتوں کی فوج بہ سرکردگی ابلیس آئی تھی۔ [7] احسن التفاسیر البقرہ رکوع ۴

اس لیئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں یعنی سلام کیوں کہ انھوں نے دنیا میں جناتوں کا حال دیکھ کر حضرت آدمؑ کی خلقت پر بھی شبہ ظاہر کیا تھا۔ خدا نے جس کی تردید فرمائی، اور تمام ناموں کا علم سکھا کر فرشتوں پر آدم کی فضیلت ثابت فرمادی۔ جنھوں نے کہا تھا کہ آدم کی کیا ضرورت ہے جبکہ[1] نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ (ہم تیری تعریف و توصیف کرتے رہتے ہیں) مگر علم الاسماء کے امتحان میں بہ مقابلہ آدم ناکام رہے۔ تو تسلیم کرلیا کہ وہ اسی قدر علم رکھتے ہیں جتنا کہ خدا نے سکھایا ہے۔ اس کے بعد خدا نے حکم دیا کہ آدم کو تعظیماً سلام کرو۔ شیطان گو فرشتہ نہ تھا مگر بوجہ کثرت عبادت ترقی کرکے اُن میں مل گیا تھا اس لیئے سجدۂ آدم اُس پر بھی فرض تھا۔ بروایتِ دیگر فرشتوں کی دو قسمیں ہیں نوری اور ناری۔ دوزخ کا انتظام اور عذاب ناری فرشتوں کے تفویض ہے۔ اس اعتبار سے شیطان کا شمار ناری فرشتوں میں ہوتا ہے۔

تخلیقِ ابلیس

بروایت[2] حضرت عائشہؓ۔ فرشتے نور سے، شیطان آگ سے، انسان مٹی سے بنا ہے۔ بروایت[3] حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ اُلٹے ہاتھ سے کھاؤ نہ پیو یہ شیطان کی عادت ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ شیطان کھاتا پیتا ہے، اور ایسی خواہشات نفسانی رکھتا ہے جن سے ملائکہ مبرا ہیں، اور اُس نے خود کہا خَلَقْتَنِي مِن نَّار جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید نہیں فرمائی۔

[1] البقرہ رکوع ۴۔ [2] صحیح مسلم۔ [3] ایضاً

اور وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا کا یہ مطلب سمجھ میں آتا ہے۔ کہ یہاں ملائکہ سے مراد صرف نوری فرشتے ہی نہیں بلکہ ملاء اعلیٰ پر اُس وقت جو بھی موجود تھے۔ خواہ کوئی فرشتہ ہو یا جن اسی لئے شیطان نے فسجدوا کے عدم اطلاق کا عذر نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہا کہ اُس کی خلقت آگ سے ہے اور آدمؑ کی مٹی سے۔

آدمؑ کی سزا گندم خوری کی وجہ سے جب حضرت آدمؑ پر عتاب ہوا تو سزا یہ دی گئی کہ اُن کی اولاد میں عداوت ڈال دی گئی چنانچہ جنت سے اخراج کے وقت ارشاد باری ہوا۔ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ[1] (فرمایا نیچے اتر جاؤ تم میں بعضے بعضوں کے دشمن رہیں گے) بروایت[2] حضرت عبد اللہ بن عباسؓ۔ آدمؑ عصر سے مغرب تک خلد میں رہے۔ وہاں ایک ہزار سال کا دن ہوتا ہے۔ اس طرح ایک سو تیس دن ہوئے۔

بنی اسرائیل اسرائیل[3] کا ترجمہ عربی میں عبد اللہ ہے۔ یہ حضرت یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ السلام کا دوسرا نام ہے۔ شام ان کا وطن تھا۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام جب حاکم مصر ہوئے تو اولاد یعقوب یعنی بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے۔ حضرت یوسفؑ کی وفات کے بعد خصوصاً فرعون کے زمانے میں بنی اسرائیل پر بڑی تباہی آئی اچھوتوں سے بدتر حالت تھی بالآخر انھیں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے فرعون کو مع لشکر اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل میں

---

[1] بقر رکوع ۴۔ [2] احسن التفسیر البقر رکوع ۴۔ [3] ایضاً رکوع ۴۔

غرق کر دیا[1] اور آپ نے بنی اسرائیل کو ملکِ شام کے آبائی خطہ میں لاکر آباد کیا۔

انکسار نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ یہ بھی لازمی ہے، کہ انسان عاجزوں کے ساتھ عاجزی سے پیش آئے۔ یہ نہیں کہ امیروں کے سامنے سرنگوں اور غریبوں پر سختی جیسا کہ عام مرض ہے۔

[1] وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۝	اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں سے

وارکعو مع الراکعین کا ترجمہ اکثر مفسرین نے "نماز پڑھو نمازیوں کے ساتھ کیا ہے" مگر اقیموا الصلوٰۃ تو اِس آیت میں آچکا ہے، اور رکوع نماز ہی کا رکن ہے۔ اس لیئے اِس آیت میں نماز و زکوٰۃ کے ساتھ تیسرا حکم پھر نماز ہی کا کیونکر سمجھا جائے۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمے سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ کہ یہاں رکوع سے نماز کا رکوع مراد نہیں۔ بلکہ عاجزی سے عاجزوں کے ساتھ جھک کر پیش آنے کا مفہوم ہے کیونکہ حاکم و محکوم اور خادم و مخدوم کے مدارج خدا ہی کی طرف سے ہیں۔ اِس لیئے خدا پسند نہیں کرتا کہ اُس کے عاجز بندوں پر سختی کی جائے بلکہ اِس آیت میں اُس نے اپنے لیئے تو ایک ہی حق (نماز) کا مطالبہ فرمایا ہے، اور حق العباد کے لیئے دو باتوں کا تحفظ فرمایا ہے۔ کیوں کہ زکوٰۃ میں بندوں کا ہی مفاد ہے۔ دینے والے کو آخرت میں اور لینے والے کو دُنیا میں فائدہ پہنچتا ہے۔

---

[1] بقرہ رکوع ۵۔

دوچند اجر | بروایت[1] حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرمایا آنحضرت صلعم نے دوہرا اجر تین شخصوں کے لیئے ہے ایک وہ اہل کتاب (یہودی نصرانی وغیرہ) جس نے اپنے نبی اور کتاب کو بھی مانا اور قرآن و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تسلیم کرلیا۔ دوسرا وہ شخص (غلام) جس نے مالک کو خوش رکھا اور خدا کا حق بھی ادا کیا۔ تیسرا وہ شخص جس نے اپنی لونڈی کی اچھی تربیت کی، اور آزاد کرکے نکاح کرلیا۔

عالم بے عمل | جو علماء دوسروں کو نصیحت کرتے اور خود عمل پیرا نہیں اُن کے لیئے ارشاد باری ہے۔

[2] اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ۔ | دوسرے لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھول جاتے ہو۔

اسی پر فارسی کا مشہور مقولہ ہے۔ کہ خود را فضیحت دیگراں را نصیحت۔
بروایت[3] اسامہ بن زیدؓ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دوزخ میں ایک شخص کی آنتیں نکل پڑیں گی اور وہ اُن کے گرد گھومتا رہے گا۔ دوزخی کہیں گے تو تو ہم کو نیک کاموں کی نصیحت کرتا تھا، وہ کہے گا مگر میں خود اُس پر عمل نہیں کرتا تھا۔
بروایت[4] حضرت انس بن مالکؓ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ شب معراج میں کچھ ایسے لوگ بھی نظر آئے جن کے ہونٹ آگ کی قینچی سے دوزخ کے فرشتے کاٹ رہے تھے۔ حضرت جبرئیل سے معلوم ہوا کہ آپ کی اُمت کے یہ وہ علماء ہیں جو دوسروں کو نیک کاموں کی

---

[1] صحیحین۔ [2] البقرہ رکوع ۵۔ [3] صحیحین۔ [4] مسند امام احمدؒ۔

نصیحت تو فرماتے مگر خود عمل نہیں کرتے۔

صوم عاشورہ آنحضرت صلعم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ یہودی ۱۰ محرم کو روزہ رکھتے ہیں اس لیئے کہ اسی دن فرعون غرق ہوا تھا اور اس کے مظالم سے بنی اسرائیل کو نجات ملی تھی۔ جس کی شکر گزاری کے لیئے حضرت موسیٰؑ اس دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کے شریک حال ہونے کا ہم کو ان سے زیادہ حق ہے، اور دسویں محرم کو خود روزہ رکھنے کے علاوہ صحابہؓ سے بھی فرمایا کہ روزہ رکھیں۔[1]

گوسالہ پرستی بنی اسرائیل بنی اسرائیل نے قوم فرعون سے بہانہ کیا کہ شادی کی تیاری ہے اور رات بھر جاگ کر سفر کی تیاری کی۔ علی الصباح ان کی نجات اور قوم فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ ہوا اس لیئے وہ زیور جو شادی کا حیلہ کرنے کے لیئے اہل فرعون سے مستعار لیا تھا۔ ان ہی کے پاس رہ گیا۔ کیوں کہ اس کو واپس لینے کے لیئے کوئی باقی نہ بچا۔ اس کے بعد جب حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ چالیس راتوں کے لیے طور پر آئیں اور اپنی قوم کے لیئے ایک دستور العمل (توریت) حاصل کریں۔ تو آپ اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو خلیفہ بنا کر طور پر چلے گئے آپ کے غیاب میں بنی اسرائیل نے اس مانگے کے زیور کا سوال اٹھایا۔ حضرت ہارونؑ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ اس کا تصفیہ فرمائیں گے۔ کیونکہ یہ پرائی امانت ہے۔ لہذا حضرت

---

[1] مسند امام احمدؒ۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

کی واپسی تک اِس کو دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ اِس پر عمل ہُوا۔ مگر سامری نامی ایک اسرائیلی زرگر نے وہ تمام زیورات نکال کر گلا ڈالے اور اُس کا ایک بچھڑا بنا کر اُس کے مُنہ میں حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کے قدموں کی خاک ڈال دی جو اُس نے یہ دیکھ کر اُٹھا رکھی تھی[1] کہ جہاں قدم پڑتا ہے سبزہ اُگ جاتا ہے۔ جس پر اُس نے سوچا یہ کام کی چیز ہے چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ گوسالہ اُس کے اثر سے بولنے لگا، اور آٹھ ہزار بنی اسرائیل نے اُس کی پُوجا شروع کر دی۔ حضرت موسیٰؑ نے طُور سے آکر یہ دیکھا تو بنی اسرائیل اور حضرت ہارونؑ اور سامری پر سخت برہم ہوئے۔ گوسالہ توڑ کر دریا میں پھینک دیا، اور بنی اسرائیل سے اچھے ستّر آدمی چُن کر قبول توبہ کی سفارش کے لیے (طُور پر) گئے۔ وہاں اُن لوگوں نے یہ فرمایش کی۔ کہ خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں جس پر ایک بجلی گری اور سب جل کر خاک ہو گئے۔ بالآخر حضرت موسیٰؑ کی دعا سے پھر زندہ کئے گئے۔ اور گوسالہ پرستوں کے لئے یہ قرار پایا کہ قتل کر دیئے جائیں[2]۔

منّ و سلویٰ منّ[3] ایک قسم کی ترنجبین تھی اور سلویٰ خاص پرند تھے جو بنی اسرائیل کے پڑاؤ پر آتے اور بڑی آسانی سے پکڑ لئے جاتے۔ بنی اسرائیل اُن کو ذبح کر کے کھاتے۔

سخت دل اللہ تعالیٰ نے سخت دل کو پتھر سے تشبیہ دی ہے۔ بلکہ

---

[1] جبکہ جبرئیلؑ کو بوقت واقعہ غرق فرعون یا طُور پر حضرت موسیٰؑ کی طلبی کے سلسلے میں آتے ہوئے سامری نے دیکھا تھا ۱۲۔ [2] احسن التفسیر البقر رکوع ٦۔ [3] ایضاً رکوع ٦۔

فرمایا پتھر ایسے ہیں جن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں۔ شق بھی ہو جاتا ہے اور خدا کے خوف سے گر پڑتا ہے۔

لٰہ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ (الخ)	اور پتھروں میں ایسے بھی ہیں جن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں۔

ٰٰٰلٰہ احادیث میں خاموشی کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اور ارشاد ہے کہ زیادہ باتیں کرنے سے آدمی سخت دل ہو جاتا ہے۔

توریت میں تحریف علماء یہود نے اپنے مطلب کے موافق توریت میں تحریف کر دی۔ مثلاً کچھ نفع کی خاطر آیات میں تبدیلی کر کے بحوالہ توریت فتویٰ دیتے تھے چنانچہ ارشاد باری ہے

تٰہ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط	افسوس ہے ان پر یہ لوگ (یہودی) لکھتے ہیں کتاب (توریت) اپنے ہاتھوں سے اور کہتے ہیں خدا کی طرف سے ہے اور فروخت کرتے ہیں تھوڑی قیمت پر

ہم آیندہ بتلائیں گے کہ نصاریٰ کے ہاتھوں (انجیل) کا بھی یہی حشر ہوا۔ ان پے در پے واقعات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ اعجاز رکھ دیا کہ عرب کے تمام علماء و فصحاء و شعراء آیات قرآنی کے مانند ایک جملہ بھی نہ بنا سکے اور کسی زمانے میں ذرہ برابر تحریف بھی کوئی نہ کر سکا۔

خوش گفتاری اللہ تعالیٰ جس طرح یہ چاہتا ہے کہ صرف اُسی کی عبادت کی جائے۔ ماں باپ، قرابت دار یتیم

لٰہ البقرہ رکوع ۹۔ ٰٰٰلٰہ ترمذی ۔ موطا۔ تٰہ البقرہ رکوع ۹۔

اور محتاج کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ نماز اور زکوٰۃ کا فرض ادا کیا جائے، اسی طرح وہ یہ بھی چاہتا ہے۔ کہ ہم تمام انسانوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے گفتگو کریں۔ بلکہ قرآن مجید میں خوش گفتاری کا ذکر نماز اور زکوٰۃ سے مقدم ہے۔

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ[1]	کسی کی عبادت نہ کرو سوائے خدا کے اور اچھا سلوک کرو ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ اور گفتگو کرو لوگوں سے اچھی اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو۔

بعض مفسرین قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا کو وعظ و نصیحت کی طرف لے گئے ہیں اور بے شک احادیث میں بھی ہم سے نیک بات کہنے کی بڑی فضیلت ہے، مگر بقول مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اللہ تعالیٰ کا منشا یہ بھی ہے، کہ "ہم تمام لوگوں سے خوش خلقی سے بات کریں۔" جس میں وعظ و نصیحت بھی داخل ہے۔ ورنہ یہ حکم ان ہی لوگوں کی حد تک محدود ہو جائے گا۔ جو وعظ و نصیحت کی اہلیت رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ ارشادِ باری سب کے لیے ہے۔

مدینے کے یہودی اور عرب

اسلام سے پہلے مدینے میں دو بڑے قبیلے اوس، اور خزرج آباد تھے اور باہمی مخالفت کے باعث ہمیشہ برسرِپیکار رہتے تھے اور مدینے

[1] البقرہ رکوع ۱۰۔

کے اطراف یہودیوں کے تین قبائل آباد تھے۔ جن کے نام ہیں بنی قینقاع، بنی نضیر، بنی قریظہ۔
[1] بنی قینقاع اور بنی نضیر عرب قبیلہ خزرج کے حلیف اور طرفدار تھے، اور بنی قریظہ اوس کے، اور ان کفار عرب کی باہمی لڑائیوں میں حصہ لے کر خلاف احکام توراۃ ایک یہودی دوسرے یہودی کو قتل کر دیا کرتا اور گھروں سے نکال کر قید کر لیا کرتا تھا۔ جیسا کہ یہود سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

[2] ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۤءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ (الخ)	پھر تم ویسے ہی قتل کرتے ہو اپنے لوگوں کو اور اپنے فریق مقابل کو اُن کے گھروں سے نکال دیتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ان فسادات کا خاتمہ ہو گیا۔ بنی قریظہ قتل، بنی قینقاع اور بنی نضیر جلاوطن ہوئے۔ اوس و خزرج مسلمان ہو کر شیر و شکر ہو گئے اور انصار کا لقب حاصل کیا۔

کم تر عذاب بروایت نعمان بن بشیر[3] آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا سب سے کم عذاب جس پر دوزخ میں ہوگا۔ اُس کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے۔ جس کی حرارت سے دماغ تک کھول جائے گا۔

حضرت موسیٰؑ کے بعد [4] حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰؑ

---

[1] احسن التفسیر البقر رکوع ۱۰۔ [2] البقر رکوع ۱۔ [3] صحیحین۔ [4] احسن التفاسیر البقر رکوع ۱۱

کے درمیان ایک ہزار نو سو پچیس برس کا زمانہ گزرا ہے۔ اس عرصے میں جو نبی ہوئے ہیں اُن میں بہت مشہور حضرت ذکریاؑ حضرت یونسؑ حضرت یحییٰؑ حضرت داؤدؑ حضرت سلیمان علیہم السلام ہیں۔ یہ صاحبِ کتاب نہ تھے ان سبھوں نے حضرت موسیٰؑ کی توریت کی تعلیم دی۔

رُوحُ القُدُس رُوحُ القدس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جو بہ حکمِ خدا ہمیشہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

واقعات بتلاتے ہیں کہ آپ سے پہلے یہودیوں کے ہاتھوں انبیا علیہم السلام بہت پریشان رہے۔ حتیٰ کہ بعض قتل کر دیئے گئے اور حضرت عیسیٰؑ کے تو انتہائی دشمن تھے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے اُن کی مدد کے لئے حضرت جبرئیلؑ کو مامور فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے۔

[۲] وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ	اور دیئے ہم نے عیسیٰؑ فرزند مریمؑ کو اور مدد دی پاک روح (جبرئیل) سے

مغرور کی سزا مغرور جب قیامت میں اُٹھیں گے تو اُن کے قد چیونٹیوں کے برابر ہوں گے تاکہ دوسرے آدمی اُن کو روند ڈالیں، اور وہ ذلیل ہوں۔

پارسی مشرک ہیں پارسیوں کے یہاں ہزار سالہ عمر کی تمنا رکھنے کا قدیم طریقہ ہے، اور آیتِ ذیل میں اللہ تعالیٰ

---

[۱] احسن التفاسیر البقر رکوع ۱۱ [۲] البقر رکوع ۱۱ [۳] مسند امام احمد۔ نسائی۔ ترمذی۔

نے فرمایا مشرک چاہتے ہیں ان کی ہزار سال کی عمر ہو جائے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ پارسی مشرک ہیں۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ

اور مشرک لوگوں میں چاہتا ہے ہر شخص کہ اس کی عمر ہزار سال کی ہو جائے

جن کے یہاں ہزار سالہ زندگی کے لیے دعا کا رواج ہے۔ اسی رسم ایرانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے شاید غالب نے کہا ہے

تم سلامت رہو ہزار برس ٭ ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

ہاروت و ماروت اور جادو

جب فرشتوں نے انسانوں کو گناہوں کی وجہ سے مطعون کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسانی عادات و خواص کے ساتھ اگر فرشتہ بھی دنیا میں جائے تو گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ دو منتخب فرشتے ہاروت و ماروت تمام خواہشاتِ نفسانی اور جادو کا علم دے کر حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانے میں کوفہ کی سرزمین پر بمقام بابل اتارے گئے۔ انھوں نے شراب پی زہرہ نامی ایک خوبصورت پارسی عورت سے زنا کیا۔ شرک اور قتل کے مرتکب ہوئے اور مرضی الٰہی کے خلاف اہلِ دنیا کو جادو سکھایا۔ جس میں زیادہ تر جناتوں اور شیطانوں نے حصہ لیا۔ یہ واقعات عہدِ سلیمانی کے بعد پیش آئے جبکہ انسانوں اور جناتوں میں میل جول تھا اس لیے جادو کی اشاعت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے لگے۔ جس کی تردید کے لیے ارشاد ربانی ہوا۔

لہ البقرہ رکوع ۱۱۔ ۲ہ احسن التفسیر البقرہ رکوع ۱۱۔ ۳ہ ایضاً رکوع ۱۲۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ[1]	اور کفر نہیں کیا سلیمان نے ولیکن شیاطین کفر کرتے تھے اور سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو اور وہ جو کہ نازل کیا گیا تھا بابل میں ہاروت وماروت دو فرشتوں پر۔

کہتے ہیں کہ دونوں فرشتے چاہ بابل میں مبتلائے عذاب الٰہی ہیں۔

جادو کا اثر فرقہ معتزلہ جادو کا قائل نہیں مگر قرآن میں اس کا ذکر ہے اور بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لبید بن عاصم نے آنحضرت صلعم پر جادو کیا تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ و امام مالک و امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جادوگر کا فرادر واجب القتل ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آیۃ الکرسی اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس میں اللہ تعالیٰ نے ردِ سحر کا خاص اثر رکھا ہے[2]۔

آیات ناسخ ومنسوخ اللہ تعالیٰ نے جب بمصلحت[3] خداوندی بعض آیات کو منسوخ فرما کر اُن کے بجائے دوسرے احکام نازل فرمائے مثلاً تنسیخ فرضیت نمازِ تہجد یا بجائے صوم عاشورہ کے ماہ صیام کے روزے یا تبدیلی قبلہ بجائے بیت المقدس کے کعبہ شریف تو اس پر یہود نے بڑا اعتراض کیا۔ کہ خدا کے کلام میں تنسیخ وتبدیلی ممکن نہیں

---

[1] البقرہ رکوع ۱۲۔ [2] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۱۲۔ [3] سورہ مائدہ رکوع ۱ میں حکم تھا کہ غیر مسلموں کو بھی بیت اللہ میں آنے سے نہ روکو۔ جو سورہ برأت میں منسوخ ہوگیا۔ اس میں مصلحت الٰہی بھی معلوم ہوتی ہے۔ ابتدائے اسلام میں ضرورت تھی کہ غیر مسلم بھی کعبہ کو آئیں تا اسلام کی ترغیب ہو۔

اور اُن کا جھگڑا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت سے ہی تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ توریت کے احکام قیامت تک کے لئے ہیں۔ ہم نہ انجیل کو کتاب اللہ مانیں گے، اور نہ موسیٰؑ کے بعد پھر کسی شخص (عیسیٰؑ) کو نبی تسلیم کریں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی بعثت اور قرآن کے کلامِ الٰہی ہونے پر بھی یہود نے یہی اعتراض کیا۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ جو حکم مصلحتاً منسوخ کیا جاتا ہے وہ ذہنوں سے فراموش کرا دیا جاتا ہے۔ یا اُس کے مماثل یا اُس سے بہتر حکم دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ سورۂ براۃ کے برابر ہم ایک سورۃ قرآن کی پڑھا کرتے تھے۔ جواب یاد نہیں یا جیسے کہ رات کے تیسرے حصے میں نمازِ تہجد کا فریضہ جو منسوخ ہوا اُس سے عام مسلمانوں کو کتنی آسانی ہوئی۔ یا جیسے کہ دسویں محرم کے ایک روزے کے بجائے ماہِ صیام کے روزوں میں کتنی زیادہ بہتری ہے۔ اور مماثل تبدیلی میں علماء نے تحویلِ قبلہ کو لیا ہے۔ اسی[2] طرح مسافر اور مریض کے روزے کے احکام میں تبدیلی مسلمانوں کی آسانی پر مبنی ہے۔ نیز حرمتِ شراب کے تدریجی[3] احکام بھی بندوں کے مفاد اور مصلحتِ الٰہی پر مبنی تھے۔ اس قسم کے ناسخ و منسوخ احکامِ الٰہی میں بندوں کو دخل دینے کا کیا حق ہے۔ چنانچہ کمال جامعیت کے ساتھ ارشادِ باری ہے

---

[1] احسن التفسیر البقر رکوع (۱۲)۔ [2] پہلے مسافر اور مریض روزہ ملتوی نہیں کر سکتا تھا بعد میں قضا کرنے کے احکام نازل ہوئے۔ [3] پہلے یہ حکم تھا کہ بحالتِ نشہ نماز نہ پڑھو پھر شراب نوشی قطعاً حرام کر دی گئی ۱۲۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا[1]

جو ہم منسوخ کرتے ہیں کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں اُس سے بہتر یا مانند اُس کے نازل کرتے ہیں۔

جزائے عمل

مسلمان جو نیک عمل کرتے ہیں اُس میں اُن کی خود دُنیوی بھلائی ہے اور وہ اپنی نیکیاں دُنیا سے خدا کے پاس روانہ کرتے رہتے ہیں۔ آخرت میں اس ذخیرہ اعمال کا اجر مل جائے گا۔

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ[2]

اور جو بھیجو گے اپنی بھلائی کے لیئے نیکیاں اُن کو پاؤ گے اللہ کے پاس۔

ذاتِ باری پر اتہام

یہود[3] نے حضرت عزیزؑ کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا اور کفارِ عرب نے کہا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔ نصاریٰ نے یہ سمجھا ہوگا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے کیوں کر پیدا ہو جاتے اس لیئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس اتہام کے متعلق فرمایا کہ خدا کی ذات ایسی تہمت سے پاک ہے۔ بلکہ آسمان و زمین کی ہر چیز اُس کی ملک اور اُس کے تابع ہے۔ اُس نے زمین اور آسمان پیدا کیئے تو حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کرنا اُس کے لیئے کیا مشکل ہے علاوہ ازیں کسی کو پیدا کرنے کے لیئے وہ کسی اہتمام کا محتاج نہیں ہے یعنی ولادتِ مسیح کے لیئے لزوم پدر اس کی قدرتِ کاملہ کے نزدیک ناگزیر نہیں بلکہ اُس کا صرف ایک لفظ کُن (ہوجا) کہہ دینا ہر چیز کے پیدا ہو جانے کے لیئے

---

[1] البقرہ رکوع (۱۳)۔ [2] البقرہ رکوع (۱۳)۔ [3] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۱۴۔

آدمی نہیں ہے۔ تعجب ہے یہ شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب اس کے ایک کُن سے ساری کائنات وجود میں آگئی تو کیا عیسیٰؑ کی پیدائش کے لیئے اُس کا کُن کہہ دینا کافی نہ تھا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

اور کہتے ہیں اللہ اولاد رکھتا ہے۔ وہ پاک ہے (اس تہمت سے) بلکہ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے محکوم ہیں۔ صانع ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اور جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس یہ کہتا ہے ہوجا اور وہ ہوجاتا ہے۔

نافرمانوں کے لیئے خدا کا فیصلہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو صاحبزادوں میں سے اسحٰقؑ کی شاخ سے یہود و نصاریٰ ہیں اور اسمٰعیلؑ کی اولاد سے اہلِ عرب اور کفارِ مکہ تھے اِس طرح اِن سب کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوئے۔ جو خدا کی طرف سے کئی بار آزمائش میں مبتلا کیئے گئے اور پورے اُترے مثلاً آتشِ نمرود کا مقابلہ اور محض خواب کی بنا پر صاحبزادے کی قربانی وغیرہ جس سے خوش ہوکر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام بنائیں گے۔ اِس پر حضرت نے عرض کیا یہی وعدہ میری اولاد کے لیئے بھی فرمایئے۔ اِس کے جواب میں ارشاد باری ہوا کہ ہمارا وعدہ تمہاری نافرمان اولاد کے لیئے نہیں ہے۔ ان واقعات پر آیاتِ ذیل

سہ البقرہ رکوع ۱۴۔ ؎ یہود و نصاریٰ کی طرف اشارہ ہے۔

میں غور کیجیے۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ	اور امتحان لیا ابراہیم کا اُن کے خدا نے چند باتوں میں جن کو انھوں نے پورا کیا۔ تب (ہم نے) تم کو لوگوں کا پیشوا بنائیں گے۔ کہا ابراہیم نے اور میری اولاد کو؟ (ہم نے) کہا میرا وعدہ نہیں ہے نافرمانوں کے لیئے۔

اس آیتِ کریمہ سے واضح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریات میں اللہ تعالیٰ کے وعدے سے نہ صرف یہود و نصاریٰ محروم ہیں بلکہ اس کا اطلاق ان مسلمانوں پر بھی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں گے۔ کیونکہ ذریتِ ابراہیمی میں تو یہ سب ہی داخل ہیں، اور خدا کا وعدہ ان کے لیئے نہیں جو ظالمین میں سے ہوں۔

مقدس ترین جگہ

علما متفق ہیں کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے۔ لیکن وہ خطۂ زمین جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر متصل ہے۔ مکہ اور تمام مقاماتِ مقدسہ سے افضل ہے۔

علماء نے اس امر سے بھی استدلال کیا ہے۔ کہ کفارِ مکہ کی ایذا رسانی اور ترقی اسلام میں رکاوٹیں محسوس فرما کر آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی تھی کہ خدایا مکہ سے بہتر جگہ عطا فرما۔ جس پر بالآخر مدینہ کی ہجرت کا

لہ البقرہ رکوع (۱۵) ؎ احسن التفسیر البقرہ رکوع (۱۵)

مسلم ہوا جس سے مدینے کی فضیلت کا نتیجہ نکلتا ہے۔

کفار کی خوشحالی بعض مسلمان اکثر خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں کفار خوشحال ہیں یہ کیا بات ہے۔ اِس کے متعلق قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ فرما چکا ہے کہ وہ کفار کو بھی کچھ فائدہ پہونچائے گا۔ اُس کے بعد اُن کے لئے عذاب جہنم کے سوائے کچھ نہیں۔[1]

قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ط

فرمایا اور جو کفر کرے گا فائدہ تھوڑا دوں گا اُس کو۔ پھر نیچا دوں گا اس کو عذاب دوزخ کی طرف۔

ملک عرب میں شیطان بروایت حضرت جابرؓ حدیث شریف[2] ہے کہ جزیرۂ عرب میں شیطان بت پرستی رائج کرنے سے مایوس ہوگیا ہے۔ اب وہاں اس کا یہ کام باقی رہ گیا ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑائے گا۔

خانہ کعبہ کی تعمیر و انہدام خانہ کعبہ[3] دس مرتبہ تعمیر ہوا۔ پہلے فرشتوں نے بنایا۔ پھر آدمؑ نے پھر شیثؑ نے پھر حضرت ابراہیمؑ نے پھر قوم عمالقہ کے لوگوں نے پھر بنی جرہم کے ایک شخص حارث بن مضاض نامی نے پھر قصی نے جو پانچویں پشت میں آنحضرت صلعم کے دادا تھے۔ پھر قریش نے پھر ابن زبیرؓ نے پھر حجاج بن یوسف نے

---

[1] البقرہ رکوع ۱۵۔ [2] مسلم بحوالہ ذات التفسیر البقرہ رکوع ۱۵۔ [3] ایضاً رکوع ۱۵۔

یہ تعمیر آخر تک رہے گی۔

بحوالہ[1] صحیحین وغیرہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب یاجوج و ماجوج نکل آئیں گے اور حج وغیرہ موقوف ہو جائے گا۔ تو ایک سو کھی پنڈلیوں والا حبشی خانۂ کعبہ کو ڈھا دے گا۔

اعمال کا اثر ذات کی حد تک

بزرگوں کے اعمال نیک سے اولاد کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتی ہے اسی طرح اولاد کی بد اعمالی سے متعلق بزرگوں سے کوئی باز پرس خدا کے یہاں نہ ہوگی۔ ہر شخص کے اعمال اُس کے ساتھ ہیں جو جیسا کریگا ویسا پائے گا۔

[2] لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ج وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ٥

اُن کی کمائی اُن کے لیئے اور تمہاری کمائی تمہارے لیئے ہے اور تم سے باز پرس نہ ہوگی اُن کے اعمال بد کی۔

ہر شخص سے راست مواخذہ الٰہی

بروایت[3] معاذ بن جبلؓ حدیث شریف میں ہے کہ چار باتوں کی جوابدہی بروز قیامت ہر شخص کو خدا کے سامنے کرنی ہوگی۔

۱۔ دُنیا میں نیک عمل کیا کئے۔

۲۔ عمر کن کاموں میں صرف کی۔

۳۔ جوانی میں کیا کیا۔

۴۔ روپیہ کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا۔

---

[1] احسن التفسیر البقر رکوع ۱۵۔ [2] البقر رکوع ۱۶۔ [3] احسن التفسیر بحوالہ ترمذی۔

حنیف — حنیف اس راستہ کو کہتے ہیں جو سیدھا ایک ہی طرف جائے جس پر چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی اور شرک کے خلاف اپنے ماں باپ عزیز و اقارب، قوم وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر توحید کا سیدھا راستہ اختیار فرمایا۔ اس لئے آپ کا لقب حنیف ہوا۔ اور آپ کا مذہب حنفی کہلاتا ہے۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ط[1] — کہ دو ہم نے ابراہیم کا راستہ اختیار کیا ہے جو سیدھا ہے۔

حضرت نوحؑ سے لے کر جو پہلے صاحب شریعت نبی تھے آنحضرتؐ تک تمام انبیاء کا مسلک توحید ایک ہی تھا۔ تغیر صرف طریقہ عبادات اور معاملات مثلاً حرام و حلال وغیرہ میں مقامی اور وقتی مصلحت کے لحاظ سے رہا ہے۔[2]

کتب آسمانی اور تمام رسولوں پر ایمان لانے کا فلسفہ — تمام رسولوں پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور احکام الٰہی کے حامل تھے۔ اگر کوئی کسی نبی کو تسلیم نہ کرے تو ذات باری پر زد پڑے گی اور توحید متاثر ہو گی۔ اس لیے مسلمانوں کو تعلیم دی گئی۔

---

[1] البقرہ رکوع ۱۶۔ [2] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۱۶۔

¹ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝	کہہ دو ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو قرآن ہماری طرف سے بھیجا اور اس پر جو نازل ہوا ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر اور جو ملا موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو اور جو کچھ دیا گیا نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے نہیں تفرق کرتے ہم ان کے درمیان کسی ایک میں بھی اور ہم اللہ کے مطیع ہیں

اس² اسباط سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد مراد ہے۔ بنی اسمٰعیل میں قبائل اور بنی اسرائیل میں اسباط ہوئے ہیں۔ حضرت نوحؑ۔ ہودؑ۔ صالحؑ۔ شعیبؑ۔ لوطؑ۔ ابراہیمؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ۔ اسمٰعیلؑ اور آنحضرت صلعم کے سوائے۔ تمام صاحبِ شریعت نبی اسباط میں ہوئے ہیں۔

قبلۂ اہلِ اسلام | بروایت براء بن عازب حدیث شریف³ ہے کہ

¹ البقرہ رکوع ۱۶۔ ² احسن التفسیر البقرہ رکوع ۱۶۔ ³ احسن التفسیر البقرہ رکوع ۱۷ بحوالہ بخاری۔

قریش کے جھگڑوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ جس پر چھ سات ماہ مکہ میں اور بعد ہجرت دس ماہ مدینے میں عمل ہوا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قبلہ بدل کر کعبہ مقرر فرمایا۔ اور آنحضرت صلعم کو بہ لحاظ تعلق ابراہیمی بڑی مسرت ہوئی۔ توریت اور انجیل میں یہود و نصاریٰ کے قبلہ کا تعین نہیں ہے اُن کے علمائے بیت المقدس کو خود قبلہ ٹھیرا لیا تھا۔ اور مسلمانوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُن کا قبلہ خدائے تعالیٰ کا مقرر فرمودہ ہے۔

مسلمانوں کی شہادت بہ تائید دیگر انبیاء

قیامت میں دوسرے انبیاء کی اُمتیں اپنے پیغمبروں کو جھٹلائیں گی۔ کہ خدا کا کوئی حکم نہیں پہونچایا گیا۔ ورنہ ہم ضرور ایمان لاتے پیغمبر عرض کریں گے کہ خدایا تو جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ منکروں کو جھٹلانے اور قائل کرنے کے لئے انبیا سے گواہ طلب فرمائے گا۔ تو اُمت محمدیہ کو پیش کریں گے۔ منکر معترض ہوں گے کہ یہ ہمارے بعد ہوئے ہیں یہ کیا گواہی دے سکتے ہیں، اور ہمارے حال سے کیوں کر واقف ہوئے۔ اس پر مسلمان عرض کریں گے کہ پروردگار تو نے نبی آخر الزماں محمد الرسول اللہ پر قرآن اُتارا جس میں اگلے رسولوں اور اُمتوں کا سب کچھ تذکرہ موجود ہے۔ ہم تیرے کلام اور تیرے رسولوں کے سچے ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ پھر آنحضرتؐ اپنے اُمت کے بیان کی تصدیق فرمائیں گے، اور اس شہادت پر خدا تعالیٰ

لہ احسن التفسیر البقر رکوع ۷ بحوالہ مسند امام احمد۔ بخاری۔ ترمذی۔

یہ معاملہ طے فرمائے گا۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط[1]	اور اسی طرح ہم نے بنایا تم کو امت معتدل تاکہ دو تم گواہی لوگوں پر اور ہوں رسول (آنحضرت) اُس پر تصدیق کرنے والے۔

اس میں وَسَطًا سے اُمتِ محمدیہ کا وہ درجۂ اعتدال مُراد ہے کہ یہ لوگ ایک طرف رسالتِ آنحضرت صلعم پر ایمان رکھتے ہیں اور دوسری طرف دیگر تمام رسولوں پر بھی۔ گویا وسط میں ہیں۔[2]

سمت قبلہ بروایت حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے والوں کا قبلہ خانۂ کعبہ[ع] ہے۔ اور اہلِ مکہ کا قبلہ مسجدِ حرم ہے، اور سمتِ حرم تمام دُنیا میں رہنے والوں کا قبلہ ہے۔ البتہ سفر میں اور حالتِ خوف میں سواری کا رُخ جس طرف ہو نماز بغیر جہت کعبہ کے ہو جاتی ہے۔

یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی کا سبب بنی اسرائیل میں مدتِ دراز سے مسلسل نبی آ رہے تھے اور اُن کی کتبِ آسمانی

[1] البقر رکوع ۱۷ [2] احسن التفسیر البقر رکوع ۱۷۔ [ع] خانہ کعبہ وہ غلاف پوش عمارت ہے جس کا طواف کیا جاتا ہے، اور حرم کعبہ اس کے چاروں طرف کی عمارت اور صحن کو کہتے ہیں ۱۲۔ [3] بخاری و مسلم۔

توریت و انجیل میں آنحضرت صلعم کی بعثت سے متعلق جو پیشین گوئی اور علامات تھیں اُن سے بھی علمائے یہود و نصاریٰ بخوبی واقف تھے۔ مگر جب نبی آخر الزمان بجائے بنی اسرائیل کے بنی اسمٰعیل میں پیدا ہوئے تو علمائے یہود و نصاریٰ آتشِ حسد سے جل کر خاک ہو گئے اور اپنی آسمانی کتب میں وہ عبارت بدل ڈالی جس سے اُن کو اچھی طرح معلوم ہو چکا تھا کہ آنحضرت نبی آخر الزماں ہیں اِس موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہودی اور نصاریٰ آنحضرتؐ کو اُسی طرح نبی جانتے تھے جس طرح بہت سے مختلف لڑکوں میں کوئی شخص اپنے لڑکے کو شناخت کر لیتا ہے۔ سبحان اللہ کیا تشبیہ و تمثیل ہے۔ یہی معجزہ قرآن کے اندازِ بیان کا ہے۔ جس نے اُن شعرائے عرب کی زبان سے جو اپنا جواب فصاحت و بلاغت میں نہیں رکھتے تھے قرآنی آیات کے متعلق کہلا دیا کہ ہذا لیس کلام البشر۔

^١ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ۞	جن لوگوں کو دی ہم نے کتاب (محمدؐ کو) ایسا پہچانتے ہیں جیسا جانتے ہیں اپنے فرزندوں کو اور ان میں ایک جماعت (علماء کی) چھپاتی ہے حق کو جان بوجھ کر۔

^١ البقرہ رکوع ۱۷۔

نیک بندوں کے مصائب

بھلے آدمیوں کو تکلیف میں دیکھ کر ناسمجھ لوگ متعجب ہوتے ہیں اور ناسمجھ خیال کرتے ہیں کہ گناہوں کی سزا ہے۔ مگر حضرت ابو ہریرہؓ راوی[1] ہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو بلند تر درجہ دینا چاہتا ہے مگر ان کے عمل ویسے نہیں ہوتے اس لیئے ان کو مصیبت میں وال کو آزماتا ہے تاکہ صبر کرنے سے وہ درجہ ان کو مل جائے۔ اور آزمایش ہوتی ہے محتاجی تنگ دستی زراعتی اور دیگر کاروباری نقصانات دشمنوں کے خوف۔ اولاد کی موت جسمانی تکالیف و امراض کی صورت میں اور صبر کرنے والے کے لیئے مدارج اعلیٰ کی خوشخبری ہے۔

[2] وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ	اور آزمائیں گے ہم کچھ خوف
وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ	اور بھوک اور نقصان مالی
وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَ	وجانی و زراعتی (کاروبار) سے اور
بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۙ	خوشخبری ہے صبر کرنے والوں کے لیئے
[3] اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط	اور صبر کرنے میں نماز سے مدد ملتی ہے

شہید مرتے نہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ شہداء مرتے نہیں اور ہدایت فرمائی ہے کہ ان کو کوئی متوفی نہ کہے

---

[1] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۱۸۔ [2] البقرہ رکوع ۱۹۔ [3] ایضاً رکوع ۱۹۔

وہ زندہ ہیں۔ جس کا اندازہ کرنے کا ہم لوگوں میں شعور نہیں ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ [1]	اور مت کہو اُن کی نسبت جو راہِ خدا میں شہید ہوتے ہیں کہ مر گئے۔ بلکہ وہ زندہ ہیں ولیکن تم نہیں جانتے۔

اسمِ اعظم حدیث شریف[2] میں آیا ہے کہ اسمِ اعظم مندرجۂ ذیل آیات میں ہے۔

وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ [3]	اور تمھارا معبود اکیلا معبود ہے نہیں کوئی معبود سوائے اُس کے مہربان رحم کرنے والا ہے۔
اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ [4]	اللہ کوئی قابلِ عبادت نہیں مگر وہ ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا۔

حلال اشیاء سے پرہیز شیطان اِس کوشش میں لگا ہوا ہے

---

[1] البقرہ رکوع ۱۹۔ [2] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۱۹۔ [3] البقرہ رکوع ۱۹۔ [4] ایضاً رکوع ۳۲۔

دوسرے جھوٹے بادشاہ سے تیسرے مغرور فقیر سے۔

[1] وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اور نہیں بات کرے گا اللہ قیامت
وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ	کے دن اور نہیں پاک کرے گا اُن ہوں
اَلِيْمٌ ۝	سے) اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے

متقی کی تعریف قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تعین فرادیا ہے[2] کہ نیک اور متقی شخص صرف وہ ہے جو کہ

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ	ایمان لائے اللہ پر
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	اور روز قیامت پر
وَالْمَلٰٓئِكَةِ	اور فرشتوں پر
وَالْكِتٰبِ	اور کتب آسمانی پر
وَالنَّبِيّٖنَ ۚ	اور پیغمبروں پر
وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ	اور مال دیتا ہو اُس کی (یعنی خدا کی) محبت میں[3]
ذَوِي الْقُرْبٰى	قرابت داروں کو
وَالْيَتٰمٰى	اور یتیموں کو

[1] البقرہ رکوع ۲۱۔ [2] البقرہ رکوع ۲۲۔ [3] نہ کہ خود غرضی یا ریاکاری کے تحت۔

وَالْمَسٰكِيْنَ	اور محتاجوں کو
وَابْنَ السَّبِيْلِ	اور (تہی دست) مسافروں کو
وَالسَّآئِلِيْنَ	اور سوال کرنے والوں کو
وَفِي الرِّقَابِ ج	اور غلامی سے آزادی کے لئے
وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ	اور نماز پڑھے
وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ج	اور زکواۃ دے
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ	اور اپنے وعدوں کو پورا کرے
اِذَا عَاهَدُوْا ج	جب عہد کرے
وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ	اور صبر کرنے والے محتاجی میں
وَالضَّرَّآءِ	اور بیماری میں
وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط	اور بوقت لڑائی
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط	اور وہی لوگ جو سچ بولتے ہیں
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ	اور یہی لوگ ہیں متقی پرہیزگار

ناجائز وصیت

ماں باپ اور قرابت داروں کے حق میں وصیت کرنا پہلے فرض تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے والدین وغیرہ کا

حصہ وراثت میں معین فرما کر یہ حکم دیا کہ اگر کوئی مرنے والا اپنی جائیداد
سے غیروں کو کچھ دینا چاہتا ہے۔ تو صرف بقدر ثلث مال دے سکتا
ہے اس کی خلاف ورزی جائز نہیں۔ بروایت حضرت ابو ہریرہؓ
حدیث شریف ہے[1] کہ بعض مسلمان مرد، عورتیں ساری عمر نیک کام کرتے
ہیں اور مرتے وقت وصیت میں حق تلفی کرکے اپنی عاقبت خراب
کر لیتے ہیں۔ حضرت ابو زید انصاری راوی ہیں کہ ایک شخص نے اپنے
مال کی وصیت کی تھی۔ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو فرمایا[2] تدفین سے
پہلے مجھ کو خبر ہوتی تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیتا۔

روزہ

روزہ اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ اس لئے کہ ہجرت سے پہلے
سنہ میں معراج کا واقعہ ہوا۔ اور شب معراج سے نماز فرض
ہوئی۔ پہلے پچاس نمازوں کا حکم ہوا۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
مشورہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تخفیف کے لئے گزارش
فرمائی تو صرف پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی اس لئے نماز اسلام کا پہلا
رکن قرار پائی۔ پھر ہجرت کے دو سال بعد مہینے بھر کا روزہ فرض ہوا۔
اس رعایت کے ساتھ کہ جو مرد عورت روزہ نہ رکھے ہر روزہ کے عوض
دونوں وقت ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

ع حاشیہ دیکھو صفحہ ۲۳ ۔ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ البقر رکوع ۲۲ (جب قریب ہو تم میں سے کسی کو موت اگر چھوڑے مال وصیت کرنا والدین اور اقرباء کے لئے) [1] احسن التفسیر البقر رکوع ۲۲ بحوالہ ابو داؤد ترمذی
[2] احسن التفسیر البقر رکوع ۲۲ بحوالہ مسند امام احمد۔ نسائی۔ ابو داؤد [3] احسن التفسیر البقر رکوع ۲۲ عہ اسلام کا دوسرا رکن۔

۱؎ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ط

اور جو لوگ طاقت رکھتے ہیں (روزہ کی) اس کا معاوضہ ہے غذا ایک محتاج کی

بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا، اور روزہ فرض قرار دیا گیا۔ البتہ مریض اور مسافر کے لئے یہ رعایت ہے کہ سفر یا مرض میں روزہ ملتوی کر کے دوسرے ایام میں قضا ادا کر کے تعداد پوری کرے۔

۲؎ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط

اور جو بیمار ہو یا کہ سفر میں ہو (تو) تعداد پوری کرے ان دنوں میں جو (رمضان کے) آخر ہونے کے بعد آئیں۔

۳؎ بروایت حضرت ابو ہریرہؓ حدیث شریف ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس درجے سے سات سو درجے تک لکھنے کے لئے فرشتوں کو حکم ہے لیکن روزے کے متعلق حکم ہے کہ فرشتے کوئی درجہ قائم نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ بذات خود قیامت کے دن اس کا اجر عطا فرمائے گا۔ روزہ کے ساتھ ماہ رمضان کی بڑی فضیلت ہے۔ قرآن کے علاوہ ہر کتاب آسمانی بھی اسی ماہ میں نازل ہوئی۔ اس لئے روزے کے واسطے اسی ماہ کا انتخاب فرمایا گیا۔ حاملہ عورت، اور دودھ پلانے والی اور بوڑھا آدمی جو روزہ نہ رکھ سکے۔ تو اس کے عوض کسی محتاج کو کھانا دینا کافی ہے بعض علماء نے

۱؎ البقرہ رکوع ۲۳ ۲؎ البقرہ رکوع ۲۳ ۳؎ مسند امام احمد، صحیح مسلم۔

ایام اقامت اور ایام حیض کے قضا کی ذمہ داری مخصوص کی ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کو روزہ داروں سے توقع ہے کہ شاید متقی ہو جائے جیسا کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ سے ظاہر ہے۔ تو توقعات کی تکمیل سے انتہائی خوشی ہوتی ہے جیسا کہ ہر آدمی کا بھی تجربہ ہے۔ اس لیئے جو مسلمان روزہ رکھتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی توقع پوری کرتے ہیں بلکہ اس کی بے انتہا خوشنودی حاصل کر لیتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝	اے ایمان والو حکم دیا گیا تمھارے لیئے روزے کو جیسا کہ حکم دیا گیا تھا ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گزرے ہیں اس توقع پر کہ تم متقی ہو جائیں۔[2]

دعا اللہ تعالیٰ کسی کی دعا کو رائگاں نہیں فرماتا۔ بلکہ انسان کی بھلائی کے لیئے کبھی فوری اثر ہوتا ہے اور کبھی بہ مصلحت تاخیری وقت مقررہ پر۔ جو دعا قبول نہ ہو اس میں بھی حسب کی کوئی مشتاق ہوتی ہے۔ نیز کسی دعا کا اثر کبھی قیامت میں ملے گا۔[3] احادیث سے دعا کے لیئے شرائط بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ مثلاً اکل حلال حضور قلب کے علاوہ تاخیر سے مایوس نہ ہونا اور ناجائز مطالبہ نہ کرنا چاہیئے۔ بروایت حضرت ابو ہریرہؓ۔ حدیث شریف[4] میں یہ بھی آیا ہے کہ

---

[1] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۲۳۔ [2] البقرہ رکوع ۲۳۔ اگلی آیتیں۔ [3] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۲۳۔ [4] ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔ مسند امام احمد حنبل۔

[illegible] اور مظلوم کی دعا کا اثر وقت مقررہ پر ضرور ظاہر
ہوتا ہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جو برائیاں مقدر ہو چکی ہیں وہ
[illegible] دعا کے اثر سے ہٹ جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی دعا کو قبول کئے
بغیر نہیں رہتا۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ[1]	قبول کرتا ہوں دعا داعی کی۔

تعلقات زن و شوہر اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دے کے ظاہر فرمایا کہ زن و شوہر ایک دوسرے سے اس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے لباس کو استعمال کرتے ہیں یا اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ علاوہ ازیں لباس کی تشبیہ بہت وسیع المعنی ہے اور ستر پوشی پر بھی دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ عورت کی عزت مرد سے ہے اور مرد کی آبرو عورت کے ہاتھ میں ہے۔ یہ اس وقت کا ارشاد ہے جبکہ ماہِ صیام میں رات کو بھی بیبیاں شوہروں کے لئے ممنوع تھیں۔ بعض اصحاب سے لغزش ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس وضاحت سے اجازت عطا فرما دی ہے کہ زن و شوہر کو تو ایک دوسرے کے استعمال کے لئے ہی مثل لباس کے بنایا گیا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ جو مرد یا عورت نکاح نہ کرے وہ برہنہ اور بے عزت بھی ہے۔ اور یہاں عورتوں کے لئے بھی ایک قابلِ فخر نکتہ یہ معلوم

---

[1] البقرہ رکوع ۲۳۔

ہوتا ہے کہ اس مقام پر اُن کا درجہ بھی مرد سے کم نہیں کیونکہ اگر مرد اُن کا لباس ہے تو وہ بھی مرد کا لباس ہیں۔

[1] اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ	حلال کیا تمہارے لیے روزوں کی رات میں مشغول ہونا اپنی بیبیوں سے وہ تمہارا لباس ہیں اور تم اُن کا لباس ہو۔

ناجائز داد وستد اور رشوت اللہ تعالیٰ نے صریحاً ممانعت فرمائی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھائیں۔ جس میں چوری، خیانت، دغا بازی، سُود، رشوت وغیرہ سبھی کچھ داخل ہے۔ اس کے بعد ایک سوال حکام کو رشوت دینے کا تھا اور وہ اس لیئے اہم تھا کہ حاکم رشوت لے کر دوسرے فریق کی حق تلفی کرتا ہے۔ اس لیئے صریحاً اس کی بھی ممانعت فرمائی۔

[2] وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَی الْحُکَّامِ الخ	اور نہ کھاؤ اپنا مال آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ اپنا مال حاکموں تک۔

[1] البقر رکوع ۲۳۔ [2] ایضاً رکوع ۲۳۔

زیادتی — اللہ تعالیٰ جبر و تعدی کو پسند نہیں فرماتا۔ جو بات اللہ کو پسند نہ ہو وہ آدمی کے لیے کیسے مفید ہو سکتی ہے؟

[1] إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝	اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا زیادتی کرنے والوں کو

انتقام — اللہ تعالیٰ نے انتقام کی اجازت اس شرط سے دی ہے اگر تمہارے ساتھ جس قدر زیادتی کوئی کرے تم بھی اسی قدر زیادتی کر سکتے ہیں۔

[2] فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۝	جو کوئی تم پر زیادتی کرے زیادتی کرو اس پر جیسے کہ اس نے زیادتی کی تم پر۔

پرہیزگاری — اللہ تعالیٰ برائیوں سے پرہیز کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ غور فرمائیے کہ خدا جس کے ساتھ ہو اس کا کیا درجہ ہوگا۔ اور خدا جس کے ساتھ نہ ہو۔ پھر اس کی کیا حالت ہو گی۔

[3] إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝	اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

لا تحقروا شیئاً [illegible] — حضرت ابو ایوب انصاریؓ راوی ہیں کہ

---

۱ البقرہ رکوع ۲۴ ۔ ۲ البقرہ رکوع ۲۴ ۔ ۳ البقرہ رکوع ۲۴ ۔

کئی جنگوں میں حصہ لینے کے بعد بعض انصار نے ایک خفیہ مجلس میں غور کیا کہ اب مسلمان بڑھ گئے ہیں اگر ہم چند لڑائیوں میں آنحضرتؐ کے ساتھ نہ جائیں تو مدتوں گھر سے باہر رہنے کے باعث مالی معاملات جو متاثر ہوئے اُن کی تلافی ہو سکتی ہے۔ اس پر ارشادِ باری ہوا کہ راہِ خدا میں مالی ایثار بھی کرو۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور اِس آیت کی شانِ نزول یہ بھی ہے[عہ] کہ انصار جو صدقہ دیتے تھے بوجہ قحط اس سے ہاتھ روکنے لگے، اور اس واقعہ پر بھی یہ آیت منطبق ہو گئی۔ علماء نے مزید وضاحت کی ہے کہ بعض صحابہ ایک ایک آیت کے شانِ نزول میں کئی کئی واقعات شریک کئے جاتے تھے۔ جیسا کہ واقعاتِ بالا اور آیتِ ذیل کی مثال ہے[عہ]

[۱] وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ج	اور خرچ کرو خدا کی راہ میں اور مت پڑو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں۔

اللہ کے محبوب بندے | اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والے بندوں کو

عہ بروایت نعمان بن بشیرؓ۔ [۱] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۲۴۔ [۲] البقرہ رکوع ۲۴۔

عہ۔ سورۂ آلِ عمران کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں صاحبِ احسن التفسیر لکھتے ہیں۔ "اگرچہ یہ آیتیں نجرانی عیسائیوں کی شان میں اتری ہیں لیکن قرآن کی نصیحتیں عام ہیں۔ کسی قوم یا کسی شخص میں کوئی بات بھی قابلِ نصیحت پائی جائے گی تو قرآن کی نصیحت کو اُسی کی [illegible]

سے بے حد پسند فرماتا ہے۔ کیونکہ محبت کا درجہ انتہائی پسندیدگی کا ہے۔

۱ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○	یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے

نیک عمل انسان کی کوئی نیکی اور بہتر کام ایسا نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی نظر نہ ہو۔

۲ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ	اور جو کچھ کرو گے تم نیکی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے گا۔

چندہ یا گداگری وغیرہ سے حج چندہ یا بھیک مانگ کر حج کو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے وقوفی ہے کیونکہ

احکام حج کے سلسلے میں ارشاد ہے کہ زاد راہ کا انتظام کرو اور بہترین زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔ اور پرہیزگاری کی وضاحت یہی کی گئی ہے کہ گداگری اور سرقہ وغیرہ سے بچنا۔ کیونکہ ناجائز مال ہی اور سرقہ و سود و رشوت کا بھی ہو سکتا ہے۔ جس سے حج کرنا پرہیزگاری کے منافی ہوگا اور عقلمندوں سے خطاب ظاہر کرتا ہے کہ جو لوگ ناجائز آمدنی سے حج کرتے ہیں۔ وہ بے عقل ہیں کیونکہ ایسا حج ایک فعل عبث اور نامقبول ہوگا۔

۳ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ	اور سفر خرچ لے لو۔ اور یقیناً بہترین

۱ بقرہ رکوع ۲۴ - ۲ ایضاً رکوع ۲۵ - ۳ احسن التفاسیر جلد ۲ - ۴ البقرہ رکوع ۲۵ -

الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ	سفر خرچ پرہیزگاری ہے اور پرہیز کرو اے عقلمندو۔

حمد باری اور مدح انسانی

حج کے موقع پر مکہ میں بڑے بڑے شعراء بھی جمع ہوتے تھے مناسک حج ادا ہو جانے کے بعد مشاعرے ہوتے جن میں وہ اپنے باپ دادا کی شان اور مدح میں قصیدہ خوانی کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی۔ اور حمد باری تعالیٰ کا حکم دیا۔ بلکہ اس میں شدید شاعرانہ غلو کی تاکید فرمائی۔ اس سے فنِ شاعری کا جواز نص قرآنی سے ثابت ہو رہا ہے۔

فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا [۲]	پھر جب ادا کر چکو تم اپنے حج کے مناسک تو ذکر کرو اللہ کا جیسا کہ ذکر کرتے ہو تم اپنے باپ دادا کا اور یہ ذکر بہت بڑھ کر ہو

منافقت

البقرہ غیر مسلم اسلام سے اپنی بڑی آگاہی اور موافقت ظاہر کرتے ہیں اور ایسی باتیں اسلام کے متعلق کرتے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ یہ سب دنیاداری اور منافقت ہے ایسے ہی

---

[۱] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۲۵۔ [۲] البقرہ رکوع ۲۵۔

لوگ اسلام اور مسلم کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

[1] وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ؁	اور بعض لوگوں پر تم کو تعجب ہوگا ان کی دنیاداری کی باتوں سے اور وہ اللہ کو گواہ کرتے ہیں اپنے دل کی بات پر اور وہی سخت دشمن ہیں

اسلام کے خلق مسلمان ظاہرداری

مفسد | اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

[2] وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ؁	اللہ پسند نہیں کرتا فساد کو۔

ناقص الایمان مسلمان | جو مسلمان شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہیں یعنی مسلمان ہو کر تعلیمات اسلامی کے خلاف عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کا اسلام کافی اور مکمل نہیں ہے

[3] يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ	اے ایمان لانے والے لوگو داخل ہو جاؤ اسلام میں کافی طور پر اور تقلید نہ کرو شیطان کے نقش قدم کی

[1] البقرۃ رکوع ۲۵۔ [2] ایضاً رکوع ۲۵۔ [3] ایضاً رکوع ۲۵۔

مسلمانوں کا افلاس اور کافروں کی فارغ البالی

اللہ تعالیٰ نے کافروں کو بے حساب دولت عطا فرما کر اُن کی دنیاوی زندگی کو مزین فرمادیا۔ جس کی وجہ سے وہ غریب مسلمانوں پر ہنستے ہیں اُن کی غربت کا مضحکہ اُڑاتے ہیں۔ اس پر مسلمانوں کو رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اول تو خدا کی مصلحت کوئی کیا جانے دوسرے غربت میں جو مسلمان برائیوں سے بچتے رہیں گے۔ اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ قیامت میں بہ مقابلہ کفار بلند درجات حاصل کریں گے۔ کیونکہ دُنیا ہو یا آخرت اللہ پاک جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔

زُیِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ [1]	آراستہ کی ہے کافروں کی دنیاوی زندگی اور وہ مذاق اُڑاتے ہیں اُن لوگوں کا جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو پرہیزگار ہیں اُن کے مقابلے میں اعلیٰ مرتبہ پائیں گے قیامت کے دن اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔

[1] البقرۃ رکوع ۲۶۔

پیغمبر اور کتبِ آسمانی کی تعداد

بروایت حاکم و عبد اللہ بن مسعودؓ دُنیا میں کل انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار آئے۔ جن میں تین سو تیرہ رسول ہوئے اور رسولوں میں نوحؑ۔ ابراہیمؑ عیسیٰؑ۔ موسیٰؑ اور آنحضرت صلعم اُولوالعزم کہلاتے ہیں اور کتابیں بشمول صحایف ایک سو چار نازل ہوئیں۔

بُت پرستی کا آغاز

حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان دس قرن کا زمانہ گزرا ہے۔ جس میں سب لوگ موحد تھے بُت پرستی کسی کو معلوم تک نہ تھی۔ اسی عہد کے بعض بزرگوں کی وفات عام طور پر بہت شاق گزری۔ لوگ فرطِ عقیدت سے بے چین ہو گئے۔ تو شیطان نے تشفیٔ خاطر کے لیئے اُن کے بُت بنانے کی تدبیر بتائی۔ یہی بُت بعد میں پُجنے لگے۔

جہاد

جنگِ خندق کے موقع پر جبکہ ایک طرف آنحضرت صلعم کے ساتھ چھ سات سو مسلمان تھے۔ اور دوسری طرف کفارِ مکہ اور یہود قبیلہ بنی نضیر دس ہزار کی تعداد میں تھے۔ اسی جنگ میں اسلام کی بقا و فنا کا سوال [illegible] دشمنوں کو قتل کرنا یعنی جہاد فرض کیا گیا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ[1]　|　فرض کیا گیا تم پر جہاد

علمائے جمہور کے نزدیک جہاد فرضِ کفایہ ہے۔ یعنی اگر کسی...

---

[1] احسن التفسیر رکوع ۲۶۔ [2] ایضاً رکوع ۲۶۔ [3] جن کو آنحضرت صلعم نے تیرہ برس سے مجبور کرکے مدینے سے جلا وطن فرما دیا تھا اور سب جا کر کفارِ مکہ سے مل گئے تھے (احسن) [4] البقرہ رکوع ۲۶۔ [5] احسن رکوع ۲۶۔

ایک شخص بھی شریک ہو جائے تو کافی ہے۔ جیسا کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔

مصائب بیماریاں اور انقلابات

جنگ خندق کے موقع پر جب مسلمانوں نے تکلیف اٹھائی اور پریشان ہوئے تو ارشاد باری ہوا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت تمہیں یوں ہی مفت مل جائے گی۔ تم سے پہلے جو ایمان لانے والے سابقہ امتوں میں گزر چکے ہیں ان پر طرح طرح کی مصیبتیں آئیں بیمار ہوئے انقلابات آئے یہاں تک کہ وہ اور ان کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کی مدد کے لیئے چیخ اٹھے۔ اور خدا کی مدد ان کو جلد ہی پہونچ گئی۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمام مصائب اور بیماریاں اور انقلاب مسلمانوں کے لیئے ایک آزمائش کے طور پر آتے ہیں اور وہ جنت کا مژدہ ہیں ایسی حالت میں صبر و استقلال سے خدا کو مدد کے لیئے پکارنا چاہیئے جیسا کہ خود اللہ پاک نے فرمایا۔

لہ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ	کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یوں ہی داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور تم پر نہیں گزری مثل ان لوگوں کے جو گزرے ہیں تم سے قبل آئے ان پر مصائب

لہ البقرۃ رکوع ۲۶۔

وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ۝	اور بیماریاں اور انقلاب حتیٰ کہ چیخ اُٹھے پیغمبر اور وہ لوگ جو ایمان لا کر اُن کے ساتھ تھے کہ خدا کی امداد کب ہو گی یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے
روپیہ کا بہترین اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ مصرف	زکوٰۃ تو فرض اور اسلام کا ایک رکن ہے اس کے علاوہ دیگر کارِ خیر میں خرچ کرنے سے متعلق صحابہؓ نے جب آنحضرت صلعم

سے پوچھا تو ارشادِ باری ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ جو کچھ خرچ کرنا چاہتے ہیں، اپنے والدین اور عزیز و اقارب اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں پر صرف کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے نیک کاموں پر نظر رکھتا ہے۔

؎ یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ	تم سے سوال کرتے ہیں کہ کہاں خرچ کریں کہہ دو کہ اچھا مصرف یہ ہے کہ ماں باپ اور قرابت داروں

؎ احسن التفسیر رکوع ۲۶۔ ؎ البقرۃ رکوع ۲۶۔

وَاٰتَيْتُمُ الْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ہ	اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں پر صرف کرو۔ اور کروگے جو نیک کام یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے۔

علم غیب

نجومی۔ رمّال۔ مُلّا۔ کاہن اور جفّار یہ سب رسول اللہ کی بعثت کے بعد بیتا مہ ہوگئے۔ اب ان کا نام ہی نام رہ گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان علوم کو سلب کرلیا ہے۔ اور تمام مسلمانوں پر خدا کا بڑا فضل ہوا۔ کیونکہ اس کی بدولت اگلی اُمتیں سب گمراہ ہوئیں۔ لوگ خدائی کے دعوے تک کر بیٹھے حضرت موسیٰؑ کے متعلق فرعون کے نجومیوں نے پیشین گوئی تو اپنے علم کے زور سے بالکل صحیح کی تھی۔ مگر اس کا نتیجہ کیا ہوا یہی کہ بنی اسرائیل کے ہزاروں تو زائیدہ بچے مارڈالے گئے، اور جہاں تک ان علوم کے تاریخی واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔ سوائے اس کے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ لوگ خدا سے برگشتہ ہوجاتے تھے۔ اور دنیا میں طرح طرح کے فساد برپا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کی بعثت کے بعد آج تک فرعون ہامان۔ نمرود اور شداد کی قسم کا کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان اب مستقبل کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا نجومی وغیرہ جو کچھ بکتے رہتے ہیں اُن کی باتیں سو فی صدی غلط ثابت

علم نجوم

ہوتی ہیں۔ کبھی شاذ و نادر کوئی بات اُن کے کہنے کے موافق ہو جائے تو اسے بالکل اتفاقیہ سمجھنا چاہیئے اور اگر قدرتاً کوئی واقعہ ہو تو نجومی کا کمال نہیں بلکہ اُس میں مسلمانوں کے لیئے سخت امتحان اور دوسروں کے لیئے مزید گمراہی ہے۔ کیونکہ علمِ غیب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے۔

[1] وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ	اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

اسی طرح بھلے بُرے واقعات کے تاثرات سے بھی ہوشیار رہنا چاہیئے۔ انسان کی زندگی میں بڑے نازک مواقع ہوتے ہیں۔ ان منزلوں کو صبر اور شکر کے ساتھ اور ہمت و استقلال سے طے کرنے کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ مثلاً جب جہاد کی صعوبتوں کو بعض مسلمانوں نے محسوس کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ۔

[2] وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ	اور ہو سکتا ہے کہ کراہیت کرتے ہو جن چیزوں سے وہی تمہارے لیئے بہتر ہوں اور ہو سکتا ہے کہ محبت رکھتے ہو جن چیزوں سے وہی تمہارے لیئے بُری ہوں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

۱۔ البقر رکوع ۲۶۔ یہی جملہ خدائے پاک نے رکوع ۳۰ میں بھی دہرایا ہے۔ ۲۔ البقر رکوع ۲۶

شائد کوئی خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت اپنے بندوں سے چھپا کر نہیں رکھی۔ سائنس کی ترقیات جس کی شاہد ہیں جب غیب دانی کے معاملے میں اس کی محرومیت کیسے تسلیم کر لی جائے تو اس کے لئے دُور جانا نہیں پڑے گا۔ اولیاء اللہ اور صالحین کو دیکھ لیجئے جن کو رویائے صادقہ اور الہام و القا کی نعمت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ جس میں وہ قدرت کے مقرر کردہ حدود سے کبھی تجاوز نہیں کرتے۔ اور جہاں تک مشیت الٰہی اجازت دیتی ہے بوقت ضرورت بندگان خدا کو فائدہ پہونچانے سے دریغ نہیں فرماتے۔

قابل حرمت مہینے رجب۔ ذیقعدہ۔ ذالحجہ۔ محرم قابل حرمت مہینے ہیں۔ ان میں جنگ و جدل حرام ہے۔ البتہ رفع شر کے لئے اور دفاعی لڑائی لڑ سکتے ہیں۔[1]

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ[2]	تم سے سوال کرتے ہیں حرمت والے مہینے میں لڑائی کے بارہ میں کہو لڑائی اُس میں گناہ عظیم ہے۔

فتنہ پردازی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فتنہ پردازی، قتل سے بڑا گناہ ہے۔

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ[3]	فتنہ پردازی قتل سے بڑا گناہ ہے۔

[1] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۲۷۔ [2] البقرہ رکوع ۲۷۔ [3] ایضاً رکوع ۲۷۔

نکاح کے لیے شرط اسلام

مشرکہ عورت سے جس سے بُت پرست اور آتش پرست مراد ہے نکاح کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے اس سے بہتر وہ لونڈی ہے جو مسلمان ہو۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى	اور نکاح نہ کرو مشرکہ عورت سے
يُؤْمِنَّ ط وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ	جب تک کہ مسلمان نہ ہو جائے اور
خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ	مسلمان لونڈی بہتر ہے مشرکہ عورت سے۔

اسی طرح مسلمان عورت کے لئے بھی حکم ہے کہ وہ مشرک مرد سے نکاح نہ کرے، اور ساتھ ہی ارشاد ہے کہ مشرک مرد سے تو غلام اچھا۔

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ	اور نکاح نہ کرو مشرک مرد سے
حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ط وَلَعَبْدٌ	جب تک مسلمان نہ ہو جائے اور غلام
مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ	بہتر ہے مشرک مرد سے۔

اسی سلسلے میں ارشاد ہے کہ مشرک عورت مسلمان مرد کو دوزخ کی طرف بلاتی ہے۔ اور مشرک مرد مسلمان عورت کو دوزخ کی طرف دعوت

۱۔ ۲۔ تفسیر النور رکوع ۱۷۔ ۳۔ البقرہ رکوع ۲۷۔

دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یہ احکام دے کر مسلمان مردوں اور عورتوں کو جنت اور مغفرت کی طرف بلا رہا ہے۔

[1] أُولٰٓئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۚ	یہ لوگ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف اور اللہ بلاتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنے اذن حکم سے۔

بحالت حیض مقاربت نص قرآنی سے منع ہے۔ اور ترمذی میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ ہے کہ جس نے بحالت حیض صحبت یا اغلام کا ارتکاب کیا یا نجومی سے غیب کی بات پوچھی اس نے قرآن کو جھٹلایا۔ [2] خون کا رنگ جب تک سرخ ہے ایک اشرفی اور آخری زمانے کے لئے نصف اشرفی صدقہ دینے کا حکم ہے اور اکثر علماء نے صرف توبہ کو کافی سمجھا ہے۔

[3] فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ	علیحدہ رہو عورتوں سے حیض میں۔

توبہ اور پاکیزگی اللہ تعالیٰ توبہ اور طہارت کو بے انتہا پسند فرماتا ہے۔ کیونکہ دونوں کے لئے محبت کا لفظ آیا ہے اور محبت کا مقام عشق کے قریب ہے۔ اس لحاظ سے جو لوگ توبہ کر کے روح کو پاک رکھتے ہیں اور صاف ستھرے رہ کر جسم کو۔ وہ

---

١ البقرہ رکوع ٢٧۔ ٢ جن التفسیر البقرہ رکوع ٢٨۔ ٣ البقرہ رکوع ٢٨ ۴ [illegible]

ایسے لوگوں کے دائرے میں آجاتے ہیں جن سے خدائے پاک محبت رکھتا ہے

[1] اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ٥	اللہ محبوب رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور محبوب رکھتا ہے پاک صاف رہنے والوں کو ۔

جھوٹی قسم حکم ہے کہ قسمیں کھا کھا کر اللہ تعالیٰ کو درمیان میں نہ لاؤ ۔

[2] وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِکُمْ	اور نہ بناؤ اللہ کو حیلہ اپنی قسموں کا ۔

ساتھ ہی اس کے سچی قسم کھانے کی اجازت دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ معمولی اور لغو باتوں کے لئے کیوں نہ ہو ۔ لیکن جو شخص دلی ارادہ کے ساتھ جھوٹی قسم کھائے گا وہ خدا کے پاس پکڑا جائے گا ۔

[3] لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ وَاللّٰہُ	نہیں پکڑتا تم کو اللہ لغو قسموں میں لیکن تم کو پکڑتا ہے تمھارے دلوں کی کارستانی کی وجہ سے (یعنی

[1] البقرہ رکوع ۲۸ ۔ [2] ایضاً رکوع ۲۸ ۔ [3] ایضاً رکوع ۲۸ ۔

غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝

ترجمہ: لغو قسم پر اللہ تم سے مواخذہ نہ کرے گا اور اللہ غفور حلیم ہے۔

قسم توڑنے کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ کوئی دینی و دنیاوی فائدہ بہت زیادہ ہو۔ مگر اس کا کفارہ ہے دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا یا تین روزے [illegible] کسی اچھے کام سے باز رہنے یا برا کام کرنے کی قسم [illegible] اس کو توڑ دینا ہی اس کا کفارہ ہے۔ علیٰ ہذا بطور تکیہ کلام [illegible] یا بغیر ارادہ زبان سے نکل جائے یا کوئی قسم بدگمانی کا نتیجہ ہو تو یہ سب لغو قسم کی قسمیں ہیں جن کے لیئے کسی کفارہ کی ضرورت نہیں۔ علاوہ ازیں قسم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات کی حد تک ہو سکتی ہے۔ مثلاً "اللہ کی قسم" یا "اللہ کے جاہ و جلال کی قسم" اس کے سوائے دیگر قسمیں جیسے "تیرے سر کی قسم" "تیری جان کی قسم" ناجائز ہیں۔ بدترین قسم وہ ہے۔ جو کسی بات کو چھپانے کے لیئے کھائی جائے۔ اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔

بعض لوگ بات بات پر اس قدر کثرت سے قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر آیات بالا میں وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ کے الفاظ نہ ہوتے تو معلوم نہیں ایسے اشخاص کا کیا حشر ہوتا۔

مباشرت یہودیوں کے یہاں [illegible] کروٹ کے بل مباشرت کا طریقہ تھا۔ جس کی تقلید انصار مدینہ بھی کرتے تھے۔ اور مہاجرین کے یہاں چت لٹانے کا طریقہ تھا۔ [illegible] انصار

لہ احسن التفسیر البقرہ رکوع ۲۸۔

عورتوں سے بہت تعریف سے نکاح ہوئے تو عورتوں نے مہاجرین و انصار
کے فرق مباشرت کا تذکرہ کیا۔ جب آنحضرت صلعم سے عرض کیا گیا۔ تو
ارشاد باری ہوا کہ عورتیں تمھاری کھیتی ہیں۔ جس طرح چاہو ان میں
داخل ہو۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زراعت سے فصل حاصل
کی جاتی ہے اور مباشرت سے نسل۔ ظاہر ہے کہ توالد و تناسل کا
راستہ عقب میں نہیں ہے۔ مگر بعض فرقہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں
مباشرت کے ساتھ اغلام کی بھی اجازت ہے (نعوذ باللہ) قرآن مجید
کوئی کوک شاستر نہیں ہے کہ ایسے مضامین بھی رکیک اور صاف
صاف الفاظ میں ہوتے۔

میں نے اپنے ایک مشفق صوفی مولوی عبد القادر صاحب وکیل
پالم سے ایک مرتبہ سوال کیا۔ کہ گندم کھانے پر عتاب الٰہی کا آخر
فلسفہ کیا ہے۔ اس آزمائش کے لئے گندم ہی کیوں چنا گیا۔ حالانکہ
اس سے بدرجہا خوش ذائقہ میوے بہشت میں ہوں گے۔ پھر دنیا
میں اولاد آدم کے لئے گندم منع نہیں۔ صوفی صاحب نے فرمایا یہ
راز سینہ بسینہ ہے کسی کتاب کا حوالہ میں نہیں دے سکتا۔ میں
نے کہا خیر یہی سہی کچھ معلوم تو ہو۔ اس پر انھوں نے فرمایا کہ دراصل
حوا سے مباشرت کی ممانعت تھی۔ مگر یہ مضمون کنایتہً نہایت
شائستگی سے اس لطیف پیرایہ میں بیان کیا گیا۔ کہ لَا تَقْرَبُوْا
هٰذِهِ الشَّجَرَةَ یعنی (حوا) کے قریب نہ جانا' اور گندم شرمگاہ سے

۔۔۔ اس درخت۔

مشابہ ہے اس لیئے گندم "شجر" کی تفسیر ہے۔ قرآن مجید میں ایسے اور بھی نازک مقامات آئے ہیں۔ جن پر عقل سلیم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں غور کرنا چاہیئے اور یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ یہ مقدس کلام اللہ پاک کا ہے۔ ناشائستہ الفاظ میں کوئی جنسیات کا مضمون آجاتا تو کلامِ الٰہی اور کلامِ انسانی میں فرق کیا رہتا۔

تمھاری عورتیں تمھاری کھیتیاں ہیں	نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا[1]
اپنے کھیت میں تم جس طرح چاہو جاؤ	حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ

علاوہ ازیں اس بارے میں احادیث بھی صاف و صریح ہیں مثلاً بروایت[2] حضرت عبد اللہ بن عباسؓ۔ عورت سے اغلام کرنے والے کی طرف خدائے تعالیٰ بہ نظر ترحم نہیں دیکھے گا۔ بروایت[3] حضرت عبد اللہ بن عباسؓ ایک اور حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے مباشرت سے پہلے بسم اللہ اور ایک دعا پڑھنے کے لیئے ارشاد فرمایا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ یا اللہ ہم کو شیطان سے بچا اور ہمارے نصیب میں کوئی اولاد ہے تو اس کو بھی شیطان سے دور رکھ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو اس دعا کو پڑھے گا اس کی اولاد کو شیطان کبھی ضرر نہیں پہونچا سکتا۔ راقم نے یہ دعا دو شعروں میں نظم کی ہے تاکہ عوام کے لیئے آسانی ہو کیونکہ دعا کے لیئے عربی زبان ضروری نہیں ہے

---

[1] البقر رکوع ۲۸۔ [2] ترمذی، نسائی۔ [3] بخاری شریف۔

دعا ہے رحیم اور رحمٰن سے
الٰہی بچا مجھ کو شیطان سے
مری آل و اولاد کو دُور رکھ
تو شیطان کے مکر و طغیان سے

ایلا یعنی بیوی سے عزلت پسندی | اسلام سے پہلے عرب بیوی سے خفا ہو کر مہینوں اور برسوں اُس کے قریب نہ جانے کی قسم کھا لیتے تھے۔ عورتیں مرد کو ترستی رہتی تھیں۔ اسی کو ایلا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کی انتہائی مدت چار ماہ مقرر فرمائی۔ اِس کے بعد ملاپ یا طلاق لازمی ہے۔

[1] لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ | جو لوگ عورتوں سے قسم کھا لیتے ہیں
تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ج | اُن کے لیئے چار مہینے کی مدت ہے

مرد کی فضیلت | طلاق کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ امر ظاہر فرما دیا ہے کہ مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے۔

[2] وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ط | مردوں کا اُن پر (عورتوں پر) درجہ ہے

طلاق | اللہ تعالیٰ نے زن و شوہر کے جو قواعد اور حدود مقرر فرمائے ہیں اُن کو توڑنے یا تجاوز کرنے میں دونوں کا خود ہی نقصان ہے۔

[3] وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ | اور جو اللہ کے مقرر کردہ حدود سے نکل جائے

---

[1] البقرہ رکوع ۲۸۔ [2] ایضاً رکوع ۲۸۔ [3] ایضاً رکوع ۲۹۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝	تو ایسے لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں

حدود یہی ہیں کہ عورت کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ ناچاقی ہو جائے اور طلاق ناگزیر ہو تو صرف دو طلاق کی اجازت ہے۔ تاکہ ایام عدت میں اگر صلح صفائی ہو جائے تو پھر رجوع کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد تیسرے طلاق کی بھی نوبت آجائے تو تا آنکہ دوسرے مرد سے نکاح اور خلوت صحیحہ اور پھر مرد کی مرضی سے طلاق نہ ہو جائے سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح ممکن نہیں۔ شوہر ثانی اگر تکمیل ضابطہ کے لیئے اس نیت سے نکاح کرے کہ مباشرت کے بعد طلاق دے کر شوہر اول کے لیئے راستہ ہموار کرے گا۔ تو ایسی حالت میں شوہر اول سے نکاح دوم کسی طرح جائز نہیں ہوگا۔

زن و شوہر کے حق میں اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی عنایت ہے کہ اس نے بوقتِ واحد تین طلاق کی اجازت نہیں دی ہے۔ بلکہ دو طلاق کا حکم ہے۔ تاکہ مصالحت ہو جائے اور جدائی کی نوبت جہانتک ہو سکے نہ آئے تو اچھا ہے۔ جیساکہ دو طلاق کے لیئے ارشاد ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ[۲]	طلاق دو مرتبہ ہے۔

احکام الٰہی کا مذاق

بعض لوگ دین کے کوئی احکام سنتے ہیں تو کہنے والے کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ خیال نہیں

۱؎ احسن التفسیر البقرہ رکوع ۲۹۔ ۲؎ البقرہ رکوع ۲۹۔

کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمودات پر زد پڑ رہی ہے۔ جس کے لئے قرآن میں ممانعت ہے۔

[1] وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا	نہ اڑاؤ احکامِ الٰہی کا مذاق۔

ممکن العمل احکام — خدائے پاک نے اپنے بندوں کو ایسے احکام کا پابند نہیں فرمایا۔ جو قابلِ برداشت نہ ہوں۔

[2] لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا	پابند نہیں کوئی شخص مگر بقدر برداشت

رضاعت دایہ — اس کی اجازت ہے کہ ہم چاہیں تو اپنی اولاد کو دایہ کا دودھ پلوا سکتے ہیں۔

[3] وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ	اور اگر تمہارا ارادہ ہو کہ دایہ سے دودھ پلوانے کا اپنی اولاد کو تو تم پر کوئی گناہ نہیں

عدت سوگ اور عقدِ ثانی — شوہر کی وفات پر عورت کو چار ماہ اور دس رات گزرنے تک سوگ منانا چاہیے جس کو عدت کہتے ہیں اس عرصے میں یہ پتہ بھی چل جاتا ہے کہ عورت حاملہ تو نہیں ہے۔ اگر حمل ظاہر ہو تو مدتِ عدت وضعِ حمل تک ہے[4] دیگر رشتہ داروں کی موت پر زیادہ سے زیادہ تین دن تک سوگ منایا جا سکتا ہے۔ عدت یہی ہے کہ اس میں عورت بناؤ سنگار اور

---

۱ البقرہ رکوع ۲۹۔ ۲ ایضاً رکوع ۳۰۔ ۳ ایضاً رکوع ۳۰۔ ۴ احسن التفسیر البقرہ رکوع ۳۰

عقدِ ثانی نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد عام طریقے کے موافق عورت نکاح کرے تو گناہ نہیں عقدِ ثانی کی آیت میں بِالْمَعْرُوْف کا لفظ بتا رہا ہے کہ بیوہ کے لیئے عقدِ ثانی لازمی نہیں ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے محکوم اور پابند نہیں کی گئی ہے کہ لامحالہ عقدِ ثانی کرے۔ بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ دستور کیا ہے۔ اگر اُس کی ذاتی حالت اور ضرورت مقتضی ہو تو رواج کے مطابق عقدِ ثانی کرنا گناہ نہیں ہے۔ اِس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ بیوہ بغیر عقدِ ثانی کئے بھی رہ سکتی ہے۔ اور اگر کرلے تو اللہ تعالیٰ کی اُس مہربانی سے فائدہ اُٹھائے گی جو ایسی اجازت سے فرمائی گئی ہے۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[۱]	پھر جب پہونچ جائیں (عدت کے) وقتِ مقررہ پہ تو تم پر گناہ نہیں کہ اپنے نفس کے لیئے رواج پر عمل کریں یعنی عقد کرلیں۔

اللہ کو دل کی بات معلوم ہے

ہمارے دل میں بھی جو خیالات آتے ہیں خدا اُن سے واقف رہتا ہے۔

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ[۲]	اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے

[۱] البقرہ رکوع ۳۰۔ [۲] البقرہ رکوع ۳۰۔

نماز نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہاں تک تاکید ہے کہ اگر وقت پر نہ پڑھی جائے تو وہ محفوظ نہیں رہی یعنی ضائع ہو گئی۔ خصوصاً نمازِ ظہر تو ٹھیک وقت پر پڑھنا لازمی ہے۔ کیونکہ تفسیر[1] میں ہے کہ موسم گرما میں عرب کی شدید دھوپ کے ڈر سے لوگ نمازِ ظہر میں کم شریک ہوتے حالانکہ آنحضرت صلعم نہایت ٹھیک وقت پر نماز ادا فرماتے تھے۔ اس پر حکم باری ہوا کہ نمازوں کی حفاظت کرو۔ خصوصاً نمازِ درمیانی یعنی ظہر کی۔ اس کے بعد صحابہ نے اجتہاد[2] فرمایا کہ درمیانی نماز سے عصر کی نماز مراد ہے۔ بہرحال یوں تو ہر نماز وقت پر پڑھنی چاہیئے۔ اور خصوصاً ظہر و عصر کی کیونکہ وقت ٹل جانے سے نماز محفوظ نہیں رہتی جیسا کہ حکم ہے۔

[3] حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ	حفاظت کرو نمازوں کی
وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ق	خصوصاً درمیانی نماز کی

جہاد میں اجازت قتل عام خدا کی راہ میں دشمنانِ دین کو قتل کر دینے کا صاف حکم ہے۔ یعنی خدا کے لیئے جواز قتل ہے۔ اپنے اغراض و نفس کے لیے نہیں۔

[4] وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ	اور قتل کرو اللہ کی راہ میں

[1] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۳۰۔ [2] ایضاً رکوع ۳۰۔ [3] البقرہ رکوع ۳۱۔ [4] ایضاً رکوع ۳۲

اور اس جہاد کا اجر اس قدر زیادہ ہے کہ تعیین نہیں کیا جا سکتا

سلہ فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً | بڑھا دیتا ہے (اجر کو) کثیر اضافہ کے ساتھ

جہاد میں جان اور مال دونوں کو قربان کرنا پڑتا ہے اسی کے اجر عظیم کی طرف اشارہ ہے۔

ظالم تاریکی کو عربی میں ظلمت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے گنہگاروں اور ستمگاروں کو ظالم کہا ہے۔ جو ظلم و ستم اور گناہوں کی انتہائی تاریکی میں ہیں۔ اور ان کے اعمال بد سے خدا خوب واقف ہے۔ کوئی شخص اپنے گناہوں کو خدا سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔

سلہ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ | اور اللہ جانتا ہے ظالموں گنہگاروں کو

انتخاب بادشاہ منجانب اللہ موسیٰ کے بعد شمویلؑ نبی ہوئے۔ بنی اسرائیل نے جالوت کے مظالم سے تنگ آ کر جو عمالقہ (قوم کفار) کا بادشاہ اور بیت المقدس پر قابض تھا حضرت شمویلؑ سے کہا کہ ہم میں کسی کو بادشاہ بنا دیجئے تاکہ اس کی سرکردگی میں باقاعدہ جنگ کر کے ہم جالوت سے نجات حاصل کریں۔ تو حضرت نے بتلایا کہ خدا نے تمھارے لئے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے

سلہ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ | اور کہا ان سے ان کے نبی نے کہ اللہ نے

سلہ البقرہ رکوع ۳۲۔ سلہ ایضاً رکوع ۳۲۔ سلہ ایضاً رکوع ۳۲۔

قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًاط	تم پر مقرر کیا ہے طالوت کو بادشاہ۔

بادشاہت بنی بہ صلاحیت

بنی اسرائیل میں بادشاہی کا سلسلہ حضرت یوسف علیہ السلام کے علاتی بھائی یہودہ کی نسل میں چل رہا تھا اس کے برخلاف بادشاہت کے لیے حضرت شموئیلؑ نے حضرت یوسفؑ کے حقیقی بھائی بن یامین کی نسل کے ایک معمولی سپاہی طالوت کا جب نام لیا تو بنی اسرائیل نے سخت اختلاف کیا کیونکہ طالوت ایک غیر ممتاز خاندان کا فرد ہونے کے ساتھ بہت غریب آدمی تھا۔ پیغمبر نے بتلایا کہ خدا نے اُس کو جسمانی طاقت اور عقل تم سے زیادہ دی ہے۔ اور وہ جس کو چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے۔

[1] قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ط	(نبی نے) کہا اللہ نے بادشاہی کے لیے پسند کیا اُس کو تم پر اور زیادہ وسعت دی ہے اُس کو علم اور جسامت میں اور اللہ اپنا ملک دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

[1] ۔ البقرہ رکوع ۳۲۔

اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ چھوٹے آدمی کو نامزد کیا جائے تو خدا کی کوئی مصلحت ہوگی۔ یا خدا نے اس میں صلاحیت ودیعت فرمائی ہوگی۔

تابوتِ سکینہ	جب بنی اسرائیل نے حضرت شموئیل علیہ السلام کی اس بات کو نہ مانا کہ طالوت کا انتخاب

بادشاہی کے لیے منجانب اللہ ہے، تو فرمایا کہ اگر تابوتِ سکینہ خود بخود طالوت کے گھر پہ آجائے تو یقین کیا جائے گا کہ نبی کا کہنا صحیح ہے تابوتِ سکینہ[1] عہدِ موسیٰ ع و ہارون ع کے تبرکات کا ایک صندوق تھا جس کو بنی اسرائیل میدانِ جنگ میں ساتھ رکھتے اور اس کی برکت سے فتح پاتے تھے[2]۔ یہ ان کے دشمن عمالقہ کے قبضے میں چلا گیا تھا۔ چنانچہ جس بستی میں وہ رکھا گیا تھا وہاں سخت وبا پھیلی بنی اسرائیل کی ایک عورت وہاں قید تھی اس نے کہا جب تک یہ صندوق یہاں ہے۔ وبا سے نجات نہیں مل سکتی۔ اس پر لوگوں نے تابوتِ سکینہ کو بیل گاڑی پر لادا اور بستی کے باہر جنگل میں چھوڑ گئے فرشتوں نے وہ بیل گاڑی لاکر طالوت کے مکان پہ کھڑی کر دی۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل نے ان کو اپنا بادشاہ منتخب کرلیا۔

اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ[3]	تمہارے پاس آجائے گا وہ صندوق جس میں

۱؎ احسن التفسیر البقر رکوع ۳۲۔ ۲؎ تفاسیر میں ہے کہ تبرکات سے برکت کے علاوہ سکونِ قلب حاصل ہوتا تھا اس لیے تابوتِ سکینہ نام رکھا گیا تھا۔ اور سکونِ قلب کی دولت بنی اسرائیل کو حاصل کرا دیتے اور انبیاء [illegible] [illegible] ۳؎ البقر رکوع ۳۲۔

سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ	سکونِ قلب ہے تمہارے رب کی طرف سے اور باقی ماندہ تبرکات ہیں چھوڑے ہوئے اولادِ موسیٰ اور اولادِ ہارون کے۔

تلاوت سورہ کہف براء بن عازب راوی ہیں کہ ایک صاحب نے سورہ کہف پڑھی جس پر ایک ابر نے اُن کو ڈھانک لیا۔ قریب میں گھوڑا بندھا تھا وہ ڈر گیا۔ آنحضرت نے یہ واقعہ سُن کر فرمایا وہ سکینہ ہے اور دوسری حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں ذکرِ الٰہی ہوتا ہے وہاں فرشتے آکر مجلس کو ڈھانک لیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ گھوڑا دراصل فرشتوں کو دیکھ کر ڈرا تھا اور جو فرشتہ حاملِ سکون ہوتا ہے اُس کو سکینہ کہتے ہیں۔ تابوتِ سکینہ کے ساتھ بھی ایسے فرشتے رہتے تھے۔ جن کا اثر یہ ہوتا تھا کہ بنی اسرائیل دلجمعی اور ہمت سے لڑ کر کامیاب ہوتے تھے چنانچہ جب طالوت اسّی ہزار بنی اسرائیل کا لشکر لے کر جالوت کے مقابلہ کو نکلا تو اثنائے راہ میں دو دن پانی نہیں ملا۔ لوگ پیاس سے دیوانے ہوگئے دوسرے دن اُس دریا پر پہنچے جس کے دوسرے کنارے پر جالوت کا لشکر تھا۔ طالوت نے کہا لڑائی میں وہی شخص ہمارا ساتھ دے سکتا ہے۔ جو حلق تک پانی نہ پیئے بلکہ معمولی طور پر پیاس بجھانے کے لیئے حلق تر کرلے مگر صرف ساڑھے تین سو آدمیوں نے کہا مانا۔ باقی سب خوب پانی پی کر بیکار ہوگئے۔ طالوت نے اللہ تعالےٰ

کی مدد اور تابوت سکینہ کی برکت سے فائدہ اٹھا کر صرف ساڑھے تین سو آدمیوں کی معیت میں دریا عبور کر کے جالوت کے لشکر جرار کو شکست دی۔ یہاں تک کہ جالوت خود حضرت داؤد کے ہاتھ سے مارا گیا۔

فضیلت انبیاء اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مختلف مدارج عطا فرمائے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ[1]	یہ رسول ایسے ہیں کہ ہم نے فضیلت دی بعض کو بعض پر۔

مثلاً بعض کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام بخشا۔ جیسے[2] آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ[3]	انہی میں بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بلند کئے بعضوں کے مراتب (درجے)

اور مدارج کے متعلق معراج شریف کی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو انبیاء علیہم السلام مختلف آسمانوں پر ملے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام آسمان اول پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام

---

[1] البقرہ رکوع ۳۳۔ [2] احسن التفسیر۔ [3] ایضاً۔

آسمان ہفتم پر۔
احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم ہر آئینہ افضل الانبیا والمرسلین ہیں لیکن آپ نے پسند نہیں فرمایا کہ دیگر انبیا علیہم السلام سے تقابل و تفاخر کیا جائے۔ اور اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ کیونکہ اول تو آپ کا خلق عظیم اس کو گوارا نہیں کرتا۔ دوسرے اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں اس مسئلہ کو مبہم رکھا ہے۔

دوستی اور شفاعت اور نفع اندوزی

دوستی کے نام سے ہم اپنا جو قیمتی وقت اور روپیہ ضائع کرتے ہیں وہ قیامت میں کام نہ آئے گا۔ وہاں کسی کی دوستی کیا چل سکتی ہے۔ جبکہ آنحضرت کی شفاعت بھی بغیر مرضی الٰہی ممکن نہیں اور یہ تجار جو ناجائز نفع اندوزی سے خوب سرمایہ جمع کرتے ہیں جان لیں کہ میدان حشر خرید و فروخت کی منڈی نہیں ہے وہاں تو وہی چیز کام آئے گی اور آنحضرت صلعم کو شفاعت کا بھی موقع دے گی جسے ایمان دار لوگ نیک کاموں میں خرچ کریں گے۔

^۲ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا	اے ایمان والو
اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ	خرچ کرو جو ہم نے تم کو دیا ہے قبل
قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ	اس کے کہ وہ دن (قیامت کا) آئے جس میں نہ تجارت

^۱ احسن التفسیر۔ ^۲ البقرہ رکوع ۳۴۔

فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ	ممکن ہے نہ کسی کی دوستی کام آئے گی اور نہ شفاعت ہو سکتی ہے۔

آنحضرت صلعم کی شفاعت اللہ تعالیٰ کی اجازت سے نصیب ہوگی۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ	ایسا کون شخص ہے جو شفاعت (سفارش) کرے اُس کے پاس بغیر اُس کی اجازت کے

عرش و کرسی بروایت حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ عرش کی وسعت اتنی ہے کہ اُس کے طول و عرض کو صرف خدا ہی جانتا ہے۔ کرسی خدا کے قدموں کی جگہ ہے۔ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کا طول و عرض کرسی کے مقابلے میں ایسا ہے۔ جیسے کسی لق و دق جنگل میں ایک چھلہ ڈال دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نمرود جیسے گمراہوں کی ہدایت نہیں فرماتا	بابل کے بادشاہ نمرود بن کنعان نے تقریباً چار سو سال حکومت کی اور خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ دُنیا میں

چار بادشاہ بہت بڑے گزرے ہیں۔ مسلمانوں میں حضرت سلیمانؑ اور حضرت ذوالقرنین اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر۔ اِسی نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ بالآخر آپ سے

---

۱ احسن التفسیر البقرہ رکوع ۳۴۔ ۲ البقرہ رکوع ۳۴۔ ۳ احسن التفسیر البقرہ رکوع ۳۴۔

خدا کے وجود پر بحث کی۔

ؔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ

کیا تو نے اُس شخص (نمرود) کی طرف نہیں دیکھا جس نے حجت کی ابراہیم سے اپنے رب کے بارے میں

حضرت نے فرمایا میرا خدا روز مشرق سے سورج نکالتا ہے۔ تو ایک دن مغرب سے تو نکال دے۔ اس پر وہ لاجواب تو ہو گیا۔ مگر راہِ راست پر نہ آیا۔ حتیٰ کہ خدا نے اُس پر مچھروں کا عذاب نازل فرمایا۔ ایک ایک مچھر ناک کے راستے دماغ میں گھس گیا جس سے سارا لشکر تباہ ہو گیا۔ صرف نمرود کو خدا نے فوراً موت نہیں دی۔ عرصے تک اس عذاب میں مبتلا رکھا۔ اُس کے دماغ کا مچھر وقفہ وقفہ سے کاٹتا اور عارضی سکون کے لیے سر کو ٹھوکا جاتا اس عبرتناک انجام کے باوجود اُس کو خدا پر ایمان لانے کی توفیق نہیں ہوئی۔

ؔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور اللہ تعالیٰ اُس گروہ کی جو ظالم ہو ہدایت و رہبری نہیں فرماتا۔

حضرت عزیر کی حیات بعد الموت

ؔ بنی اسرائیل کو شدید نافرمانیوں کی سزا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بخت نصر شاہِ بابل کو اُن پر مسلط فرمایا۔ اُس نے

ؔ البقر رکوع ۳۵۔ ؔ احسن التفسیر البقر رکوع ۳۵۔ ؔ البقر رکوع ۳۵۔ ؔ احسن البقر رکوع ۳۵

چھوڑا کھے کے لشکر سے حملہ کر کے ہزارہا بنی اسرائیل قتل کئے اور ہزارہا قید۔ یہاں تک کہ حضرت عزیز علیہ السلام بھی قید ہو گئے۔ جب نمرود کی طرح بخت نصر بھی ناک میں مچھر گھسنے سے ہلاک ہو گیا۔ تو حضرت عزیزؑ قید سے چھوٹ کر بیت المقدس سے گزرے تو وہاں بخت نصر کی یورش کی تباہ کاریاں اور شہر کی بربادی دیکھ کر کہا خدا جلانے پر مُردے کب اور کیسے زندہ ہوں۔ اس پر خدائے پاک نے اپنی قدرت دکھانے کے لئے اُن پر اور اُن کی سواری کے گدھے پر سو برس تک موت مسلط فرمائی۔ اس عرصے میں جب شہر خوب آباد ہو گیا تو پہلے اُن کو زندہ کیا۔ اور اُن کے سامنے اُن کے گدھے کو تاکہ وہ اپنی آنکھ سے بھی دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو اس طرح جلانے پر قادر ہے۔ اُنھوں نے یہ تماشہ بھی دیکھا کہ اُن کا توشہ ایک صدی کے بعد بھی تر و تازہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو اپنے کھانے پانی کو جو سڑا تک نہیں۔ اور اپنے گدھے پر نظر ڈالو کہ کس طرح خدائے تعالیٰ اُس کو زندہ کرتا ہے۔

[1] فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ تف	دیکھ اپنے کھانے اور پانی کے طرف کہ نہیں سڑا اور دیکھ اپنے گدھے کی طرف۔

[1] البقرہ رکوع ۳۵۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے عرض کی۔

[1] قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿﴾	کہا جانتا ہوں یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بخت نصر کی تباہ کاری میں توریت بھی ضائع ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیرؑ کو یاد دلا دی یہ دیکھ کر اور اُن کی دوبارہ زندگی سے واقف ہوکر کہ وہ ایک صدی کے بعد بھی جوان تھے بنی اسرائیل اُن کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مُشاہدہ موت و حیات	[2] حضرت ابراہیمؑ نے بھی ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مشاہدہ موت و حیات کی درخواست کی۔ ارشاد ہوا کیا تم کو

یقین نہیں ہے۔ عرض کیا یقین تو ہے لیکن تسکین قلب کے لیے علم الیقین کے درجے سے عین الیقین کے مقام تک ترقی کرنا چاہتا ہوں۔

[3] وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ	اور جب کہا ابراہیم نے اے رب دکھا مجھ کو کہ کیسے زندہ کرتا ہے تو مُردے۔ کہا

[1] البقرہ رکوع ۳۵۔ [2] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۳۵۔ [3] البقرہ رکوع ۳۵۔

اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ط قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ط	ہم نے کیا تو ایمان نہیں رکھتا۔ کہا یقین تو ہے لیکن سکونِ قلب کے لئے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ چار پرندے پال کر مانوس کر لو۔ پھر انھیں ذبح کر کے چار پہاڑوں پر اُن کے اجزا رکھ دو اور اپنی طرف بُلاؤ زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے تمھاری طرف آجائیں گے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے مور۔ مرغ۔ کوّا اور کبوتر لے کر حکمِ الٰہی کے مطابق عمل کیا اور چاروں پرندے زندہ ہو گئے۔

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْھُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُھُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا ط [۲]	فرمایا چار پرندے لے کر اُن کو اپنے سے ہِلا لو پھر ڈال دو ہر پہاڑ پر اُن کا ایک ایک ٹکڑا پھر اُن کو بُلاؤ تمھارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے۔

نمائشی نیکی	جو لوگ نیکی کر کے یا خیرات دے کر احسان جتاتے ہیں اور شرمندہ کر کے اذیت پہنچاتے ہیں وہ

---

[۱] احسن التفسیر البقر رکوع ۳۵۔ [۲] البقر رکوع ۳۵۔

اپنی خیرات اور نیکیوں کو ضائع کردیتے ہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰی	اے ایمان دار لوگو باطل مت کرو اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور اذیت پہونچا کر۔

اسی طرح جو لوگوں کو دکھانے کے لیئے خیرات کرتے ہیں۔
اس سے بھی کچھ حاصل نہیں۔

كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ	جیسے کہ وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لیئے۔

ایسی نیکی جو احسان جتانے شرمندہ کرکے اذیت پہونچانے اور دکھادے کے لیئے ہو اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے ایسی زراعت سے دی ہے۔ جو اس ذرا سی مٹی پر کی جاے جس کے نیچے چٹان ہو اور بارش پڑتے ہی مٹی معہ زراعت کے بہ جائے۔ اور مزارع کو کچھ بھی حاصل نہ ہو۔ ایسا شخص الدنیا مزرعۃ الاخرہ سے کبھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ	اس کی مثال ایسے ٹھوس پتھر کی ہے

لله اسد تولہ ع ۲۰۰ لله ایضاً رکوع ۳۶ لله ایضاً رکوع ۳۶۔

عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا

جس پر مٹی جم گئی ہو اور بارش کا زور اُس کو صاف پتھر بنا کر چھوڑ دے۔

نافرمانوں سے اللہ تعالیٰ کی بے تعلقی

جو گروہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہ آئے اُس کی ہدایت نہیں فرماتا۔ اور اُس کی رہنمائی کے بغیر کسی کو منزلِ مقصود نہیں مل سکتی۔

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ [1]

اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں کرتا منکر گروہ کی۔

اللہ تعالیٰ کی ہم پر نگرانی

ہم ۲۴ گھنٹے خدا کی براہِ راست نگرانی میں ہیں۔ اچھا یا بُرا جو بھی عمل کرتے ہیں وہ برابر دیکھتا رہتا ہے۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ [2]

اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے

اکلِ حلال کی خیرات اور پاکیزہ صدقہ

رشوت۔ سود۔ خیانت۔ غصب جیسی آمدنی سے خیر خیرات، صدقہ

[1] البقرہ رکوع ۳۶۔ [2] ایضاً رکوع ۳۶۔

حج، زکوٰۃ وغیرہ سب لاحاصل ہے۔ جن لوگوں کی آمدنی کے کچھ ذرایع جائز ہیں اور کچھ ناجائز۔ مثلاً تنخواہ بھی ہے اور رشوت بھی۔ تو وہ تنخواہ سے خیرات کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ایک مچھلی پورے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے۔ اور ایک پیالہ میں کھارا اور میٹھا پانی اپنی اپنی حالت پر قایم نہیں رہ سکتا۔ اسی لیئے حکم ہے کہ نیک کاموں میں پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو۔

اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ [1]	خرچ کرو پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم نے کمائی ہیں

علاوہ ازیں اِس سے اللہ تعالیٰ کا یہ بھی منشا ہے کہ خیرات میں ایسی بُری چیز نہ دو کہ جو تم کو دی جائے تو اُس کو لینا پسند نہ کرو گے۔ لہذا خیرات کے موقع پر خراب چیزوں کی طرف نیت نہ دوڑاؤ۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ [2]	اور نیت تک نہ کرو گندی چیزوں میں سے
تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ	خرچ کرنے کی جن کو کہ تم خود نہ لوگے۔

غیر مسلموں کے ساتھ فیاضانہ سلوک

اسلام [3] سے پہلے اکثر صحابہ اور یہود میں قرابت تھی جس کی وجہ سے صحابہ اِن سے طرح طرح کے سلوک کرتے تھے۔ اسلام کے بعد اُس کا سلسلہ اِس خیال سے بند کر دیا گیا کہ شاید اِس سے متاثر ہو کر وہ مسلمان

---

[1] البقرہ رکوع ۳۷۔ [2] ایضاً رکوع ۳۷۔ [3] احسن التفسیر البقرہ رکوع ۳۷۔

ہو جائیں۔ اس پر ارشادِ باری ہوا کہ کافروں کو راہ پر لانے کی ذمہ داری تم پر نہیں بلکہ خدا جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر لاتا ہے۔ ان پر تم جو خرچ کروگے۔ اُس میں تمھارا ذاتی مفاد ہے۔ یعنی قیامت کے روز تم کو اُس کا اجر ملے گا۔

لَیْسَ عَلَیْکَ هُدٰهُمْ [1]	نہیں ہے تمھارے ذمہ اُن کی ہدایت
وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ	بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے
یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ	اور جو کچھ خرچ کروگے ازراہِ نیکی وہ تمھارے
خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ ؕ	ذاتی مفاد کے لیئے ہے۔

اس پر آنحضرت صلعم نے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ یہود کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا تھا اُس کو جاری رکھو۔

معذور جو محتاج ہوں اور سوال نہ کریں وہ مستحق ہیں	ایسے محتاج جن کی صورت سے غربت ظاہر ہو اور وہ عام گداگروں کی طرح سوال نہ کرتے ہوں۔ اور وہ معذور ہ

جو چل پھر نہ سکیں بلکہ ایک جگہ مقید ہو کر پڑے ہوں خیرات و صدقات کے مستحق ہیں۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا [2]	خیرات ایسے فاقہ کش لوگوں کے لیئے ہے

[1] البقر رکوع ۳۰ [2] ایضاً۔

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ ج لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا ؕ

جو پڑے ہیں (متوکلانہ) خدا کی راہ میں طاقت نہیں رکھتے چلنے پھرنے کی زمین پر اُن کو ناواقف لوگ سمجھتے ہیں تونگر گڑ گڑا کر سوال کرنے کی وجہ سے تم پہچان سکتے ہو ان کو چہرے سے نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر

آسیبی خلل

بعض لوگ بغیر سوچے سمجھے اس کے قائل نہیں کہ انسان پر شیطانی اثر اور آسیبی خلل ہو سکتا ہے۔ وہ ایسے حالات میں عورتوں کو ہسٹریا کا مرض اور مردوں کو خلل دماغ بتلاتے ہیں۔ ممکن ہے بعض حالتوں میں طبی رائے صحیح ہو مگر آسیبی خلل کا بھی وجود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مثال دی ہے کہ سود خوار بروز قیامت قبروں سے ایسے پریشان اور مخبوط الحواس نکلیں گے جیسے کہ شیطانی آسیب میں مبتلا ہیں۔ اور خبیث لپٹ گیا ہے۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبٰوا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي [1]

جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت میں)، مگر اس طرح کہ جیسے

[1] البقرہ رکوع ۳۸۔

يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ	کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جس کو خبطی بنا دے شیطان لپٹ کر۔

سُود خواری آسیبی خلل کے سلسلے میں ذکر آچکا ہے کہ سود خوار قیامت میں کس ہیئت کذائی سے اُٹھیں گے۔ اب یہ بھی سن لیجیے کہ اُن کا حشر کیا ہوگا۔ عام طور پر گنہگاروں کی نسبت بتایا گیا ہے کہ اگر وہ اپنے گناہ کی سنگینی کے باعث دوزخ سے نہ بچے تو ایسی حالت میں بھی ایک مدت معینہ کے بعد عذاب جہنم سے نجات پا جائیں گے۔ مگر وہ سود خوار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ جو احکام الٰہی سے واقف ہو کر سود خواری سے باز نہ آئیں گے۔

[1] وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○	اور جو پھر سود لیں گے تو بس یہ لوگ دوزخی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

بعض سود کے لالچی احکام الٰہی میں مستثنیات تلاش کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے بنک وغیرہ کا سود، سود نہیں تجارتی منافعہ ہے۔ اور کوئی کچھ بکتا ہے۔ اس قسم کی تاویلات عہد رسالت میں بھی کی جا چکی ہیں۔

[1] البقرہ رکوع ۳۸۔

قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ [1]	کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو مثل سود کے ہے اور حلال کی ہے اللہ نے تجارت اور حرام کیا ہے سود۔

معاہدات تحریری — اللہ تعالیٰ نے معاملات کو ضبط تحریر میں لانے کے لیئے بہت تفصیلی احکام دیئے ہیں۔ مثلاً معاملہ بڑا ہو یا چھوٹا لکھ لیا جائے۔ کاتب انصاف کے خلاف نہ لکھے جیسے کہ سود یا ناجائز شرطیں وغیرہ غیر منصفانہ ہوتی ہیں۔ دستاویز جس کی طرف سے لکھی جارہی ہے اُسی کے کہنے سے لکھے یا ولی جائز کے ایماء پر لکھنے سے اکتانا یا انکار کرنا بھی جائز نہیں کہ خدا نے یہ صلاحیت دی ہے۔ اس کے ساتھ شہادت کی بھی تاکید ہے کہ دستاویز پہ دو گواہ ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں تاکہ ایک عورت کچھ بھولی ہے تو دوسری اُسے یاد دلائے۔ اور جب گواہی کے لیئے بلایا جائے تو انکار جائز نہیں۔

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ [2] (الخ)	اور لکھ دے تمھارے درمیان میں باہمی معاہدات کو لکھنے والا انصاف سے۔ (ملاحظہ ہو آخر تک)

معاہدات زبانی — معمولی معاہدے زبانی بھی جائز ہیں مگر گواہ رکھ لینا ضروری ہے مگر ایسے معاملات کے لیئے جو دست بدست ہوں

[1] البقرہ رکوع ۳۸۔ [2] یہ اشارہ ہے تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو البقرہ رکوع ۳۹۔

اور ایک محدود دائرہ عمل میں ہوں اُن کے لیئے لکھا پڑھی ضروری نہیں البتہ اُس کے لیئے بھی گواہ رکھ لینا ضروری ہے۔

[1] اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ	مگر جب ایسے معاملات کیئے جائیں جو زبانی دست گردان ہوں آپس میں تو نہیں ہوگا تم پر گناہ اگر نہ لکھو گے اور گواہ رکھ لو ایسی خرید و فروخت کے لیئے بھی۔

کاتب اور گواہ جہاں اللہ تعالیٰ نے جائز معاملات کی دستاویز لکھنے اور سچی گواہی دینے کی ہدایت فرمائی وہیں کاتبوں اور گواہوں کو مضرت پہنچانے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کے ساتھ اگر بُرا سلوک کیا گیا تو فریق مخالف کے ڈر سے اللہ کے حکم کی تعمیل اُن کے لیئے مشکل ہو جائے گی۔ جیسا کہ مخالفانہ گواہی سے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں۔

[2] وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ	اور ضرر نہ پہنچاؤ کاتب دستاویز اور گواہ کو

اخفائے شہادت اور جو لوگ سچی گواہی کو چھپاتے ہیں یا ضمیر کے خلاف جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔ تو وہ سخت

---

[1] البقر رکوع ۳۹۔ [2] ایضاً۔

گنہگار ہوتے ہیں یہ فعل زبان کا ہے کیونکہ شہادت لسانی ہوتی ہے مگر اس جھوٹے گواہ کا دل بھی گنہگار ہوتا ہے۔ کیونکہ جھوٹی سچی بات سے دل بخوبی آگاہ رہتا ہے۔

۱ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ	اور نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو کوئی چھپائے گا اُس کا دل گنہگار ہوگا۔

رسولوں میں تفریق نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسولوں میں کوئی تفریق نہیں فرمائی۔ لہٰذا اللہ رب العزت کو ہم ناراض کر دیں گے اگر اُس کے رسولوں میں اپنی طرف سے فرق کریں۔

۲ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ	ہم مطلق تفریق نہیں کرتے اس کے رسولوں کے درمیان میں۔

اَحَدٍ کا لفظ یہاں عدد کی نفی کر رہا ہے کہ جب ایک بھی نہ ہو تو اس کے بعد صفر رہ جاتا ہے۔ یعنی تمام رسولوں کی عظمت کو دل میں جگہ دینا اور اُن پر ایمان لانا لازمی ہے۔ ہم میں سے بعض کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف نصاریٰ کے پیغمبر ہیں۔ حضرت

---

۱ البقرہ رکوع ۳۹ ۔ ۲ البقرہ رکوع ۴۰۔

موسیٰ علیہ السلام صرف یہود کے پیغمبر ہیں۔ حالانکہ ہم کو اس تفریق کی ممانعت ہے۔ وہ کسی زمانے میں بھی آئیں ہمارے خدا کے پیغمبر ہیں یعنی ہمارے بھی پیغمبر ہیں اور ہمارا اُن پر ویسا ہی ایمان ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم پر ہے۔

انتقام

اگر ہم کو کوئی اِس طرح سے تکلیف پہنچائے جس میں اُس کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی ہو تو یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اُس سے انتقام لئے بغیر نہیں رہے گا اور انتقام لینے کی جو طاقت اللہ میں ہے ہم میں نہیں۔ کیونکہ اُس کی طاقت سب پر غالب ہے۔

۱۔ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ	اور اللہ غالب ہے انتقام لینے والا ہے

مباہلہ

شام و یمن کے درمیان نجران کی ایک بستی ہے وہاں کے عیسائی نمایندے ۹؁ھ میں آنحضرت صلعم سے ملے۔ اور بحث کی کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ آخر مباہلہ کی ٹھیری مگر عیسائی عین وقت پر مباہلہ سے گھبرا گئے اور خراج دینا منظور کر لیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر یہ مباہلہ کرتے تو آسمان سے آگ برستی اور یہ جل کر خاک ہو جاتے اِس موقع پر سورۂ آل عمران

۱۔ آل عمران رکوع ۱۔ ۲۔ نصاریٰ کے پادری شرحبیل نے آپس میں کہا کہ نبی کی بددعا سے ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ آنحضرت علیؓ فاطمہؓ اور حسنینؓ کو لے کر جنگل میں مباہلے کے لئے پہونچ گئے تھے اور فرمایا تھا کہ میں جب بددعا کروں تو تم سب آمین کہنا مگر نصاریٰ نے بمشورہ شرحبیل عین وقت پر مباہلہ سے انکار کر کے خراج دینا قبول کیا (حسینی تفسیر آل عمران)

کی ابتدائی آیات کی تفسیر[1] میں ایسی عقلی دلیل پیش کی گئی ہے کہ جس کی تردید کسی عیسائی سے ممکن نہیں۔ اور وہ یہ کہ جب بقول نصاریٰ ہی عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں اور ان کو یہودیوں نے سولی دے دی تو ان کی موت کیسے ہوئی جبکہ خدا کے بیٹے کی حیثیت سے ان کو ہمیشہ باقی رہنا چاہیئے اور جب خدا تمام کائنات کے انتظام پر قادر ہے تو وہ اپنے بیٹے کو یہود کی سولی سے کیوں بچا نہیں سکا۔ اس کے علاوہ حضرت مال تو رکھتے تھے۔ آدم علیہ السلام کو تو خدا نے اس طرح پیدا کیا کہ نہ ماں نہ باپ۔

احکام الہٰی کی تاویلات

قرآن مجید میں دو قسم کے احکام ہیں آیات محکمات جن میں عمل[2] کرنے کے احکام ہیں اور آیات متشابہات جن کا تعلق صرف ایمان لانے سے ہے مثلاً وہ آیات جن میں قیامت یا صفات الہٰی یا دجال وغیرہ کے واقعات ہیں یا حروف مقطعات ہیں کہ جن کا منشاء صرف خدا کے علم میں ہے دوسروں کے لیئے کھوج کرنے کی ممانعت ہے۔ بلکہ[3] آنحضرت صلعم نے فرمایا جو دعویٰ کرے کہ واقف ہے وہ جھوٹا ہے۔ نیز ارشاد ہوا مجھے اپنی اُمت سے تاویلات کا خوف ہے حالانکہ متشابہات کا مطلب سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اس سے خود آنحضرت صلعم کی لاعلمی مترشح ہے۔ صحابہ اور تابعین اس باب میں گفتگو بھی کرنا نہیں پسند کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جو متشابہات کا مطلب

[1] احسن التفسیر آل عمران رکوع ا۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔

پوچھا کرتا تھا اتنا پٹوایا کہ سر لہولہان ہوگیا اور اُس وقت چھوڑا جب اُس نے اقرار کیا کہ اب میرے دماغ سے یہ خبط نکل گیا ہے۔

[1] هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ	وہ صاحب حکمت ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی اور اس میں وہ اٹل احکام ہیں جو کہ کتاب کی جڑ ہیں اُس کے تمثیلات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مدد

جنگِ بدر[2] میں مسلمان صرف (۳۱۳) گھوڑے دو زرہیں چھ۔ اور تلواریں فقط آٹھ تھیں۔ اور مشرکین مکہ ہزار کے قریب کثیر سامانِ جنگ لیئے ہوئے تھے۔ اِس موقع پر مسلمانوں کے حوصلے پست اور مُشرکین کے بلند ہوجانے کا احتمال تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس طرح مدد پہونچائی کہ مسلمانوں کو دشمنوں کی تعداد بہ ظاہر کم نظر آئی اور دشمنوں نے مسلمانوں کی تعداد زیادہ دیکھی جس سے مسلمانوں کی ہمت بلند اور دشمنوں کی پست ہوگئی اور لڑائی میں فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔

[3] يَرَوۡنَهُمۡ مِّثۡلَيۡهِمۡ رَاۡيَ الۡعَيۡنِ ؕ	مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے اپنے سے دوچند علانیہ آنکھوں سے

[1] آل عمران رکوع ۱۔ [2] احسن التفسیر رکوع ۲ آل عمران۔ [3] آل عمران رکوع ۲۔

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ[1]	اور اللہ قوت دیتا ہے اپنی امداد سے جس کو چاہتا ہے۔

بہشت میں حوریں بیویاں بن جائیں گی

اللہ تعالیٰ نے عورتوں اور حوروں کے سلسلے میں ارشاد فرمایا ہے کہ لوگ دنیا میں عورت اولاد۔ سونا۔ چاندی۔ سواری۔ مویشی اور زراعت کی محبت میں اس درجے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ آخرت کا لحاظ ہی نہیں رکھتے۔ حالانکہ یہ سب چیزیں چند روزہ دنیا کی حد تک ہیں۔ مستقل اور دائمی نعمتیں اور راحتیں تو بہشت میں ہیں جہاں پاکیزہ بیویاں اور خدا کی رضامندی حاصل ہوگی۔ دنیا میں عورتوں وغیرہ کی بدولت گناہ کر کے آدمی خدا کی رضامندی کھو دیتا ہے۔ مگر جنت میں وہ خدا کو ہمیشہ راضی رکھے گا یہی وجہ ہے کہ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ[2] (عورتوں سے محبت کی خواہش) کا تقابل اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلۂ بیان میں اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (پاکیزہ بیویوں) یعنی حوران جنت سے فرمایا ہے۔

وَّاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ[3]	اور جنت میں پاکیزہ بیویاں ہیں اور رضامندی ہے اللہ کی۔

[1] آل عمران رکوع ۲ [2] ایضاً [3] ایضاً۔

اہل جنت — یہ خوش خبری سنائی ہے کہ جنت مفت میں صرف مسلمان کہلانے سے نہ مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ وہ صابر سچے۔ فرماں بردار۔ خیرات اور پچھلی رات میں مغفرت مانگا کرتے ہیں۔

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ[1]	وہ صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے
وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ	اور عبادت کرنے والے اور نیک کاموں میں
وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ	خرچ کرنے والے اور آخر شب میں مغفرت مانگنے والے

دین اسلام — اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو صاف بتا دیا کہ اُس کے نزدیک قابل قبول اور سچا دین صرف اسلام ہے۔ دیگر مذاہب کا کیا ٹھکانا ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ[2]	بلاشبہ اللہ کے نزدیک مقبول دین
الْاِسْلَامُ	صرف اسلام ہے۔

علماء کی تعریف — بنی اسرائیل انبیاء اور علماء کو قتل کر ڈالتے تھے۔ بروایت[3] ابو عبیدہ بن الجراح ایک صبح سے سہپر تک سینتالیس انبیاء کو قتل کر دیا اور اُسی دن سہپر میں

---

[1] آل عمران رکوع ۲۔ [2] ایضاً۔ [3] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۲۔

ایک سو بارہ علماء جان سے مار دئیے گئے۔ یہ سب حضرات توریت کے مبلغ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن واقعات کا جو ذکر قرآن میں فرمایا تو علماء کی حقیقت پر بھی روشنی پڑ گئی اور معلوم ہوا کہ عالم کا فرض یہ ہے کہ وہ حق اور انصاف سے ہٹ کر کوئی بات نہ کرے برخلاف اس کے اکثر علماء جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ اور باقتضائے بشریت غلطی ہو جائے تو قرآن و حدیث کی جھوٹی سچی تاویلات سے اُس کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

[1] وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ	اور قتل کرتے ہیں نبیوں کو ناحق اور قتل کرتے ایسے عالم لوگوں کو جو منصفانہ حکم لگاتے ہیں۔

کفار سے دوستی ناجائز اور اجازتِ تقیہ

کافر خدا کے کھلے دشمن ہیں۔ جو اُس کا کہا نہیں مانتے پھر اُس کے دشمنوں کے ساتھ ہماری دوستی کو وہ کیونکر پسند فرما سکتا ہے۔ البتہ اُن کے شر سے بچنے کی ضرورت ہو تو ظاہر داری کی اجازت ہے اور اسی کا نام تقیہ ہے۔

[2] لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ	نہ بنائیں مسلمان کافروں کو

---

[1] آل عمران رکوع ۲۔ [2] ایضاً۔

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ج	دوست سوائے مسلمانوں کے

یعنی دوستی کے مستحق سوائے مسلمانوں کے اور کوئی نہیں۔ اس کے بعد یہاں تک فرما دیا کہ جو لوگ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اُن کا کوئی تعلق نہیں۔

[1] وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ	اور جو ایسا کرے (یعنی کافر سے دوستی) تو
مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ	نہیں اللہ سے اُس کا کوئی تعلق کسی معاملہ میں

البتہ صرف ظاہر داری کی اجازت اس صورت میں ہے کہ کافروں سے کوئی سخت اندیشہ ہو۔

[2] اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط	البتہ ایسی صورت میں جبکہ تم کو اُن سے اندیشہ ہو

ساتھ ہی اس کے حکم ہے۔ یہ خوف حکمتِ عملی اور حفاظتِ خود اختیاری سے آگے نہ بڑھے۔ کیونکہ ڈرنا چاہئے صرف خدا کے قہر و غضب سے۔ کافر سے ڈرنا مسلمان کی شان نہیں۔

[3] وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ط	اور تم کو ڈراتا ہے اللہ صرف اپنی ذات سے
بغیر اقرارِ رسالت کے اقرارِ توحید لاحاصل ہے	بُت پرست کہتے ہیں خدا تو

[1] آل عمران رکوع ۳۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔

بے شک نیک ہے مگر یہ بت پرستی خدا کی محبت اور عبادت کا ایک ذریعہ ہے۔ یہی بات کفارِ عرب نے آنحضرت صلعم کے سامنے کہی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ اُسی کو مانتا ہے۔ جو اُس کے رسول کو مانے خدا کی محبت اس کے رسول کی محبت کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ خدا کی محبت یہ ہے کہ اُس کے احکام کی تعمیل کی جائے۔ اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب کوئی رسول کو مانے۔ جو اللہ کے احکام بندوں کے لئے دُنیا میں لائے۔ محض یہ کہنا کہ ہم موحد ہیں۔ اور خدا کو ایک مان کر بُت پرستی کرتے ہیں بالکلیہ کفر اور شیطانی خیال ہے

[1] قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝	(اے محمدؐ) کہہ دو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی پھر بھی سرتابی کریں تو اللہ نہیں چاہتا کافروں کو۔

اور اسی بارے میں یہ ارشاد بھی کھلے لفظوں میں ہو چکا ہے۔

[3] قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ	(اے محمدؐ) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم کو چاہے۔

[1] حمیل تفسیر آل عمران رکوع ۴۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔

حضرت آدم علیہ السلام کی شان

حضرت آدم علیہ السلام پر لوگ طرح طرح کی تنقید کرتے ہیں اور شعراء تو گستاخی کی حد تک پہونچ جاتے ہیں۔ گندم کا واقعہ خدا کے ساتھ ہے جس کے رموز خدا ہی جانے۔ بندوں کو قیاس آرائیاں کرنے کا حق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ تمام عالموں میں اس نے سب سے پہلے آدمؑ کو پھر نوحؑ کو اور ابراہیمؑ اور ان کی نسل کے تمام پیغمبروں کو اور آلِ عمران یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو پسند فرمایا۔ عمران دو گزرے ہیں۔ اول عمران بن یصر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد پھر ان کے اٹھارہ سو برس بعد دوسرے عمران بن ماثان ہوئے ہیں جو حضرت مریمؑ کے والد تھے۔ موسیٰؑ تو آلِ ابراہیم میں آگئے اس لئے غالباً عیسیٰؑ کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آلِ عمران اس لئے فرمایا کہ باپ نہ ہونے سے ان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ابن مریم[1] کے علاوہ آلِ عمران بھی کہا جا سکتا ہے۔

[2]

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ	تحقیق کہ اللہ نے پسند فرمایا آدم اور نوح اور اولادِ ابراہیم اور اولادِ عمران کو تمام عالموں میں۔

[1] آپ کو قرآن میں کلمۃ اللہ بھی فرمایا ہے۔ یعنی اللہ کے کلمہ کُن سے پیدا ہوئے۔
[2] آلِ عمران، رکوع ۴۔

رزق کا معاملہ

حضرت مریمؑ کی ماں حنہ بانجھ تھیں۔ اس لیئے دعا کی کہ خدا اولاد دے تو بیت المقدس کی خدمت کے لیئے وقف کروں گی۔ اس پر حضرت مریمؑ پیدا ہوئیں۔ باپ عمران مر چکے تھے۔ اس لیئے پرورش اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کے سپرد کی جو مریمؑ کے خالو تھے۔ مریمؑ ایک دن میں اتنا بڑھتی تھیں جتنا کہ دوسرا بچہ ایک سال میں بڑھتا ہے۔ صحیح حدیثوں میں ہے کہ ہر بچہ کے پہلو میں پیدا ہوتے ہی شیطان انگلی چبھوتا ہے۔ جس سے وہ رونے لگتا ہے۔ مگر مریمؑ اور عیسیٰؑ اس سے محفوظ رہے۔ حضرت مریمؑ کے حجرہ میں بے موسم میوے دیکھ کر حضرت زکریا پوچھتے یہ کہاں سے آئے تو آپ کہتیں خدا کے پاس سے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ خدا جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ لہذا جو لوگ ضرورت سے زیادہ سرمایہ دار ہیں یا وہ لوگ جو فاقہ کش ہیں ہمارے لیئے تعجب خیز نہیں۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ رزق کی کمی و زیادتی صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔

^ا^ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝	تحقیق اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بے حساب۔

اولاد کا معاملہ

اولاد دینا نہ دینا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بعض لوگ

[1] آل عمران رکوع ۴۔

اولاد کے لیئے ترستے ہیں۔ اور بعض کثرتِ اولاد سے بیزار ہیں۔ کوئی عورت پر بانجھ پن کا الزام لگاتا ہے۔ کوئی مرد میں نقص نکالتا ہے یہ سب نادانی کی باتیں ہیں۔ اولاد پیدا کرنا مرد کے اختیار میں ہے نہ عورت کے بس میں۔ بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت زکریاؑ کی بی بی بانجھ تھیں۔ اور حضرت اس قدر بوڑھے تھے۔ کہ اپنی کوتاہی کو خود محسوس کرتے تھے۔ مگر جب حضرت مریمؑ کی ولادت کا حال دیکھا تو اپنے لیئے خدا سے عرض کیا۔ اور خدا نے تمام موانعاتِ ظاہری کے باوجود ایسا بیٹا دیا کہ جس نے کلمۃ اللہ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی سب سے پہلے تصدیق کی اور ولادت سے پہلے ہی خدا نے فرمایا وہ سردار ہوگا۔ خواہشاتِ نفسانی سے محفوظ رہے گا۔ نبی بنے گا اور صالحین میں سے ہوگا۔ یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعریف ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔[۲]

اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی	تحقیق اللہ نے خوشخبری دی پیدائش یحییٰ
مُصَدِّقًا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ	کی جو تصدیق کرے گا کلمۃ اللہ کی اور سردار
وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ	ہوگا اور خواہشاتِ نفسانی سے محصور محفوظ ہوگا
نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝	اور نبی ہوگا صالحین میں سے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لیئے یہ دعا فرمائی تھی۔

---

[۱] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۴۔ [۲] آل عمران رکوع ۴۔

دعائے اولاد

۱ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝	اے پروردگار عطا فرما اولاد پاکیزہ بے شک تو سنتا ہے دعا۔

اوقات وظیفہ اللہ تعالیٰ کو اُس کے ذکر اور تسبیح کے لیئے صبح شام کے اوقات پسند ہیں۔ جیسا کہ اُس نے حضرت زکریاؑ سے فرمایا جبکہ انھوں نے اولاد کے لیئے دعا کی۔

۲ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝	اور یاد کر اپنے پروردگار کو بہت زیادہ اور تسبیح کر شام اور صبح کو۔

مگر افسوس ہے کہ صبح کا وقت ہم سونے میں کھوتے ہیں اور شام کا لہو لعب یا کوچہ گردی میں۔

حضرت مریم علیہا السلام اور عورتوں کی نماز اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو اُن کے زمانے میں تمام عالم کی عورتوں پر بزرگی عطا فرمائی تھی۔

فضائل مریم

۳ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ	تحقیق اللہ نے (مریم کو) بزرگی عطا کی اور پاکیزگی

۱ آل عمران رکوع ۴۔ ۲ آل عمران رکوع ۵۔ ۳ ایضاً۔

وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۝

اور ممتاز فرمایا دنیا کی تمام عورتوں پر۔

صنف نازک کو اس بات پر فخر ہونا چاہیئے۔ مگر وہ یہ بھی یاد رکھیں کہ خدا نے مریمؑ کو احکام الٰہی کی پابندی اور رکوع و سجود یعنی نماز کے لیئے بھی فرمایا جس کی بدولت انھوں نے یہ مرتبہ پایا۔

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۝ [۲]

اے مریمؑ بندگی کر اپنے پروردگار کی اور سجدے کر اور رکوع میں وہ نمازیوں کے ساتھ۔

مع الراکعین کا مفہوم بہت وسیع ہے یعنی نماز با جماعت اور یہ بھی کہ اگر عورت بے نمازی ہو تو نمازی مردوں سے پیچھے رہ جائیں گی اس لیئے حضرت مریمؑ کو فرمایا کہ نمازیوں کے ساتھ رہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مریمؑ کی پاکیزگی کا بھی ذکر فرمایا۔ ان کو صرف دو مرتبہ حیض کا واقعہ پیش آیا۔ دوسری مرتبہ جب وہ غسل حیض فرما رہی تھیں تو جبرئیلؑ ایک خوبصورت مرد کی شکل میں آئے۔ آپ نے فرمایا اے

[۱] آپ اس قدر عابدہ تھیں کہ مریمؑ کے معنی ہی عابدہ کیے ہیں۔ [۲] آل عمران۔ رکوع ۵۔

شخص اگر تو پرہیزگار آدمی نہیں ہے تو میں تیرے بد ارادے سے خدا کی پناہ میں آنا چاہتی ہوں۔ جبرئیل نے کہا میں تو فرشتہ ہوں اور تیرے خدا کی طرف سے ایک عظیم الشان فرزند کی خوشخبری دینے آیا ہوں۔ بولیں اے پروردگار یہ کیسے ہوگا۔ مجھے تو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں۔

؂ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ط	(مریم) بولیں اے پروردگار مجھے لڑکا کس طرح ہوگا کیونکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ تک نہیں لگایا ہے

ارشادِ باری ہوا اللہ جس طرح چاہے پیدا کرسکتا ہے۔

؃ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط	کہا اللہ پیدا کر دیتا ہے جس طرح چاہے۔

چنانچہ جبرئیل نے آپ کے جسم میں حضرت عیسیٰ کی روح پھونک دی اور حضرت وقتِ مقررہ پر پیدا ہوئے۔ لوگوں نے بہت غل مچایا مریمؑ نے کہا بچے سے ہی پوچھ لو۔ اس پر آپ نے بہ عالم شیر خوارگی جھولے میں سے کہا میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات آپ کی پیدائش سے پہلے ہی حضرت مریمؑ کو بتا دی تھی۔

؂ آل عمران رکوع ۵ ۔ ؃ ایضاً۔

۱ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ	اور وہ بات[۲] کریگا لوگوں سے جھولے[۳] میں
وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ؟	اور بڑا ہو کر اور نیکوں میں سے ہوگا۔

قرعہ اندازی بیت المقدس کے خدام جب جھگڑنے لگے حضرت مریمؑ کی کفالت پر۔ تو بالآخر وہاں کے رواج کے مطابق اس طرح قرعہ اندازی ہوئی کہ ہر شخص توریت لکھنے کا اپنا اپنا قلم دریا میں ڈالے۔ جس کا قلم روانی کے خلاف اُلٹا بہے وہ کفیل ہوگا چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم اُلٹا بہا۔ اور آپ کو مریمؑ کی کفالت حاصل ہوئی۔

۱ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ	جب ڈالتے تھے قلم اپنے کہ کون
يَكْفُلُ مَرْيَمَ ص	کفالت کرے مریمؑ کی۔

اس سے قرعہ اندازی کا جواز جائز کاموں کے لئے نکلتا ہے۔

مسیح ناواقف حیران ہوتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

---

۱ آل عمران رکوع ۵۔ ۲ جب خاندان کے لوگوں نے مریمؑ کو سنگسار کرنا چاہا اور پوچھا کہ یہ لڑکا کس طرح پیدا ہو گیا۔ تو آپ نے گود کے بچے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ اسی سے پوچھو۔ حضرت نے فوراً کہا کہ میں اللہ کا بندہ اور نبی ہوں اسی کلام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ابن اثیر جلد دوم) ۳ مہد کا ترجمہ آغوش مادر بھی ہے بلکہ آل عمران رکوع ۵۔ ۴ حضرت مریمؑ کے خالو تھے۔

نام کے ساتھ بھی مسیح ہے اور دجال کے نام کے ساتھ بھی مسیح ہے۔ تو بات یہ ہے کہ یہ لفظ مسح سے مشتق ہے۔ مسح کہتے ہیں پھیرنے کو۔ حضرت عیسیٰؑ بیماروں پر ہاتھ پھیر دیتے تھے تو صحت ہو جاتی تھی۔ اور دوسرا مفہوم سیاحت ہے۔ اس میں بھی پھرنا پڑتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ[1] ہمیشہ سیاحت میں رہے۔ اور میں کہوں گا کہ آپ ابھی وہ عالم بالا کی سیاحت میں ہیں پھر قیامت کے قریب دنیا میں آنے کی جو خبر ہے۔ اس سے ان کی سیاحت اور طویل ہو جاتی ہے۔ اور دجال کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ سوائے مکہ مدینہ اور بیت المقدس کے وہ ہر جگہ پھرے گا

خصوصیات مسیح علیہ السلام

حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں اطبا کا زور تھا۔ جیسے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں جادو کا۔ اور آنحضرت صلعم کے عہد میں شاعری کا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ایسے معجزات[2] عطا فرمائے۔ کہ جذامی اور کوڑھی کو، مادر زاد اندھوں کو اچھا کر دیتے اور بتا دیتے کہ بیمار نے کیا کھایا تھا۔ مُردوں کو جلا دیتے یہاں تک کہ لوگوں[3] کی فرمائش پر مٹی کی چمگادڑ بناتے جو زندہ ہو کر سب کی حدِ نظر تک اُڑتی اور گر کر مر جاتی۔ بہت سی چیزیں جو شریعت موسوی میں حرام تھیں آپ کی شریعت میں حلال ہو گئیں۔ آپ توریت اور انجیل کے حافظ تھے اور خوشنویس بھی تھے۔

بناتا ہوں تمہارے لیے مٹی سے صورت[5]	[4] اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ

[1] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۵۔ [2] ایضاً [3] بروایت عبداللہ ابن عباسؓ [4] آل عمران رکوع ۵۔ [5] حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ	صورت پرندہ کی پھر پھونک دیتا ہوں
طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ ج	تو ہو جاتا اُڑنے والا جانور اللہ کے حکم سے
وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ	اور اچھا کرتا ہوں مادرزاد اندھے
وَأُحْيِ الْمَوْتٰى بِإِذْنِ اللّٰهِ ج	کو اور کوڑھی کو اور زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے۔

وفاتِ مسیح کا مسئلہ جب یہود نے بادشاہِ وقت کو ہموار کر کے قتلِ مسیح کا منصوبہ بنایا اور ایک مکان میں آپ کو گھیر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بحالتِ نیند آپ کو آسمان پر اُٹھا لیا اور جو شخص آپ کے قتل کے لیئے منتخب کیا گیا تھا اُس کی صورت عیسیٰ جیسی کر دی۔ اِس لیئے اُسی کے ساتھیوں نے عیسیٰ سمجھ کر قتل کر ڈالا اللہ تعالیٰ نے اِس کو اپنا بہترین فریب فرمایا ہے۔ کہ یہود اُس کے ساتھ قتلِ مسیح کے سلسلے میں کیا۔ مکر کر سکتے میں وہ بہترین مکر کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

لـه وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ	اور کافروں نے فریب کیا اور اللہ نے
خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ٥	فریب کیا اور اللہ فریب دینے والوں میں بڑا ہے

لـه آلِ عمران رکوع ۵۔

حضرت ابوہریرہؓ، ابو داؤد اور حاکم کی متفق حدیثیں ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں تشریف لاکر وفات پائیں گے۔ اگر دشمنوں کی آنکھ میں خاک ڈال کر خدا نے اُن کو جسداً نہیں اُٹھایا اور ایک کافر کو اُن کا ہم شبیہ بنا کر دیکھئے میں کافروں ہی کے ہاتھ سے قتل نہیں کروایا تو یہاں اپنے کو خیر الماکرین کہنے کا کیا محل تھا؟ اِس کے علاوہ مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ ساتھ ساتھ فرمانا اس کی دلیل ہے کہ بموجب حدیث ابوہریرہؓ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے یہ وعدہ فرمایا کہ میں تم کو دنیا میں وفات دوں گا۔ مگر فی الحال اپنے پاس اُٹھالیتا ہوں۔ ہمارے بعض شفیق دوست حضرت ابوہریرہؓ کی ساری حدیثوں کو تو مانتے ہیں مگر اِسی بارے میں اُن کو جھٹلاتے ہیں۔ حالانکہ گزشتہ تیرہ سو سال میں نہ اِس حدیث کو کسی نے جھٹلایا نہ خدا کے کلام میں وہ معنی پہنائے جو یہ حضرات پہناتے ہیں۔ چنانچہ صدیوں پہلے حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے ترجمہ فرمایا۔

آل عمران رکوع ۲ — إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ

ترجمہ حضرت سعدیؒ — چوں گفت خدائے کہ اے عیسیٰ من تُرا گیرندۂ توام و بر دارندۂ تُرا بسوے خود۔

ترجمہ بامحاورہ مولوی اشرف علی تھانوی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ بے شک میں تم کو وفات دینے والا ہوں اور (فی الحال) اپنی طرف اُٹھائے لیتا ہوں۔

اگر صرف وفات ہی کا بیان کرنا مقصود ہوتا تو صرف مُتَوَفِّيكَ کافی ہوتا مگر واؤ عطف کے ساتھ رَافِعُكَ ہے۔ لہذا ساڑھے تیرہ سو سال سے تمام صحابۂ رسول اللہ جن کے سامنے قرآن اُترا اور تابعین و

تبع تابعین اور علماء و مفسرین و مجتہدین ہر عہد و ہر مقام نے یہی معنیٰ و مفہوم بتایا جو مولانا اشرف علی صاحب نے اپنے ترجمہ میں بتایا ہے۔

حجت اور مباحثہ

جہلاء کے علاوہ اکثر علماء بھی ضد میں آکر اپنی بات منوانے کے لئے غلط قیاسات اور تاویلات سے کام لے کر بحث و حجت کرتے ہیں۔ حالانکہ جو بات ہم تحقیق کے ساتھ نہیں جانتے اُس میں حجت کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے۔

فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ط[1]	ایسے امور میں کیوں حجت کرتے ہو جس میں تم کو کوئی واقفیت نہیں ہے

یہ حکم اُس وقت ہوا جبکہ آنحضرت صلعم کے سامنے یہود و نصاریٰ آپس میں بحث کرنے لگے کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی یا نصرانی تھے[2]۔ حالانکہ دونوں کی بحث احمقانہ تھی حضرت موسیٰؑ حضرت ابراہیمؑ سے تقریباً ایک ہزار سال بعد ہوئے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ تین ہزار سال بعد تو ابراہیمؑ کو یہودی یا نصرانی کہنا خلاف عقل ہی تھا۔ اس لئے اللہ نے فرمایا وہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ مسلمان تھے۔

تمام مفادات اللہ کے ہاتھ میں

ہم لوگ خیال کرتے ہیں کہ فلاں فائدہ فلاں شخص سے پہنچا اور یہ بھی

---

[1] آل عمران رکوع ۷۔ [2] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۷۔

سوچتے ہیں کہ فلاں اسفل اعلیٰ کیسے ہو گیا۔ اور فلاں غریب کو امارت کیوں کر مل گئی۔ وہ تو ایسے خاندان کا فرد ہے بزرگی کیسے حاصل ہوئی یہ سب حماقت اور نادانی کی باتیں ہیں انسان کا ہر مفاد اور ہر فضیلت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ساتھ ہی اس کے یہ بھی ہے کہ وہ جس پر چاہتا ہے فضل فرماتا ہے۔

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ [1]	یقیناً بزرگی اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

دُنیاوی مفاد کے لئے بے ایمانی

ایمان بہت قیمتی چیز ہے۔ مگر اُس کو جھوٹی قسم کھا کر ہم سستے داموں بیچ ڈالتے ہیں۔ اور اُس کے ساتھ وہ وعدہ بھی توڑ دیتے ہیں جو روز ازل خدا سے ہماری رُوح کر چکی ہے۔ کہ ہم اُس کو اپنا رب جانیں گے یقیناً وہ شخص جو احکام الٰہی کے خلاف عمل کرے خُدا کو ماننے والوں میں نہیں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا [2]	یقیناً جو لوگ بیچ ڈالتے ہیں خدا سے کئے گئے وعدے کو اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت

[1] آل عمران رکوع ۸۔ [2] ایضاً۔

اُولٰٓئِكَ لَاخَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ	ایسوں کے لیئے کچھ بھی نہیں رکھا گیا آخرت میں۔

بروایت ابوہریرہؓ تین آدمیوں پر قیامت میں خدا بہت غضبناک ہوگا۔ ٹخنے سے نیچے پاجامہ رکھنے والا۔ جھوٹی قسم کھانے والا صدقہ دے کر احسان جتانے والا۔

قرآن کے ہوتے ہوئے دیگر کتب آسمانی تحریف شدہ کی ضرورت نہیں رہی	یہود و نصاریٰ توریت و انجیل میں تحریف کرکے مسلمانوں کو سناتے تاکہ وہ اُس کو خدا کی طرف سے باور کرکے گمراہ ہوجائیں۔
۲ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ج وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ج وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ الخ	(تحریف کرتے ہیں) تاکہ محسوب کرو تم اُس کو کتاب (توریت انجیل) میں سے اور وہ نہیں کتاب (توریت انجیل) میں سے اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہے اور نہیں وہ (کلام) اللہ کی طرف سے اور بولتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔

لہ احسن التفسیر آل عمران رکوع ۸۔ ۲ آل عمران رکوع ۸۔

اِسی سلسلے میں امام احمدؒ بن حنبل نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک یہودی دوست سے توریت کی چند باتیں سُن کر پسند کیں اور آنحضرت صلعم سے ان کا ذکر کرنا چاہا۔ آپ نے غصّے سے فرمایا اگر آج حضرت موسیٰؑ بھی زندہ ہوتے اور تم اُن کی فرماں برداری کرتے مجھے چھوڑ کر تو بلاشبہ گمراہ ہو جاتے۔[1]

دوسری حدیث ابویعلیٰ موصلی کی مسند میں حضرت جابرؓ سے یہ ہے کہ تم اہلِ کتاب سے دین کی بات جیت مت کیا کرو اہلِ کتاب اپنی کتابوں میں تحریف کرنے سے خود راہ پر نہیں رہے۔ وہ تم کو کیا ہدایت کر سکتے ہیں۔[2]

عظمت انبیاءؑ بعض لوگ انبیاء علیہ السلام کی نسبت جو جی میں آئے بکتے ہیں۔ خصوصاً شاعروں پر خدا رحم کرے انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کی اِن برگزیدہ ہستیوں کو شاعری کا آلۂ مذاق بنا رکھا ہے۔ حضرت آدمؑ اور جنّت۔ حضرت نوحؑ اور طوفان۔ حضرت ابراہیمؑ اور آگ۔ حضرت یوسفؑ اور زلیخاؑ۔ حضرت موسیٰؑ اور طور۔ حضرت عیسیٰؑ اور مسیحائی کے موضوع شعرا کے حق میں بے حد خطرناک ہو گئے ہیں۔ اِس کے علاوہ جو لوگ پیغمبروں کے درمیان تقابل و تفاخر کی غلطی کرتے ہیں کیا اُنھیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

ہم نبی سب پر ایمان

کہہ دو (اے محمدؐ) ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس کے	قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ[3]

[1] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۹۔ [2] ایضاً۔ [3] آل عمران رکوع ۹۔

عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَى إِبْرٰهِيْمَ	جو ہم پر اترا اور اس پر جو کہ اترا ابراہیم پر
وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ	اور اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر
وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوْتِيَ مُوْسٰى	اور اولادِ یعقوب یعنی دیگر انبیاءِ بنی اسرائیل
وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ	اور جو دیا گیا موسیٰ وعیسیٰ اور دوسرے نبیوں
رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ	کو ان کے پروردگار کی طرف سے ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہے کہ جس طرح تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح جملہ کتب اور صحایفِ آسمانی کو بھی اللہ کا کلام تسلیم کرنا لازمی ہے بجز تحریفات کے۔

فضول خیرات بیکار چیز راہِ خدا میں دینا لاحاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ یہی پسند کرتا ہے۔ کہ ہم اپنی محبوب ترین چیز خیرات کریں۔ اور ہم ایسی اشیاء خدا سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتے۔ اور ہم جو کچھ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس سے واقف ہے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا[1]	تمھاری نیکی مکمل نہیں ہوگی جب تک خرچ نہ کروگے

[1] آل عمران رکوع ۱۰۔

مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ	محبوب چیز کو اور جو کچھ خرچ کرو گے اپنی چیزوں میں سے اُس کو اللہ خوب جانتا ہے۔

جب[1] یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے چن چن کر ایسی چیزیں خیرات کر دیں جو اُن کو سب سے زیادہ پسند تھیں۔ حضرت عمرؓ نے جنگ خیبر کا مال غنیمت دے دیا۔ حضرت طلحہؓ نے اپنا وہ باغ اور کنواں جو مسجد نبوی کے متصل تھا خیرات کر دیا۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے وہ لونڈی جو سب سے زیادہ عزیز تھی راہ خدا میں آزاد کر دی۔

اللہ تعالیٰ سے منّت اور نذر و نیاز

اونٹ[2] کا گوشت اور دودھ حضرت یعقوب کی بہت مرغوب غذا تھی۔ ایک مرتبہ جب وہ سخت بیمار ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے منّت مانی کہ صحت ہو جائے تو یہ چیزیں کھانا چھوڑ دیں گے چنانچہ خدا نے صحت عطا فرمائی اور حضرت نے ان چیزوں کا استعمال ترک کر دیا۔ یہ واقعہ نزول توریت کے قبل کا ہے۔

[3] كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ	کل کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کے لئے مگر سوائے اُس کے

[1] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۰۔ [2] ایضاً۔ [3] آل عمران رکوع ۱۰۔

اِسْرَآئِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ	جسے حرام کر لیا تھا یعقوب نے اپنے نفس پر قبل نزول توریت۔

مگر اسلام کی تعلیمات میں اللہ تعالیٰ نے یہ قرار دیا ہے کہ خدا نے جو چیزیں حلال کی ہیں اُسے کوئی اپنے اوپر حرام نہیں کر سکتا۔ یہ مضمون اِس سے پہلے آچکا ہے۔ ہم کو یہاں یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جو منّت مانی جائے وہ جائز ہے۔

اتحاد المسلمین اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو اسلام کے ایک رشتے سے جو منسلک فرما دیا ہے۔ اُس پر اُنھیں مضبوطی سے جمے رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور آپس کی پھوٹ کو سخت منع فرمایا ہے۔[1]

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا الخ	اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کی رسّی کو سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔

علماء اور واعظین و تابعین اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اسلام میں ایسے لوگوں کی بھی ضرورت ہے جو عوام کو نیکی کی طرف بلائیں۔ بُرے کاموں کی ممانعت اور اچھے

---

[1] آل عمران رکوع ۱۱۔

کاموں کی ہدایت کرتے رہیں اور ایسے علماء اور واعظ بہت فائدے میں رہیں گے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝	اور تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو بلائے نیکی کی طرف اور ہدایت کرے اچھے کاموں کی اور ممانعت کرے برے کاموں کی اور ایسے لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

یہ کام انفرادی طور پر بھی ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔ کہ خلافِ شریعت امور سے جہاں تک ہو سکے روکے۔ یعنی جہاں تک زبان اور ہاتھ کا تعلق ہے۔ کوشش کرے۔ بدرجۂ مجبوری اُن برائیوں کو دل سے برا جانے۔ اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو اُس میں روئی کے برابر بھی ایمان نہیں (صحیح مسلم بروایت حضرت ابوہریرہؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ایک دوسرے کو ٹوکنے اور نصیحت کرنے کا طریقہ جب اُمت میں نہیں رہے گا۔ تو خدا کا کوئی عذاب آئے گا۔ جس سے نجات کے لیئے کوئی دعا بھی قبول

ہبھی نہیں پہنچ

لہ آل عمران رکوع ۱۱۔ ؎ احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۱۔

نہ ہوگی۔[1] (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ مسند امام احمدؒ حنبل)

اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرماتا

ہر مظلوم پر عموماً ترس آتا ہے۔ اور خیال ہوتا ہے کہ اس کو خدا نے کیوں روا رکھا؟ اور ظالم کو ایسا موقع کیوں دیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ کبھی تو خدا کی مصلحت کار فرما ہوتی ہے جسے کوئی جان نہیں سکتا اور بسا اوقات جب کسی پر کوئی آفت آتی ہے، یا کوئی ظالم مسلط ہو جاتا ہے۔ تو سمجھ لیجئے کہ کسی بد اعمالی کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تو اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت ہے۔ اگر یہ خیال بھی آجائے کہ کسی بندے کے ساتھ جو بُرا سلوک ہو رہا ہے۔ وہ بلا وجہ خدا کی طرف سے ہے۔ تو یہ بات نہ صرف کفر بلکہ خلاف عقل بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ظلم کرنے کے لیئے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ لوگ خود نافرمانی کر کے قہرِ الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔

وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ○[2]	اور نہیں کرتا اللہ ارادہ ظلم کا مخلوقاتِ عالم پر۔

بہترین امت

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نسبت فرمایا کہ تم کو سب سے بہتر قوم بنایا گیا ہے۔ اور تم کو تمام بنی نوعِ انسان میں ممتاز کیا گیا کیونکہ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ سے

---

[1] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۱۔ [2] آل عمران رکوع ۱۱۔

یہی مفہوم مترشح ہوتا ہے۔ اور اِس خصوصیت کی وجہ بھی ظاہر کر دی گئی ہے کہ مسلمان نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ بہترین اُمت وہی شخص ہے۔ جو نہ صرف یہ کہ خود نیک ہے بلکہ اوروں کو بھی دامے، درمے، قدمے، سخنے نیک بناتا ہے اور از روے قرآن مسلمان کی خصوصیت تو یہ ہے کہ وہ تنہا بُرائی سے نہیں بچتا بلکہ دوسروں کو بھی بچاتا ہے۔

برائی سے روکنے کا حق

[1] كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ	تم کو بنایا بہترین اُمت ممتاز کیا
لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	تمام انسانوں میں تم نیکی کرنا سکھاتے
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الخ	ہو اور روکتے ہو بُرائیوں سے۔

کافروں کی خیرات کا نتیجہ

کافروں کا نیک کاموں میں کچھ خرچ کرنا لاحاصل ہے۔ وہ ایسا کھیت بوتے ہیں۔ جو طوفانی ہواؤں کی اُولہ باری سے تباہ ہو جاتا ہے۔ اور اِس نقصان کا ذمہ دار خدا نہیں بلکہ خود اُن کا کفر ہے۔

[2] مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ	مثلاً جو کچھ خرچ کرتے ہیں اِس
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ	دُنیاوی زندگی میں اُس کی مثال یہ ہے

[1] آل عمران رکوع ۱۲۔ [2] ایضاً۔

فِيهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ

کہ جیسے ہوا آئے اُس میں اولے ہوں اور وہ ایسے لوگوں کے کھیت جنہوں نے اپنے حق میں خود بُرا کیا تباہ کردے۔

توکل میدانِ عمل میں

جنگ[1] اُحد میں انصاری قبائل بنی سلمہ اور بنی حارثہ عبداللہ بن ابی منافق کے بہکانے سے ہمت ہار گئے تھے اور میدان جنگ سے واپس ہو جانے کو تیار تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی ہمت بڑھائی اور فرمایا کہ مسلمانوں کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ توکل کا مقام میدانِ عمل ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ[2]

اور اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیئے مسلمانوں کو

مقلب القلوب

بروایت اسما بنت یزید ارشاد النبیؐ ہے کہ آدمی کا دِل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہے۔ جب چاہے موڑ دے۔ حضورؐ اکثر یا مقلب القلوب فرمایا کرتے تھے۔

قضا و قدر

یہ بڑا نازک مسئلہ ہے۔ جس میں اکثر بڑے بڑے علماء جاہلوں سے زیادہ چکر کھا جاتے ہیں لوگ

---

[1] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۳۔ [2] آل عمران رکوع ۱۳۔

سمجھ بیٹھتے ہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ خدا کے حکم و ارادے اور قدرت سے ہوتا ہے۔ تو برائی کرنے پر بھی انسان مجبور ہے۔

اِس سلسلے میں بتلایا گیا ہے۔ کہ تخلیقِ کائنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نظامِ عالم برقرار رکھنے کے لیئے دو اٹل اصول بھی مقرر فرمائے۔ ایک شرعی دوسرا ازلی۔ انتظاماتِ شرعی کا تعلق انبیاء سے رکھا۔ واضح احکام نازل فرما کر اُن کو کچھ معلومات اور اختیارات عطا فرمائے اور اُمورِ ازلی صرف اپنے علم و ارادے اور قدرت میں رکھے۔ اس میں کسی پیغمبر کو بھی دخل نہیں۔ چنانچہ جنگِ احد میں صفوان اور ابن قمیہ اور عتبہ وغیرہ نے جب ستر صحابہؓ کو قتل کر دیا تو آنحضرتؐ کو اِس کا بڑا صدمہ ہوا۔ اور آپ نے فجر کی نماز کے بعد اِن لوگوں کے نام لے لے کر بد دعا شروع کی۔ جو شرعاً جائز عمل تھا۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا ازلی علم و ارادہ یہ تھا کہ اِن میں سے بعض آدمی فتح مکہ کے وقت ایمان لائیں جیسا کہ صفوان وغیرہ مسلمان ہو گئے۔ اِس لیئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو بد دعا فرمانے سے روک دیا۔ اور فرمایا کہ ایسے اُمور آپ سے متعلق نہیں ہیں۔ ظالموں کو سزا دینا یا اُن کی توبہ قبول کرنا خدا کی مصلحتِ ازلی پر منحصر ہے۔ جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے اُسی کا ہے۔ وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے سزا دے۔

لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ [۲]	نہیں اس امر سے تیرا کوئی تعلق۔

[۱] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۳۔ [۲] آل عمران رکوع ۱۳۔

شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ	کہ ان کو توبہ کی توفیق دی جائے یا ان
یُعَذِّبَھُمْ فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ ؁	پر عذاب ہو کہ یہ گنہ گار ہیں۔
وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ	اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور
مَا فِی الْاَرْضِ ط یَغْفِرُ	جو کچھ زمین میں ہے جسے چاہے معاف
لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ	کردے اور جس پر چاہے عذاب
مَنْ یَّشَآءُ ط	کرے۔

انا کا دودھ

[1] اناؤں کا دودھ حضرت موسیٰؑ پر شرعاً حلال تھا لیکن احکامِ ازلی کے تحت اللہ تعالیٰ نے ناجائز قرار دیا تھا۔ اسی طرح احکامِ ازلی کے تحت خضرؑ نے کشتی توڑ دی۔ دیوار درست کر دی۔ لڑکے کو مار ڈالا۔ حالانکہ پیغمبرِ وقت موسیٰؑ کی شرع میں یہ اُمور جائز نہ تھے۔ مگر موسیٰؑ کو احکامِ ازلی کا علم تک نہ تھا۔ لہٰذا جو لوگ دیدہ دانستہ عمداً خدا و رسول کے علانیہ احکام کی خلاف ورزی کرکے یہ کہیں۔ کہ جو کچھ کر رہے ہیں قضا و قدر سے مجبور ہیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسے لوگ مردودِ ازلی ہیں۔ اور بے شک اُن کی خرابی کا فیصلہ ازل ہی میں ہو چکا ہے۔ کیوں کہ جب وہ احکامِ شرعی کو

[1] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۳۔

پس پشت ڈال کر قضا و قدر کا شیطانی استدلال کرتے ہیں زنا کر کے شراب پی کر سود کھا کر نماز روزہ حج زکوٰۃ ترک کر کے کہتے ہیں کہ ہم تو خدا کے حکم سے یہ سب کچھ کر رہے ہیں کیونکہ قضا و قدر سے مجبور ہیں۔ تو ایسے لوگوں سے شرعی احکام ساقط ہو کر پیغمبر کا تعلق برخواست ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام تکوینی اس سے متعلق ہو جائیں گے۔ جیسا کہ قضا و قدر پر امام حسین علیہ السلام کے قتل کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں کر سکتے کیونکہ اُس نے علانیہ ایک غیر شرعی فعل کیا۔ جس سے اُس کا شقی ازلی ہونا ثابت ہو گیا۔

سود خوار سود خواروں کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ صرف ایمان داروں سے اللہ تعالیٰ نے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ سود نہ کھائیں۔ اس لیئے معلوم ہوا کہ سود خوار کھلا ہوا بے ایمان ہے۔

لہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا	اے ایمان والو مت کھاؤ
الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ص	سود دو چند پر دو چند (یعنی سود در سود)

جنت کا رقبہ بہشت کی وسعت ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے۔ جو ہفت افلاک کے اوپر اور عرش کے نیچے واقع ہے۔ عرش کرسی سے وسیع تر اور

لہ آل عمران رکوع ۱۴۔ ۲ہ احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۴۔

کرسی آسمانوں اور زمینوں سے بہت بڑی ہے۔ بروایت حضرت ابو ذر غفاری حدیث شریف یہ ہے کہ بمقابلہ کرسی ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی بہت بڑے میدان میں انگی کا ایک چھلہ پڑا ہو۔ اور وسعت عرش کی مثال بمقابلہ کرسی یہ ہے جیسے کہ اس چھلے کے سامنے وہ میدان۔

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ [1]	اور بہشت کی وسعت جیسے تمام آسمان اور زمین۔

غصہ اہل جنت کی خصوصیات میں سے ہے کہ غصہ آنے تو پی جاتے ہیں۔ اور جن لوگوں پر غصہ آئے ان کو معاف کر دیتے ہیں۔[2]

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط [1]	اور پی جانے والے ہیں غصہ کو اور معاف کرنے والے ہیں لوگوں کو۔

درگذر

حدیث شریف[3] یہ ہے کہ جو شخص غصہ کو پی جائے اور باوجود طاقت کے بدلہ نہ لے اُسے خدا اختیار دے گا کہ جنت میں جس حور کو چاہے پسند کرلے۔ اس کے علاوہ حضرت ابوہریرہؓ[2] راوی ہیں کہ

---

[1] آلِ عمران رکوع ۱۴۔ [2] احسن التفسیر آلِ عمران رکوع ۱۴۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا پہلوان وہ نہیں جو مقابل کو پچھاڑ دے۔ بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصّے پر غالب آئے۔

گناہوں سے توبہ

گناہ سے فوراً توبہ کرنا خدا کو بہت پسند ہے بشرطیکہ گناہ سے بیزاری کے ساتھ ندامت اور آئندہ وہ کام نہ کرنے کا ارادہ ہو۔ توبہ میں تاخیر سے گناہ پر اڑ جانا مراد ہے۔ لطف یہ کہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرکے معاف کر دینا اس قدر پسند ہے۔ کہ بروایت ابوہریرہؓ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو خدا تم کو اٹھا لیتا اور ایسی مخلوق پیدا کرتا۔ جو گناہ کرکے توبہ کرتی۔ جب اس آیت میں احکام توبہ نازل ہوئے تو شیطان گنہ گاروں کو دوزخ میں لے جانے سے مایوس ہو کر بہت رویا۔[۱]

توبہ میں عجلت

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً	اور لوگ جب فعل بد کے مرتکب
اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا	ہوں اور اپنے حق میں برائی کریں تو
اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ	خدا کو یاد کریں اور گناہوں سے توبہ کریں

اس کی شان نزول[۲] یہ ہے کہ ایک مہاجر اور ایک انصار میں مواخات تھی۔ مہاجر جنگ پر گئے ہوئے تھے۔ انصاری اُن کے گھر کا سودا لا دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ گوشت لا کر دروازے کی اوٹ سے

---

[۱] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۴۔ [۲] آل عمران رکوع ۱۴۔

بی بی کو دے دیا۔ مگر ہاتھ پر نظر پڑی تو شیطان نے نیت میں تغیر ڈال دیا۔ وہ گھر میں گھس گئے۔ عورت کے ہاتھ کو بوسہ ہی دیا تھا کہ دفعتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ہوئی۔ ندامت سے ہاتھ چھوڑ کر بھاگے اور مارے شرمندگی کے جنگل پہاڑوں میں پھرنے لگے۔ اور سر پر خاک ڈالنے لگے۔ جہاد سے واپسی پر جب اس کی اطلاع مہاجر کو ہوئی تو وہ جنگل سے ڈھونڈ لائے۔ اور جب دونوں آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیش ہوئے تو آیت بالا نازل ہوئی۔

مسلمانوں کی ہمت افزائی

مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ کفار پر آخر کار وہی غالب رہیں گے۔ بشرطیکہ ایماندار رہیں۔ عارضی ناکامیوں سے اُن کو کم ہمت اور رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے۔ جو اللہ کی مصلحتوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ [1]

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝

اور ہمت نہ ہارو اور رنج نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے۔ اگر ایماندار رہے۔

انقلابات میں مسلمانوں کی آزمائش

مسلمانوں کو گردش ایام سے پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مخلوقات میں خدا

[1] آل عمران رکوع ۱۴۔

کی طرف سے اچھے برے دن آتے رہتے ہیں۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ معلوم کرتا ہے کہ ایمان دار کتنے پانی میں ہیں۔ اگر مسلمانوں کے تنزل میں کبھی عارضی کامیابی کافروں کو حاصل ہو جائے۔ تو یقین کیجئے کہ وہ ایک آزمائش ہے۔ یا مسلمانوں کو شہادت کا مرتبہ دینا مقصود ہے۔ یہ ہرگز نہ خیال کرنا کہ خدا کافروں سے محبت کرنے لگا ہے۔ جیسا کہ وہ خود صاف صاف ان حقائق کا اظہار فرما رہا ہے۔

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ج وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۙ[1]	اور ہم دنوں کو ادل بدل کرتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان اور اللہ تعالیٰ معلوم کرتا ہے ایمان والوں کو اور بنا تا ہے تم میں شہدا اور اللہ محبت نہیں کرتا کافروں سے۔

موت کا وقت معینہ ہے سمجھنا کہ موت بے احتیاطی۔ غفلت۔ شدت مرض۔ نقص علاج یا کسی کی دشمنی یا حادثہ کے باعث واقع ہوئی غلط ہے۔ بغیر حکم خدا کوئی نہیں مر سکتا۔ اور موت کا معینہ وقت اللہ تعالیٰ نے لکھ کر رکھ دیا ہے۔

[1] آل عمران رکوع ۱۴۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا

اور نہیں ہو سکتا کسی جان سے کہ مرے بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا ہے وقت معین

اس کلیہ کو صرف ایک ہی استثنیٰ ہے کہ خدا نے تعالیٰ عمر میں توسیع عطا فرمائے جیسا کہ بعض انبیائے بنی اسرائیل اور ثنا بان بنی اسرائیل کی عمر بڑھا دی۔ خضر علیہ السلام ہی کے واقعہ کو لیجیے

طلب صادق سچے دل سے جو کچھ مانگو۔ خدا دے گا۔ خواہ دُنیا ہو خواہ آخرت۔

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا

اور جو ثواب دینا چاہے گا تو اُس میں سے دیں گے۔ اور جو ثواب آخرت چاہے گا تو اُس میں سے دیں گے۔

علم الٰہی اللہ تعالیٰ ہمارے سینوں میں چھپے ہوئے رازوں سے بھی واقف ہے۔ ہم اپنا کوئی عیب اور دل کی کوئی بات اُس سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

اور اللہ جاننے والا ہے سینوں کی بات

ے آل عمران رکوع ۱۵ ـ ے تاریخ ابن اثیر جلد اول و دوم ے آل عمران رکوع ۱۶

مشورہ اہم اُمور میں مشورہ کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد جو رائے قرار پائے اس پر عمل کرنا توکل کی منزل ہے۔ یعنی (اللہ) تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھ کر کام کرنا چاہیئے۔

لہ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ	اور مشورہ کرو کام میں پھر جب طے ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

خیانت خیانت کرنے والا قیامت کے روز بڑی مصیبت میں پڑ جائے گا۔ جب اُس کو خیانت کی ہوئی چیز حاضر کرنا پڑے گا۔

لہ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ	اور جو خیانت کرے گا لائے گا خیانت کی ہوئی چیز بروز قیامت۔

مسلمانوں کی رُوحیں [۲] جنگ احد میں ستر صحابی شہید ہوئے۔ ان میں حضرت امیر حمزہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہدا کا خطاب دیا اور دیگر شہدا کے جنازوں کے ساتھ ستر مرتبہ آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ جنگ بدر میں ایک کافر طعمہ بن عدی آپ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ اُس کے بھتیجے جبیر بن مطعم

لہ آل عمران رکوع ۱۷۔ ؎۲ احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۷۔

نے انتقاماً اپنے غلام وحشی نامی سے کہا کہ اگر جنگ احد میں وہ حضرت امیر حمزہ کو قتل کر دے۔ تو آزاد کر دیا جائے گا۔ وہ ایک پتھر کی آڑ میں چھپا رہا۔ اور موقع پا کر نیزے سے حضرت کا کام تمام کر دیا۔ ابوسفیان کی بیوی یعنی یزید کی دادی نے جذبۂ انتقام سے حضرت کا کلیجہ نکال کر چبا ڈالا۔ وحشی فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوگیا۔ اور خلافت صدیقی میں مسیلمہ کذاب کو جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ وحشی نے ہی قتل کیا۔ شہدائے احد کو اللہ تعالیٰ نے بڑے مدارج[ع] عطا فرمائے۔ اُن کی رُوحیں سبز رنگ کے خوشنما جانور بنا دی گئیں بہشت کی نہروں کا پانی اور وہاں کے میوے اُن کی خوراک اور عرش کے نیچے لٹکنے والی قندیلیں اُن کی قیام گاہ ہیں۔

[1] وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝	اور مت خیال کرو اُن لوگوں کو جو مارے گئے راہِ خدا میں مرے ہوئے بلکہ زندہ ہیں اپنے خدا کے نزدیک رزق پاتے ہیں۔

شہید مرتے نہیں

بروایت[2] مسند امام احمدؒ حنبل آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دوسرے

ع حنظلہ بن عامر کو ملائکہ نے غسل دیا اور عبداللہ بن عمرو پر فرشتوں نے پروں سے سایہ کیا (احسن التفسیر) [1] آل عمران رکوع ۱۷۔ [2] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۷۔

مسلمانوں کی ارواح کا بھی یہی حال ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان کی روحیں بہ شکل جانور جنت ہی میں قیام کرتی ہیں اور شہدا کی عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ

جنگ احد کے لیئے آنحضرت صلعم نے ایک ہزار کا لشکر تیار فرمایا تھا مگر عبداللہ بن ابی منافق تین سو کو میدان جنگ سے واپس بھگا لایا بقیہ سات سو نے مقابلہ کیا۔ شکست کے بعد جب آنحضرتؐ کو خبر ملی کہ ابوسفیان کہتا ہے کاش ہم بانیٔ اسلام کو قتل کر ڈالتے اور مسلمانوں کی جوان عورتوں کو لونڈیاں بنا کے لاتے تو آپ نے ان عزائم کا رد عمل کرنے کے لیئے تعاقب کا حکم دیا مگر شیطان نے لوگوں کو خوف زدہ کر دیا۔ اور سات سو میں سے صرف ستر اصحاب نے آنحضرتؐ کے ساتھ تعاقب کیا اور آٹھ میل پر بہ مقام حمراالاسد دشمنوں کو جالیا۔ خدا نے لڑنے کی طاقت ان سے سلب کر لی تھی اور کوئی پلٹ کر لڑنے تیار نہ تھا۔ اس لیئے ابوسفیان نے یہ چال چلی کہ ایک راہ رو سوداگروں کے قافلے کے ذریعے دہشت پھیلانے کے لیئے یہ خبر اڑا دی کہ ابوسفیان نے مزید کثیر لشکر جمع کر لیا ہے۔ لیکن مسلمانوں نے باوجود قلت کے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور آنحضرتؐ کے ساتھ ہم زبان ہو کر کہا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اور وہی بہتر وکیل یعنی کام بنانے والا ہے۔[۲]

وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝	اور کہا ہم کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور بہتر وکیل ہے۔

دفع مشکلات

[۱] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۸۔ [۲] آل عمران رکوع ۱۸۔

چنانچہ دشمن ہمت ہار گئے اور سالِ آئندہ لڑنے کا معاہدہ کرکے بھی نہ آئے اور مسلمان اُن کا دماغ درست کرکے سرخرو و بہر بلند خیریت سے واپس آگئے۔ بروایت حضرت عبد اللہ بن عباس حضرت ابراہیم نے آگ میں ڈالنے کے وقت یہی جملہ کہا تھا اور بڑی مشکل میں مسلمانوں کو یہ دعا پڑھنے کے لیئے حدیثوں میں حکم ہے

عقوبتِ الٰہی میں تاخیر ہم دیکھتے ہیں کہ بُرے لوگ خصوصاً کفار بڑے مزے میں ہیں۔ احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی کئے جا رہے ہیں مگر اُن کا کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ ڈھیل ہے از راہِ کرم نہیں بلکہ از راہِ قہر ہے۔ تاکہ اُن کے گناہوں میں اضافہ ہو اور ایسے لوگ نہایت ذلیل عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ[2]	اور یہ نہ سمجھیں منکر لوگ کہ ہماری طرف سے جو ڈھیل دی گئی وہ اُن کے حق میں بہتر ہے یہ ڈھیل اس لیئے ہے کہ ترقی کر جائیں گناہوں میں اور ایسے لوگوں کے لیئے نہایت رسوا کن عذاب ہے۔

علمِ غیب بعض لوگ غیب ذاتی کا دعویٰ کرتے ہیں جیسے کہ نجومی وغیرہ

---

[1] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۸۔ [2] آل عمران رکوع ۱۸۔

نجوم ایک فن قیاسی ہے۔ علم نہیں۔ علیم تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور علم کی باتیں وہ صرف پیغمبروں کو جو اُس کے چُنے ہوئے پسندیدہ بندے تھے۔ بتا چکا ہے۔ لہذا صرف اللہ کے کلام یعنی قرآن مجید اور رسول صلعم کے ارشاد یعنی احادیث صحیح کو علم غیب سمجھو

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ [۱]	اور اللہ ایسا نہیں کہ مطلع کردے تم کو غیب کی باتوں سے البتہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا پیغمبروں میں سے جس کو چاہے۔

بخل اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہو۔ اُسے نیک کاموں پر صرف کرنے میں جو بخل سے کام لے گا۔ اُس کا قیامت میں بہت بُرا حشر ہوگا۔ اُس کی چھوڑی ہوئی دولت کا طوق گلے میں پڑ جائے گا اور بروایت[۲] حضرت ابوہریرہؓ یہ طوق سانپ بن کر ہر وقت ڈسا کرے گا اور کہتا جائے گا اے شخص میں تیرا مال ہوں۔

[۱] وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ	اور نہ سمجھیں وہ لوگ کہ بخیلی کرتے ہیں اُس چیز میں جو اللہ نے اپنے فضل سے دی ہے

[۱] آل عمران رکوع ۱۸۔ [۲] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۸۔

هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ	اس میں ان کے لیے بھلائی ہوگی بلکہ
شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا	اس میں (یعنی بخیلی میں) ان کے لیے برائی ہے
بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ	طوق پہنا دیئے جائیں گے اس چیز کا جس کا بخل کیا قیامت کے دن۔

اور اسی سلسلے میں ارشاد باری ہے۔ کہ اللہ تو زمین آسمان کا وارث ہے۔ پھر یہ بخیل کس کے مال میں بخیلی کرتے ہیں؟ اور ان کو کیا حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطیہ مال میں، اس کی مرضی کے خلاف بخل کریں۔

وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ[1]	اور اللہ ہی وارث ہے زمین و آسمان
وَالْاَرْضِ ؕ	کی ہر چیز کا۔

موت سب کے لیے لازمی ہر شخص ایک دن مرے گا۔ موت سے کسی کو مفر نہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ[2]	ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

دنیا کی حقیقت دنیاوی مفادات انسان کو دھوکا دے کر آخرت

---

[1] آل عمران رکوع ۱۸۔ [2] ایضاً رکوع ۱۹۔

سے غافل کر دیتے ہیں۔ یہاں کا فائدہ ایک فریب ہے۔

[1] وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○	اور کچھ بھی نہیں دُنیاوی زندگی بجز دھوکے کی پونجی کے۔

مشرکین کی اکثریت کا احتیاط و صبر سے مقابلہ

ابتدائے اسلام سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاں اقلیت میں رکھا ہے۔ وہاں یہ بھی فرما دیا ہے کہ مشرکین کی اکثریت کے مقابلے میں انھیں احتیاط اور صبر سے کام لینا چاہیے۔ اور ایسے لوگ اللہ کے نزدیک بہت اولوالعزم ہیں کیونکہ یہ بڑا اہم کام ہے۔

[1] وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○	اور ان لوگوں سے جو شرک اور اکثریت میں ہیں صبر اور احتیاط سے کام لوگے تو یہ مستحکم امور سے ہوگا۔

تاویلاتِ قرآنی

یہ غلط فہمی بڑی خطرناک اور وسوسۂ شیطانی ہے کہ کسی آیت کے متعلق ہم یہ خیال کر لیں کہ وہ

---

[1] آل عمران رکوع ۱۹۔

ہمارے معاملے یا ہمارے زمانے سے تعلق نہیں رکھتی۔ احکام قرآنی مکان و زمان میں محدود نہیں ہیں۔ چنانچہ یہود کے متعلق جو یہ فرمایا گیا کہ انھوں نے اللہ سے بدعہدی کر کے اللہ کی کتاب کا صحیح منشاء دنیاوی معمولی مفاد کی خاطر چھپا دیا۔ تو یہی فعل اگر دینِ محمدی کا کوئی عالم کرے تو وہ بھی اسی آیت کے منشاء میں آجائے گا جیسا کہ صاحب احسن التفسیر فرماتے ہیں۔

"[1]اگرچہ یہ آیات اہل کتاب کی شان میں ہیں لیکن حکم ان کا عام ہے۔ امت کا کوئی عالم بھی ایسا کرے تو قیامت میں قابلِ مواخذہ ہوگا۔"

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ الخ	اور جب وعدہ لیا اللہ نے اُن لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی ہے کہ اس کو ظاہر کریں لوگوں پر اور اس کو نہ چھپائیں الخ

نام و نمود کے خواہاں جو لوگ کوئی کام محض نام و نمود کے لئے کرتے ہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے فلاں کارِ خیر میں حصہ لے لیا۔ نماز پڑھ لی۔ حج کر لیا۔ روزے رکھ لیئے۔ زکوٰۃ و خیرات دے کر نام پیدا

[1] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۱۹۔

کیا۔ اور کچھ لوگ تو ایسے بھی چالاک اور منافق ہوتے ہیں۔ کہ دراصل کچھ نہیں کرتے مگر دُنیا کو دھوکا دے کر اپنی شہرت اور تعریف چاہتے ہیں۔ ایسے تمام لوگوں کی نسبت یہ خیال نہ کرو کہ عذاب سے بچ جائیں گے بلکہ دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے[۱]

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ	مت سمجھو کہ جو لوگ خوش ہوتے
بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا	ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ
بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ	ان کی تعریف ہو بغیر کچھ کئے
بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ج وَ	ایسوں کی نسبت مت خیال کرو کہ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝	عذاب سے محفوظ ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے

نصیحت خوشامد: اپنی شان میں جھوٹے سچے قصیدے سُن کر خوش ہونے والے بھی اِس پر غور کریں۔

جزائے خیر میں عورتوں کا حصہ

حضرت اُمّ سلمہؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا قرآن میں عورتوں کو ہجرت کا ثواب ملنے کا ذکر نہیں ہے۔ تو آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سب کی نیکیاں قبول کی جاتی ہیں وہ کسی کا عمل ضائع نہیں فرماتا خواہ کوئی مرد ہو یا عورت۔

---

[۱] آل عمران رکوع ۱۹ [۲] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۲۰۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ج [1]	منظور کیا ان کے رب نے یہ کہ نہیں ضائع کرے گا عمل تم میں سے کسی عامل کا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

نمازِ جنازہ غائبانہ

حبش کے عیسائی بادشاہ نجاشی نے وفات پائی تو آنحضرت صلعم نے غائبانہ نمازِ جنازہ جنت البقیع میں جا کر پڑھی۔ اس پر منافقین نے چہ میگوئیاں کیں تو ارشادِ باری ہوا کہ اہلِ کتاب میں ایسے بھی لوگ ہیں جو اللہ پر اور قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور اُن کو خدا کے پاس سے اجر ملے گا۔ [2]

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ الخ	اور یقیناً اہلِ کتاب (نصاریٰ) میں ایسے بھی ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس (قرآن) پر جو تم (محمدؐ) پر نازل ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا محاسبہ

خدائے پاک رتی رتی کا حساب لینے والا ہے اور حساب لینے میں اس کو بڑی جلدی رہتی ہے۔ جس سے محاسبہ کی اہمیت ظاہر ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ [3]	یقیناً اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

---

[1] آل عمران رکوع ۲۰۔ [2] احسن التفسیر آل عمران رکوع ۲۰۔ عہ یہاں (یہ) بھی قابلِ غور ہے کہ صلوٰۃ الغائب کسی قبرستان میں جا کر ادا کرنا سنتِ نبوی ہے۔ (مرتب)

قرابت دار کی اہمیت جس طرح خدا کے قہر سے ڈرنے کا حکم ہے اُسی طرح ارشاد باری ہے کہ اپنے قرابت داروں سے بھی ڈرو کیونکہ اُن کے حقوق کی پامالی عذابِ الٰہی میں مبتلا کردے گی۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ[1]	اور ڈرو اللہ سے جس کے تم محتاج ہو
بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ	اور قرابت داروں سے۔

گناہِ کبیرہ بروایت ابوہریرہؓ[2]۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ گناہِ کبیرہ سات ہیں۔

۱۔ یتیم کا مال کھا جانا۔
۲۔ شرک کرنا۔
۳۔ جادو کرنا۔
۴۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔
۵۔ جہاد سے بھاگنا۔
۶۔ پارسا عورتوں پر بدکاری کا بہتان لگانا۔
۷۔ سُود کھانا۔

یہ سات بڑے گناہ ہیں ان سے بچو۔ ورنہ آدمی ہلاک ہو جاتا ہے۔

اِنَّهٗ[1] كَانَ حُوْبًا[3] كَبِيْرًا ؕ	حقیقتاً یہ بڑا گناہ ہے۔

---

[1] النساء رکوع ۱۔ [2] احسن التفسیر النساء رکوع ۱۔ [3] گناہ۔

بروایت بخاری شریف حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یتیم لڑکیوں کی پرورش جو لوگ کرتے	چار عورتوں سے نکاح اور لونڈی کا جواز

تھے۔ اُن کی بدسلوکی دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ لوگ دو دو تین تین چار چار نکاح کر سکتے ہیں بشرطیکہ اُن کے ساتھ مساوی برتاؤ اور انصاف کر سکیں۔ ورنہ ایک بی بی یا لونڈی کافی ہے۔ جس سے اسلام میں تعدد ازدواج کا فلسفہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بے سہارا لڑکیوں کو عمدہ طریقے سے ٹھکانے لگایا جائے تاکہ اُن کی زندگی برباد نہ ہو۔ ساتھ ہی لونڈیوں کا جواز بھی ظاہر ہو گیا۔ ہمارے ملک میں لونڈی کے استعمال پر لوگ متحیر ہوتے ہیں۔ اور ہر جگہ زناکاری جو عام ہے۔ اور عصمت فروشی کے جو اڈے باضابطہ قائم ہیں۔ اُن پر غور نہیں کرتے۔ اسلام نے ایسی کے انسداد کے لئے لونڈی جائز قرار دی۔ یک عورت کے لئے ایک فرد واحد کی لونڈی بن کر باعزت زندگی گزارنا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ وہ ہرجائی اور عام زناکاروں کے لئے وقف ہو جائے۔ اور ایسی اولاد جنے جس کا نسب ہی معلوم نہ ہو۔ اور جب بوڑھی ہو کر ناکارہ ہو جائے تو بھیک مانگے نہ ملے۔ اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے۔ برخلاف اس کے اسلام میں اکثر بڑے بڑے علماء فقہا بادشاہ اور جرنیل لونڈی زادوں میں ملیں گے۔

اور اگر تم کو خوف ہو کہ انصاف کر سکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کر لو جو تم کو پسند آئیں	[1] وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ

[1] النساء رکوع ۔

مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ	اُن عورتوں میں دو دو اور تین تین اور چار چار اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ انصاف نہ کرسکوگے تو ایک بی بی یا تمھاری لونڈی بس ہے

مہر لوگ مہر کو ایک رسمی اور معمولی بات سمجھتے ہیں۔ اور ادائی کی فکر بہت کم لوگوں کو ہوتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہ عورتوں کا مہر ادا کرو۔ بجز اِس کے وہ اپنی خوشی سے کچھ حصّہ معاف کردیں اسی لیئے اہلِ عرب مہر کا معقول قرار داد ادائی کی نیّت کے ساتھ کرکے لازمًا فی الفور یا بعد میں ادا کر دیتے ہیں۔ مگر ہمارے یہاں بڑے فخر سے مہر تو حیثیت سے زیادہ باندھا جاتا ہے۔ اور ادا ایک کوڑی نہیں ہوتی

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ الخ [1]	اور ادا کرو عورتوں کا مہر خوشی سے۔ بجز اس کے کہ وہ خوشی سے چھوڑ دیں کچھ حصہ الخ ۔

بدسلیقہ عورت ارشادِ باری ہے کہ فضول خرچ بدسلیقہ عورت کے ہاتھ میں اپنا مال نہ دو۔ وہ [2] گھر کا خرچ چلانے کے قابل نہیں۔ البتہ اس کو سمجھاتے رہو کہ باسلیقہ اور کفایت شعار بن جائے۔ اور اُس کو غذا و

---

[1] النساء رکوع ۱۔ [2] احسن التفسیر النساء رکوع ۱۔

لباس دیتے رہو۔

[۱] وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

اور نہ دو نالائق عورتوں کو اپنا وہ مال جو اللہ نے تم کو زندگی بسر کرنے کے لیے دیا ہے اور اُس میں سے (عورتوں کو) کھلاؤ پہناؤ اور سمجھاتے رہو ان کو ضروری باتیں۔

علامتِ بلوغ مرد عورت زیرِ ناف کے بال اور احتلام اور عورتوں کے لئے بجائے احتلام کے حیض۔

یتیموں کا مال یتیموں کے مال کی اولیا اور سرپرستوں پر سخت ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے عائد فرمائی ہے یتیموں کا جو مال کوئی کھا جائے اُس کا حساب خدا خود لے گا۔ یتیم سنِ بلوغ کو پہنچ کر اپنی جائداد سنبھالنے کے قابل ہو جائے تو اُس کا مال حوالے کر دینا چاہیئے۔ اِس خیال سے کہ یتیم بالغ ہو کر اپنی جائداد کا مالک ہو جائے گا۔ تغلب اور اسراف سے کام نہ لو۔

[۱] وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا

اور تربیت کرو یتیموں کی حتی کہ وہ بالغ اور قابلِ نکاح ہو جائیں۔ پھر جب محسوس ہو کہ اُن میں سمجھ آگئی ہے۔ تو حوالہ کر دو ان کے مال اُن کا اور مت ہضم کر جاؤ تم بعجلت اس خوف سے

[۱] النساء رکوع ۱۔ [۲] احسن التفسیر النساء رکوع ۱

اَنۡ یَّکۡبَرُوۡا ؕ | وہ بڑے ہو جائیں گے۔

عورتوں کے حقوقِ وراثت | تصفیہ وراثت اور تقسیم ترکہ کے وقت اکثر عورتوں کو نظرانداز کردیا جاتا ہے اور شادی شدہ لڑکیوں سے تو بہت ہی بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حقوق عطا ہوئے ہیں۔

لِلرِّجَالِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا تَرَکَ الۡوَالِدٰنِ وَ الۡاَقۡرَبُوۡنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا تَرَکَ الۡوَالِدٰنِ وَ الۡاَقۡرَبُوۡنَ الخ [1]

مردوں کے لیئے حصہ ہے اُس میں جو متروکہ ہو ماں باپ اور قرابت داروں کا اور عورتوں کے لیئے حصہ ہے اُس میں جو متروکہ ہو ماں باپ اور قرابت داروں کا۔

یتیموں کے مال میں غبن | یتیموں کا مال بددیانتی سے کھا جانے والے اپنے پیٹ کو دوزخ کی آگ سے بھرتے ہیں۔ اور وہ بہت جلد داخلِ جہنم ہوں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا ؕ [2]

بے شک جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق سوائے اِس کے نہیں کہ کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ۔

حقوقِ وراثت و تقسیمِ ترکہ | اللہ تعالیٰ نے ہر رشتہ دار کا حصہ وراثت میں

---

[1] النساء رکوع ۱۔ [2] ایضاً۔

مقرر فرمادیا ہے۔ اس کے خلاف جو وصیت کرے وہ بھی گنہگار اور جو عمل کرے وہ بھی قابلِ مواخذہ۔ بیٹا۔ بیٹی۔ ماں باپ۔ بھائی۔ بہن۔ شوہر۔ زوجہ اور دیگر رشتہ دارانِ بعید کے لئے اس خصوصیت کے ساتھ کہ اللہ کا یہ منشا ہے قرآن میں تصریحاً احکام صادر ہوئے ہیں۔

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ الخ[1]　|　حکم دیتا ہے اللہ تعالیٰ تمھاری اولاد کے بارے میں

آگے چل کر پھر ارشاد ہوتا ہے۔ کہ تقسیم ترکہ کے احکام اللہ کی طرف سے ہیں اور وہ خوب جانتا ہے کہ کس نے کس قدر خلاف ورزی کی۔ یوں قرآن کے سارے احکام خدا کی طرف سے ہیں۔ مگر یہاں بار بار خدا کی طرف سے وصیت کا جو لفظ آرہا ہے۔ اُس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تقسیم ترکہ سے کس قدر ذاتی دلچسپی ہے۔ لوگ نڈر ہوگئے ہیں کہ کیا ہوتا ہے۔ مگر یہاں بطورِ خاص حلیم اپنے کو فرما کر ظاہر فرمادیا کہ دُنیا کی حد تک اللہ تعالیٰ برداشت فرمائے تو قیامت کا مواخذہ دُنیاوی نقصان سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔

وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ[1]　|　اور یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ واقف و حلیم ہے

غلط وصیت

بروایت ابوہریرہؓ ارشاد ہوا بعض لوگ تمام عمر اچھے کام کرکے آخر میں خلافِ شرع وصیت سے اپنی آخرت بگاڑ لیتے ہیں۔[2]

زنا و اغلام

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں زنا کی سزا کنواروں کے لئے سو کوڑے اور ایک سال جلاوطنی قرار دی ہے۔ اور شادی شدہ کے لئے سنگ ساری۔ اِس سے پہلے حکم تھا کہ عورت کی بدکاری پر چار گواہ

---

[1] النساء رکوع ۲۔ [2] احسن التفسیر رکوع ۳۔

رکھ کر اُس کو تاحیات گھر میں قید کر دیا جائے۔ یا کہ اللہ تعالیٰ اُس کا کوئی اور راستہ نکال دے۔ اور اِس کے سلسلے میں یہ بھی حکم ہے۔ کہ جب دو مرد بدکاری کے مرتکب ہوں۔ تو اُن کو تکلیف پہنچاؤ۔ اور توبہ کر کے اصلاح کر لیں۔ تو درگزر کر دو۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ج فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ج فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ط [1]

اور جو بدکار ہو جائیں تمھاری عورتوں میں سے تو آپس میں چار گواہوں کا انتظام کرو۔ اور وہ گواہی دے دیں تو قید کر دو گھروں میں یہاں تک کہ اُٹھا لیجائے ان کو موت یا اللہ ان کا کوئی اور راستہ نکال دے اور جو دو شخص ایسا ہی کریں تم میں سے تو اُن کو اذیت پہنچاؤ پھر وہ توبہ اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان کو چھوڑ دو۔

اغلام [2] کے سلسلے میں جو اذیت پہنچانے کا حکم ہے۔ اُس کی حدِ شرع مختلف بیان کی گئی ہے۔ یعنی سنگسار کرنا یا جلا دینا یا قتل کرنا یا بلند جگہ سے گرا دینا۔

توبہ کا دروازہ | توبہ کا دروازہ مغرب کی طرف ہے جب قیامت آئے گی تو

[1] النساء، رکوع ۳۔ [2] احسن التفسیر النساء رکوع ۳۔

آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا۔ اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں توبہ قبول نہ ہوگی۔ اور یہی موقع ہر شخص کے لیئے اُس وقت آتا ہے جب سکرات شروع ہوتی ہے۔ ایسی حالت کی توبہ قبول نہیں کیونکہ توبہ کی یہ شرط کہ دوبارہ وہ گناہ نہ کیا جائے گا پوری نہیں ہوتی۔ فرعون نے ڈوبتے وقت توبہ کی تھی مگر قبول نہیں ہوئی۔ جہالت سے گناہ ہو جائے تو بہ عجلت توبہ کر لینا اللہ کو بہت پسند ہے۔ وہ اپنے رحم و کرم سے توبہ قبول فرما لیتا ہے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ○ (اللہ توبہ قبول کرنے والے، رحم کرنے والے ہیں) مگر ضروری یہی ہے کہ توبہ کرنے میں عجلت کی جائے۔

[1] اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ الخ	اس میں شک نہیں کہ توبہ قبول کرنا اللہ کا کام ہے اُن کی جو کر جاتے ہیں گناہ جہالت سے پھر توبہ کر لیتے ہیں قریب ہی میں (یعنی جلد)

بی بی کے ساتھ برتاؤ اللہ تعالیٰ کو یہ ہر گز پسند نہیں کہ کوئی اپنی اچھی خاصی بی بی سے بری طرح پیش آئے۔ اس کے ساتھ قابلِ تعریف سلوک کرنے کا حکم ہے۔

[2] وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ	اور گزارو اُس کے (بی بی کے) ساتھ قابلِ تعریف طریقہ سے۔

مالِ غنیمت کی لونڈیاں اور متعہ جنگ میں مالِ غنیمت کے ساتھ جو عورتیں ہاتھ آئیں وہ شوہر والی کیوں نہ ہوں مسلمانوں کے لیئے حلال ہیں۔ البتہ اس کا لحاظ ان کو [illegible]

---

[1] النساء رکوع ۳ ۔ [2] ایضاً ۔ [3] احسن التفسیر النساء رکوع ۴ ۔

حاملہ تو نہیں ہیں تاکہ آئندہ پیدا شدہ اولاد کے نسب میں اختلاف نہ ہو۔

سلہ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ

اور وہ جو کہ شوہر والی ہیں عورتوں میں مگر اُن کے مالک ہو جائیں تمھارے ہاتھ تو اللہ نے تم کو اجازت دے دی ہے اور حلال ہیں تم پر۔

اِس کے بعد اُن عورتوں کا ذکر ہے۔ جن کو باہمی رضا مندی سے مقررہ بدل کے معاوضے میں بیوی بنایا جا سکتا تھا۔ جس سے بعض نے عارضی نکاح یعنی متعہ مراد لیا۔ اور بعض نے تردید کر دی کہ یہ حکم ابتدائے اسلام کی حد تک تھا۔ بروایت صحیح مسلم فتح مکہ یا حجۃ الوداع کے موقع پر تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ نکاح اب تا قیامت حرام ہے۔ اور بقول اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے جب اللہ تعالیٰ نے ایک سے زیادہ چار تک بیبیاں حلال کر دیں تو لوگ اِس آیت سے کیوں بحث کرتے ہیں۔

سلہ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ

جو ان کے سوا ہیں اِس طرح کہ اپنے مال کے معاوضہ میں حاصل کر کے بی بی بناؤ جو صرف رفع شہوت کے لئے ہی نہ ہو۔ پس جب فائدہ اُٹھایا تم نے اُن سے تو دو اُن کو معاوضہ مقررہ۔

یہ احکام باطل ہوتی اور مختص المقام تھے۔ کہ فتوحات کے بعد جب مسلمان مال غنیمت لے کر عورتیں بھی پائیں اور شہوت سے مغلوب ہو جائیں تو

سلہ النساء رکوع ۴۔ سلہ سیرۃ عائشہ رضا۔ عہ بمعنی کنخدا۔ عہ دست راست سلہ احسن التفسیر

ایسا نہ ہو کہ یہ عورت آلۂ زناکاری بن جائے۔ بلکہ اس میں بھی نکاح کی طرح تحدید و تنظیم ہو۔ باہمی رضامندی ہو۔ مہر ہو۔ اس کے علاوہ یہ رعایت ابتدا میں اُن مجاہدینِ اسلام کی خاطر اللہ تعالیٰ نے رکھ دی تھی جو اپنی بیوی بچے، گھربار سب پیچھے خدا کے لیئے چھوڑ چھاڑ کر جان دینے کے لیئے سر بکف نکل پڑتے تھے۔ یہاں تک کہ جو شہید ہو جاتے تھے۔ وہ گویا اپنا سب کچھ خدا پر قربان کر دیتے تھے۔ اِن حالات میں اللہ تعالیٰ کے فدائیوں اور غازیوں کو خاص صورتوں میں خاص مراعات دی گئی ہوں تو اُن کا متعہ تمام رکھ کر تعیشات کے لیے حیلہ نکالنا قرینِ عقل بھی نہیں ہے۔

انسان کی پیدائشی کمزوری

آدمؑ سے پہلے دُنیا میں جناتوں کی آبادی رہی تھی جن کو خدا نے بہت طاقتور بنایا تھا جس کی بنا پر وہ خدا سے ہی باغی ہو گئے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ انسان کو ضعیف پیدا کیا گیا۔ ایسا کہ حضرت ہوا سے ہلتے گرمی سے سکڑتے اور سردی سے اکڑ جاتے ہیں اور یہ آدمی پر بڑا فضل ہوا تاکہ طاقت کے گھمنڈ میں گناہ نہ کرنے پائے۔ اس پر بھی کوئی گناہ کرے تو خدا اُس پر رحم فرمائے۔

وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا[1]	اور پیدا کیا گیا ہے انسان کمزور

باہمی رضامندی سے جوازِ گراں فروشی

ناحق کسی کا مال کھانا جائز نہیں۔ لیکن تجارت میں باہمی رضامندی سے کوئی مالیت سے

[1] النساء رکوع ۵۔

زیادہ قیمت لے تو گناہ نہیں۔

[1] لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ	مت کھاؤ مالوں کو آپس میں ناحق مگر یہ کہ کرتے ہو تجارت باہمی رضامندی سے۔

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں سے خطاب ہے۔ اور "بینکم" سے ظاہر ہے کہ یہ احکام مسلمانوں کے باہمی معاملات سے متعلق ہیں۔

حسد اور غبطہ کسی کو اپنے سے بہتر حالت میں دیکھ کر جلنا حسد ہے۔ اور یہ حرام ہے۔ اور بجائے جلنے کے اللہ تعالیٰ سے اپنی بہتری کے لیئے عرض کرنا غبطہ ہے۔ اور یہ جائز ہے۔ مگر یہ واضح رہے کہ خدا نے اپنی مصلحت سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ جس کا لحاظ رکھ کر ترقی کی آرزو کرنی چاہیئے۔

[3] وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ	اور ہوس مت کرو اس فضیلت کی جو اللہ نے دی ہے بعض کو بعض پر۔

عورت کا موقف بروایت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (مسند امام احمد حنبل) جو عورت نماز روزہ کی پابند بدکاری سے محفوظ اور مرد کی اطاعت گزار ہو وہ جس دروازہ سے چاہے جنت میں جا سکتی ہے۔ مردوں کو نبی قاضی امام مجاہد اور شریک جمعہ و جماعت ہونے کی وجہ سے اللہ نے عورت پر فضیلت دی ہے۔ بروایت ابوہریرہؓ

(حاشیہ: عورت پر مرد کی فضیلت)

[1] النساء رکوع ۵۔ [2] احسن التفسیر النساء رکوع ۵۔ [3] النساء رکوع ۵۔

مرد اور عورت کی ذمہ داریاں

پورا ایماندار وہ ہے جس کا برتاؤ اہل و عیال کے ساتھ اچھا ہو۔ عورت پر بے جا زیادتی بروز قیامت قابل مواخذہ ہوگی۔ اور عورت کا فرض یہ ہے کہ مرد کے تابع رہے۔ اللہ پاک نے اُن عورتوں کا شمار صالحات یعنی نیک بی بیوں میں فرمایا ہے۔ جو مردوں کی اطاعت کرتی ہیں اور مرد کی غیر موجودگی میں اس کی عزت اور مال و عیال کی حفاظت کرتی ہیں۔ مرد کی عزت اس میں ہے کہ عورت بدکار نہ ہو اور نافرمان عورتوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ پہلے نصیحت کریں نہ مانیں تو خوابگاہ الگ کردیں پھر بھی نہ مانیں تو ماریں۔ اور اس واضربوھن (مارو) کی شرح احادیث میں یہ ہے کہ اتنا نہ مارو کہ زخم آجائے اور چہرے کو بچا کر مارو۔ عورتوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ مرد کی یہ فضیلت نئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مصلحت سے بعض کو بعض پر فضیلت دیتا ہے اور یہ فضیلت اس لیئے ہے کہ شوہر بی بی پر اپنا مال خرچ کرتا ہے۔

[2] الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ	مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس لیئے کہ فضیلت دی ہے اللہ نے بعض کو بعض پر اور نیز یہ کہ وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں میں سے۔

نیک عورتیں

اللہ تعالیٰ کے نزدیک نیک عورتیں وہی ہیں جو اطاعت کرتی ہیں اللہ، رسول اور اپنے شوہر کی اور حفاظت کرتی ہیں اپنی عصمت اور مال و عیال کی مرد کے غیاب میں۔

[3] فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ	جو نیک عورتیں ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی

[1] احسن التفسیر النساء رکوع ۵۔ [2] النساء رکوع ۵ [3] النساء رکوع ۶۔

لِلْغَیْبِ الخ — اور حفاظت کرتی ہیں مرد کی غیر موجودگی میں

نافرمان عورتیں ارشادِ باری ہے کہ متمرد عورتوں کو پہلے نصیحت کرکے راہِ راست پر لاؤ۔ نہ مانیں تو بستر الگ کردو۔ اس کا بھی اثر نہ ہو تو مارو۔ پھر مطیع ہوجائیں تو اُن کا پیچھا چھوڑ دو۔ مردوں کی ناشکر گزار عورتوں کو حضور صلعم نے کافر فرمایا ہے۔[2]

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا

اور جن عورتوں سے سرکشی کا ڈر ہو اُن کو سمجھاؤ اور اُن کو جدا کردو خوابگاہوں میں اور اُن کو مارو۔ وہ مطیع ہوجائیں تو نہ ڈھونڈو اُن پر راہ سختی۔

اختلافِ زن و شوہر میاں بیوی میں اختلاف کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دونوں کے خاندان سے ایک ایک انصاف پسند آدمی پنچ مقرر کیا جائے۔ اور وہ صلح کی سعی کریں تو اللہ تعالیٰ دونوں میں موافقت پیدا کردے گا۔[3]

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ

اور اگر اندیشہ ہو دونوں میں اختلاف کا تو مقرر کرو ایک منصف عورت کے خاندان سے اور ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ان کی نیت صلح کرانے کی ہو تو خدا دونوں میں موافقت کرادے گا

اکثر حکم کی نیت طلاق کرا دینے کی ہوتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ

---

[1] احسن التفسیر سورۂ مایدہ رکوع ۱۔ [2] النساء رکوع ۶۔ [3] ایضاً۔

صلح پسند ہے۔ اور بروایت[1] حضرت عبداللہ بن عمرؓ حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کو جو چیز ناپسند ہے وہ طلاق ہے۔ اس لئے درمیانی لوگوں کی حتمنہ کوشش یہی ہونی چاہئیے کہ صلح ہو جائے۔ جس پر خدا نے موافقت منحصر فرمائی ہے۔

والدین۔ رشتہ دار یتیم غرباء ہمسایہ۔ رفیق مسافر۔ لونڈی غلام بروایت حضرت ابوہریرہؓ۔ جس نے والدین کی اطاعت فعلی یا کر خدمت کی جنت کا مستحق ہو گیا۔ بروایت حضرت انسؓ جو رشتے داروں سے بہتر سلوک کرتا ہے اس کے رزق اور عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ بروایت سہل بن سعدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیاں کھڑی کر کے فرمایا یتیم پر شفقت کرنے والا اور میں جنت میں ان انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے۔ بروایت حضرت ابوہریرہؓ غریب کی حاجت روائی میں جہاد کا ثواب ہے۔ بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کی یہاں تک تاکید کی۔ کہ مجھے گمان ہوا شاید ہمسایہ کو شریک وراثت کرنے کا حکم آ جائے گا۔ بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ اللہ کے نزدیک اچھا وہ ہے جو اپنے ساتھیوں سے اچھی طرح پیش آئے۔ ساتھیوں میں بیوی بھی داخل ہے۔ رفیق سفر بھی ہے (اور دوست احباب بھی)۔ بروایت خویلد بن عمرؓ آنحضرتؐ نے فرمایا مسلمان کو چاہئیے کہ مہمان کی عزت اور خاطر کرے۔ اور مسافر سے مراد مہمان ہے۔ بروایت ابوذرؓ ارشاد نبوی ہے کہ لونڈی غلام کو اچھا کھلاؤ پہناؤ اور طاقت سے زیادہ کام نہ لو سخت

[1] احسن التفسیر النساء رکوع ۶ ۔ ۲ ایضاً۔

کاموں میں ہاتھ بٹاؤ۔ یہ تمام ارشادات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیتِ ذیل کی تشریح میں ہیں۔

[1] وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط

اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اور قرابت داروں سے اور یتیموں سے اور غریبوں سے اور قرابت دار پڑوسی سے اور اجنبی پڑوسی سے اور رفیق غیر قرابت دار سے اور مسافر مہمان سے اور ان سے جو تمہارے ہاتھ آ گئے ہوں (یعنی لونڈی غلام)

واضح رہے کہ اس میں احسان کا حکم والدین کی حد تک محدود نہیں۔ بلکہ یہی لفظ اللہ تعالیٰ نے عزیزوں۔ یتیموں۔ غریبوں۔ خاص عام پڑوسیوں۔ دوستوں۔ مہمان مسافروں اور لونڈی غلاموں کے لیے بھی استعمال فرمایا ہے۔

غرور اور خودستائی

مغرور اور اپنی تعریف آپ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ بروئے حدیث خدا کو بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت ہے۔ لیکن متکبر اور شیخی کرنے والا اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم ہو جاتا ہے۔

[2] إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا

یقیناً اللہ محبت نہیں فرماتا مغرور اور شیخی کرنے والوں سے۔

---

[1] النساء رکوع ۶۔ [2] ایضاً۔

ریاکاری اور نمائشی سخاوت — اللہ تعالیٰ کو یہ ناپسند ہے کہ لوگ دکھاوے کے لیے اپنا مال خرچ کریں۔ کیونکہ یہ ریاکاری ہے۔ اور بروایت حضرت ابوہریرہؓ دوزخ ریاکاروں سے سلگایا جائے گا[1]۔

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ[2] — اور وہ لوگ (ناپسند ہیں) جو خرچ کرتے ہیں اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے

انسان کے ساتھ فرشتہ اور شیطان — بروایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہر آدمی کے ساتھ ایک فرشتہ لگا رہتا ہے اور ایک شیطان بھی۔ اچھے برے کام انھیں کے مشورے اور ترغیب دلانے سے ہوتے ہیں۔ شیطان برے کام کراتا ہے اور فرشتہ اچھے کام۔ اس لحاظ سے شیطان برا ساتھی ہے۔ اس سے مخالفت کرتے رہو۔ یعنی برے کاموں سے بچو۔

وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا[2] — اور ہو شیطان جس کا ساتھی اس کا وہ برا ساتھی ہے۔

غسل و تیمم — جب تک شراب حرام نہ ہوئی تھی بحالت نشہ و جنابت نماز پڑھنے کی ممانعت تھی۔ البتہ بغیر غسل کیے مسجد سے گزر جانے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ کیونکہ بعض صحابہ کے گھر کا راستہ مسجد میں سے (ہوکر) تھا ان احکام میں صرف اس قدر تبدیلی ہوئی کہ سورۂ مائدہ میں شراب قطعی حرام کر دی گئی۔

---

[1] حسن التفسیر النساء رکوع ۶۔ [2] النساء رکوع ۶۔

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ[1]

نہ جاؤ نماز کے قریب جبکہ تم بہ نشہ سکاری ہو یہاں تک کہ تم کو معلوم ہو کہ کیا پڑھتے ہو۔

یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ حضرت علیؓ ایک موقع پر امامت فرما رہے تھے اور بوجہ سُکر قراءت میں غلطی ہو گئی۔

اسی سلسلے میں حکم ہے کہ حالتِ سُکر کے علاوہ حالتِ جنابت میں بھی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ جب تک کہ غسل نہ کر لیا جائے۔ البتہ مسجد کے اندر سے جو راستہ ہو اس کو عبور کر سکتے ہیں۔ یہی احکام بحالتِ حیض و نفاس عورتوں سے بھی متعلق ہیں۔ مگر ناواقف لوگ ایسی عورتوں سے بڑا پرہیز کرتے ہیں۔ حالانکہ بروایت حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا مسجد میں سے بوریا اُٹھا لاؤ۔ عرض کی میں حائضہ ہوں تو بہ خفگی ارشاد ہوا کیا حیض تمھارے ہاتھوں میں لگا ہے۔

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ط[1]

اور نہ (نماز پڑھو) حالتِ جنابت میں مگر عبور کر سکتے ہو راستہ (مسجد کا) یہاں تک کہ غسل کر لو۔

اس کے سلسلے میں یہ حکم بھی ہے کہ اگر حالتِ مرض ہو۔ یا سفر جس میں پانی نہ ملتا ہو اور رفع حاجت اور مباشرت کی نوبت آئے تو تیمم کر لو اس طرح کہ پاک زمین (مٹی) پر دونوں ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھ پر پھیر لو۔

[1] النساء رکوع ۷۔ [2] احسن التفسیر النساء رکوع ۷

تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا	سمجھو جو کچھ کہتے ہو اور نہ جنابت جنابت مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک کہ غسل کرلو۔

[۱] یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جبکہ شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بحالت سکر نماز مغرب کی قراءت میں غلطی ہوگئی۔ اور تیمم کے لیے حکم ہے کہ بحالت مرض و سفر و رفع حاجت و مقاربت اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرلو اس طرح کہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر مل لو۔[۲]

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ط	اور اگر ہو تم بیمار یا ہو سفر میں یا آئے تم میں سے کوئی شخص جائے ضرور سے یا قربت کی ہو عورتوں سے پھر نہ پاؤ پانی تو تیمم کرلو پاک مٹی سے پھر ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو۔

جنت میں بیوی

اللہ تعالیٰ نے جنت کے تذکرے میں فرمایا ہے کہ وہاں پاکیزہ اوصاف بیبیاں ملیں گی۔ اُن پاکیزگی سے مراد یہ ہے کہ جنت میں کوئی عورت حیض و نفاس میں مبتلا نہ ہوگی۔[۳]

[۴] لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ز	اُن (اہل جنت) کے لیے ہیں اس میں بیبیاں پاکیزہ۔

[۱] ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی [۲] النساء رکوع ۷ [۳] بحوالہ تفسیر الصاوی رکوع ۳ [۴] البقرہ رکوع ۳۔

امانت جب[1] مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ سے لے کر بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اس موقع پر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے رسول کریم صلعم سے درخواست کی کہ اب یہ کنجی ان دونوں میں سے کسی کو دے دی جائے تاکہ بیت اللہ کی دربانی کا منصب عثمان بن طلحہ کے گھرانے سے ہمارے یہاں منتقل ہوجائے۔ اور بروایت[2] دیگر عثمان بن طلحہ نے خانۂ کعبہ کی کنجی بخوشی پیش نہیں کی تھی بلکہ جب انہوں نے انکار کیا تو حضرت علیؓ نے ہاتھ مروڑ کر چھین لی اور خانہ کعبہ کا قفل کھولا گویا عثمان بن طلحہ کے اس تمرد و سرکشی کے مدنظر حضرت علیؓ اور عباسؓ نے ایسی خواہش کی تھی۔ مگر ابھی آنحضرت صلعم کوئی فیصلہ نہ کرنے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کنجی کو عثمان بن طلحہ کی امانت قرار دے کر یہ آیت نازل فرمائی کہ جس کی امانت اس کو پہونچا دینا چاہیئے۔[3]

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ	بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ پہونچا دو امانتیں حقداروں کو۔

چنانچہ[4] آنحضرت صلعم نے کنجی عثمان بن طلحہ کو واپس کرا کے فرمایا تم کو خدا نے دلوائی ہے۔ اس حکم کا اطلاق ہر امانت پر ہوتا ہے۔ یہاں تک[5] کہ حق اللہ اور حق العباد پر بھی کہ وہ بھی امانت ہے۔ اور عدم ادائی میں خیانت ہے۔ بہرکیف اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا عام حکم ہے کہ ہر شخص کی امانت بجنسہ بغیر کسی قسم کی خیانت کے واپس کرو۔

---

[1] احسن التفسیر [2] تفسیر حقانی جلد سوم [3] النساء رکوع ۸ [4] احسن التفسیر تفسیر حقانی جلد سوم۔ یہ اب تک عثمان بن طلحہ کی نسل میں کلید برداری خانۂ کعبہ کا منصب چلا آرہا ہے ۱۲۔ [5] تفسیر موضح القرآن۔

انصاف

ابوذر رضؓ اس حدیثؐ کے راوی ہیں کہ خود انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بستی کی حکومت مانگی تو آپ نے فرمایا تمھارے مزاج میں ضعف ہے اور حکومت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی امانت ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے یہ حدیثؐ مروی ہے کہ انصاف کرنے والے حاکم کو اللہ تعالیٰ قیامت میں اپنے دائیں جانب نور کے ممبر پر جگہ عطا فرمائے گا۔

معدلت کا مفہوم بہت وسیع ہے ہر آدمی کی زندگی میں ایسی ساعتیں آتی ہیں جب اُس کے کندھوں پر انصاف سے کام لینے کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بہت وسیع معنوں میں ارشاد فرمایا کہ جب تم تصفیہ کرو لوگوں کے درمیان تو تصفیہ کرو انصاف کے ساتھ۔[۳]

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ	اور جب تصفیہ کرو تم لوگوں کے درمیان تو تصفیہ کرو انصاف سے۔
اللہ رسول کے بعد حاکم کی اطاعت[ع]	اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول

کی اور اُس کی جو تم میں حاکم ہو۔ خدا اور رسول کی اطاعت کا مسئلہ تو بالکل عام فہم ہے۔ البتہ اطاعت حاکم کے بارے میں کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ اگر اُس کا حکم خلاف شرع ہو تو کیا کیا جائے؟ اِس کا جواب اِسی آیت کی شانِ نزول سے ملتا ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ	اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی

---

[۱] صحیح مسلم۔ مسند امام احمد۔ [۲] صحیح مسلم۔ نسائی۔ [۳] النساء رکوع ۸۔ [ع] یہ عنوان اس کتاب کی جان ہے اور اس کے اجمال کی تفصیل یہ پوری کتاب ہے اس کے بعد کے حصص میں (ثابت)

وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج	اور جو اہلِ حکومت ہوں تم میں اُن کی۔

امام بخاریؒ[1] نے بحوالہ روایت عبد اللہ ابن عباسؓ اِس آیت کریمہ کی شانِ نزول یہ بتائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن حذیفہؓ صحابی کو سردار بنا کر ایک معمولی لڑائی پر کچھ لوگ نجد کی طرف بھیجے تھے راستے میں کچھ رنجش ہو گئی تو عبد اللہ بن حذافہؓ نے کہا کیا تم لوگوں کو رسول اللہ نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے۔ سبھوں نے کہا ہاں دیا ہے اس پر انھوں نے آگ جلوا کر اُس میں کود پڑنے کو کہا۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے ایک جماعت تو تیار ہو گئی مگر دوسری جماعت نے کہا ہم تو آگ[2] سے بچنے کے لئے ہی آنحضرت صلعم پر ایمان لائے ہیں اُن سے پوچھے بغیر ہرگز یہ فعل نہیں کریں گے۔ جب نبی کریمؐ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا اگر تم آگ میں کود پڑتے تو ہمیشہ آگ میں رہتے۔ مطلب یہ کہ وہ خودکشی ہوتی۔ اور بمضمونِ لَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ بتایا گیا ہے کہ خودکشی کرنے والے پر اُسی طرح کا عذاب ہمیشہ ہوگا۔ جس طرح خودکشی کی جائے گی۔ بہرکیف اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ اولی الامر کا اطلاق اُسی حکم پر ہو سکتا ہے جو کتاب وسنت کے مطابق ہو۔ اور خود اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت فرمادی ہے کہ جب حکم حاکم کی تعمیل زیر بحث ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو یعنی یہ دیکھو کہ وہ حکم قرآن وحدیث کے مغائر تو نہیں ہے۔

خودکشی

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ الخ	پھر اگر جھگڑو تم کسی امر میں تو رجوع کرو اللہ اور رسول کی طرف۔

[1] احسن التفسیر النساء رکوع ۸ [2] آتش جہنم [3] تفسیر حقانی جلد سوم [4] النساء رکوع ۸۔

اس کے علاوہ اَطِیعُوا الرَّسُولَ کے باب میں یہی ایک مثال کافی ہے کہ بروایت عبداللہ بن عباسؓ ایک یہودی اور ایک منافق مسلمان کے درمیان کچھ نزاع تھی یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملاحظے میں مقدمے جانا چاہتا تھا۔ اور منافق کی کوشش تھی کہ یہودیوں کا سردار کعب بن اشرف مقدمے کا فیصلہ کرے۔ بالآخر ہوا یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدمے کی سماعت فرما کر یہودی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ ان دنوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلعم کے حکم سے مدینے کے قاضی تھے۔ منافق اس خیال سے کہ مسلمان سمجھ کر رعایت کریں گے اُن کی عدالت میں فیصلہ دربار رسالت کو مخفی رکھ کر رجوع ہوا۔ اور بدوران سماعت حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ یہودی کے حق میں فیصلہ فرما چکے ہیں تو آپ نے منافق کا سر اڑا دیا۔ اور فرمایا کہ جو شخص اللہ کے رسول کا فیصلہ نہ مانے اُس کا فیصلہ یہی ہے کہ قتل کر ڈالا جائے۔ یہ دیکھ کر دوسرے منافقوں نے پروپیگنڈہ کیا کہ مقتول منافق فیصلہ رسالت پناہی پر راضی تھا۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے حالات سے آنحضرت صلعم کو آگاہ فرماتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

[۲] رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۚ	دیکھتے ہو تم (محمد) منافقوں کو روگردانی کرتے ہیں تم سے ہٹ کر۔

اور اَطِیعُوا اللّٰهَ کے باب میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[۳] علاوہ ازیں بروایت ابوہریرہؓ آنحضر

---

[۱] احسن التفسیر النساء رکوع ۸۔ [۲] النساء رکوع ۹۔ [۳] صحیحین۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری فرمانبرداری کی اُس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی۔[۱]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ راوی ہیں کہ حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری کا کھیت ملا ہوا تھا۔ آبپاشی کا کنواں مشترک تھا۔ پانی کی نزاع کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ زبیر اپنے کھیت کی آبپاشی کے بعد پانی انصاری[۲] کے کھیت کے لئے چھوڑ دیا کریں۔ انصاری نے کہا زبیر آپ کے قرابت دار ہیں اس لئے آپ نے ان کے حق میں رعایتی فیصلہ فرمایا۔ یہ بات حبیب خدا کی خاطر اقدس پہ بہت گراں گزری۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ وہ شخص مسلمان ہی نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم نہ مانے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ[۳]	قسم ہے تمہارے پروردگار کی وہ مسلمان نہ ہوں گے (اے محمدؐ) تا آنکہ تم کو حاکم نہ بنائیں

جنت میں زیارت آنحضرت صلعم

نبی کریم[۴] صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ثوبان اور چند صحابہ نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ دنیا میں جب ہم لوگ آپ کے لئے بے چین ہوتے ہیں تو حاضر خدمت ہو کر جمال نبوی سے مستفید ہو جاتے ہیں۔ مگر جنت میں ایسا موقع ہم کو کیونکر ملے گا۔ جب آپ کے اعلیٰ مقام تک ہماری رسائی نہ ہو سکے گی۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اللہ اور رسول کے فرماں بردار ہیں اُن کی رسائی جنت میں انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین تک ہوا کرے گی۔

[۱] صحاح ستہ [۲] بعض روایات میں ان کا نام حاطب بتایا گیا ہے ۱۲ [۳] النساء رکوع ۹ [۴] بروایت طبرانی و ابن جریر و ابن ابی حاتم

۱ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ الخ	اور جو فرمان بردار ہیں اللہ اور رسول کے وہ ساتھ ہیں اُن لوگوں کے انعام فرمایا اللہ نے جن پر یعنی انبیاء

اس آیت کریمہ میں خوشخبری ہے کہ اہلِ جنت آنحضرتؐ کی زیارت سے مشرف ہوا کریں گے۔

غازی اور شہید اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے۔ وہ شہید ہو یا فتحیاب دونوں صورتوں میں اس کو اجرِ عظیم دیا جائے گا۔

۲ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○	اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں مارا جائے یا غالب آئے ہم اُس کو دیں گے اجرِ عظیم۔

۳ بروایت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین کی لڑائی میں ہر طرح فائدہ ہے۔ خدا کی راہ میں جان دی تو جنت ملی۔ اور زندہ بچے تو عقبیٰ کا اجر پایا۔ اور مالِ غنیمت بھی ملا۔

دنیاوی مفاد دنیا فائدے سے تو خالی نہیں۔ مگر جو فائدہ دنیا سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اُس کی مقدار بمقابلہ عقبیٰ بہت قلیل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۴ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ج	کہہ دو (اے محمدؐ) فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے

۱ النساء رکوع ۹ ۲ النساء رکوع ۱۰ ۳ صحیحین ۴ النساء رکوع ۱۱۔

حدیثِ شریف[1] ہے کہ دریا میں انگلی ڈبو کر نکالنے سے پانی کی جو ذراسی نمی آجاتی ہے۔ دنیا اور عقبیٰ کی مثال بالکل اسی طرح ہے۔ عقبیٰ کا عیش و آرام ایک دریا ہے اور دنیا کا عیش و آرام اُس نمی کے مانند ہے جو انگلی میں لگ کر رہ جاتی ہے۔

موت سے بچ نہیں سکتے

موت کے ڈر سے کوئی جہاد اور جنگ سے گریز کرتا ہے۔ کوئی فضائی اور دریائی سفر میں جان کا خوف محسوس کر کے فریضۂ حج کی سعادت بھی کھو دیتا ہے کوئی اس غلط فہمی میں پڑا ہوا ہے۔ کہ قیمتی ادویہ اور اطبائے حاذق کی مدد سے موت کو روک سکتا ہے۔ حالانکہ موت کا فرشتہ جس آسانی سے غریبوں کے جھونپڑے میں داخل ہوتا ہے اُسی طرح بادشاہوں کے محلوں میں پہونچ کر روح قبض کر لیتا ہے۔

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ[2]	جہاں بھی تم ہو گے پالے گی تم کو موت اگرچہ کہ تم ہو مضبوط قلعوں میں

بُرا بھلا انجام منجانب اللہ

یہود اور منافقوں کے ماحول سے متاثر ہو کر بعض کچے مسلمان یہ خیال کر بیٹھے کہ جنگِ بدر میں فتح خدا کی قدرت سے حاصل ہوئی اور جنگِ احد کی لڑائی میں جو نقصان ہوا اُس کا باعث ذاتِ رسالت پناہی ہے اِس خیال کی اللہ تعالیٰ نے تردید اِس آیت سے فرمائی۔ کہ

قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ[3]	کہو (اے محمدؐ) سب اللہ کی طرف سے ہے

---

[1] صحیح مسلم۔ [2] النساء رکوع ۱۱ [3] ایضاً۔

اِس سے معلوم ہوا کہ ہر کام کے اچھے بُرے انجام کو انسانی طاقت یا کوتاہی پر محمول نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ نتائج ہمیشہ اور ہر قسم کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے برآمد ہوتے ہیں۔

نفع منجانب خدا نقصان منجانب انسان

آدمی کو جب کوئی نفع پہونچتا ہے تو اُسے اپنی جد وجہد قوت عمل اور ذاتی استعداد پر محمول کرتا ہے۔ اور جب نقصان اُٹھاتا ہے۔ تو جھٹ اُسے خدائے پاک سے منسوب کر دیتا ہے۔ مانا کہ ضرر پہونچانے پر صرف خدا ہی قادر ہے مگر وہ اپنے بندوں کو نقصان پہونچانا نہیں چاہتا۔ یہ خود اپنے اعمال کی بدولت نقصان اُٹھاتے ہیں۔ لہٰذا ہر بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا چاہئے۔ اور ہر بُرائی کا تعلق انسان کے نفس سے ہے۔

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ [1]	ہے جو تجھ کو پہونچے بھلائی وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھ کو پہونچے بُرائی وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

رسالتِ محمدی

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ سے اللہ تعالیٰ نے خود اِس بات کا انکشاف فرمایا ہے کہ اُس نے ہر قوم میں جُدا جُدا ہادی بھیجے تھے اور ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی زمانے میں متعدد انبیاء خدا نے مبعوث فرمائے۔ حضرت ایوبؑ [2] اور حضرت شعیب علیہم السلام ہم عصر انبیاء تھے۔ اِسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام جب مصر پہونچے تو حضرت یوسف علیہ السلام وہاں کے نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی علیٰ ہٰذا

---

[1] النساء رکوع ۱۱ [2] تاریخ ابن اثیر۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام کی مثال بھی موجود ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امتیاز خصوصی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کے لئے مبعوث فرمایا۔ جیسا کہ خود فرماتا ہے۔ [1]

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا	اور بھیجا ہم نے تم کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر۔

آپؐ کی رسالت ملک عرب کی حد تک محدود نہیں۔ بلکہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کوئی خطہ اور کوئی مقام آپ کے دائرہ رسالت سے باہر نہیں۔ ہر رنگ و نسل اور ہر قوم و ملت کے انسانوں نے جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے نعمتِ اسلام لکھی آپ کی رسالت سے فائدہ اٹھایا اور قیامت تک اٹھائیں گے (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ)

رسول اللہ کی فرمانبرداری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس نے اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اُس نے خدا کی نافرمانی کی بعض منافقین نے یہ احکام الٰہی سُن کر کہا اس میں تو شرک ہے۔ مگر یہ نہ دیکھا کہ یہاں اطاعت کا لفظ جسے اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے اس قدر معنوی وسعت رکھتا ہے۔ کہ احکام قرآنی جو آنحضرت کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئے ہیں اور احادیث صحیحہ جو حضور کے ارشاداتِ عالیہ ہیں دونوں پر حاوی ہے۔ [2] نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ جو شخص آنحضرتؐ کے احکام سے سرتابی کرے آپ اُس کے حق میں محافظ اور رسول نہیں ہیں۔ [3]

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ	جس نے رسول کی اطاعت کی اطاعت اُس نے اللہ کی

---

[1] النساء رکوع ۱۱ [2] تفسیر مواہب الرحمٰن۔ [3] النساء رکوع ۱۱۔

وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ

اللہ کی اور جو روگردانی کرے ہم نے نہیں بھیجا تم کو اُس کا محافظ بنا کر۔

توکل علی اللہ اکثر آدمی زبانی قیل وقال تو بہت کچھ کرتے ہیں مگر سچ پوچھو تو اُن کا دل خدا سے زیادہ مخلوقِ خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔ آج کل یہ بات بہت عام ہو گئی ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ ہر سبب کا مسبب خدا کے سوا کوئی نہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ توکل اپاہجوں کا کام ہے۔ قوتِ عمل سے کام لینا چاہئے۔ حالانکہ عمل کے ساتھ توکل لازم وملزوم ہے۔ جس عمل میں خدا پر بھروسہ ہو اُسی میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ وکیل[۱] وہ ہے جس کے سپرد اپنا کام کر دیا جائے اور یہی کام عمل ہے۔

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝

اور بھروسہ کر اللہ پر اور کافی ہے اللہ کام بنانے والا۔

سفارش بعض لوگ جائز اور سچی سفارش کرنے میں گریز اور بخل سے کام لیتے ہیں اور بعض لوگ دیدہ ودانستہ ناجائز اور جھوٹی سفارش کر کے اللہ کے بندوں کو ضرر پہونچانے میں ظالموں اور نااہلوں کی مدد کرتے ہیں۔ شفع[۲] بہ معنی جفت جس سے شفاعت (سفارش) مشتق ہے۔ گویا جس کی سفارش کی جاتی ہے اُس کو اپنی ذات میں ملا لیا جاتا ہے۔

---

[۱] تفسیر مواہب الرحمٰن ۵ النساء رکوع ۱۱۔

۱ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا

جو کوئی سفارش کرے اچھی ہوگا اُس کے لیئے حصہ ثواب اُس میں اور جو کوئی سفارش کرے بُری اُس کے لیئے حصہ عذاب ہوگا اس میں

یعنی جائز و ناجائز سفارش کے جو اچھے بُرے نتائج برآمد ہوتے ہیں اُس کے ثواب اور عذاب میں اللہ تعالیٰ نے سفارش کنندہ کا بھی حصہ رکھا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اسماءؓ سے روایت[۲] ہے کہ اُن کی والدہ حالتِ شرک میں اپنی بیٹی سے ملنے کے لیئے مکہ سے مدینے آئیں اور بیٹی کو دینے کے لیئے کچھ تحفے لائیں۔ حضرت اسماءؓ نے منکر ماں سے ملنے اور تحائف قبول کرنے سے انکار کردیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسماءؓ سے سفارش فرما کر ماں بیٹی کی ملاقات کرادی اور تحفے بھی قبول کرائے۔ ایک قریشی عورت[۳] کا ہاتھ بعلت سرقہ کاٹنے کا حکم ہوا۔ اِس پر ایک صاحب نے آنحضرت صلعم سے سارقہ کی سفارش کی۔ آپ نے غضبناک ہوکر فرمایا اگر بالفرض محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ چوری کرتی تو اُس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا۔

سلام سلام کا طریقہ نہایت قدیم اور اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس میں باری تعالیٰ کے وجود اور بندوں کو سلامتی عطا کرنے کی قدرت کاملہ کا اعتراف ہے۔ سب سے[۴] پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ایماء سے فرشتوں کو مخاطب

۱ النساء رکوع ۱۱۔ ۲ صحیحین ۳ احسن التفسیر ۔ ۴ تاریخ ابن اثیر۔

کر کے کہا السلام علیکم۔ اور فرشتوں نے جواب زیادہ کیا السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عرب[1] میں اسلام سے پہلے حیاک اللہ کہنے کا دستور تھا۔ یعنی خدا تجھے زندہ رکھے۔ مگر زندگی کے لئے سلامتی ضروری ہے۔ اس لئے اسلام نے سلام علیک کا جامع طریقہ جاری کیا۔ سلام سنت کفایہ ہے یعنی جماعت میں سے ایک شخص بھی کرے تو کافی ہے۔ اور سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے یعنی جماعت میں سے ایک شخص بھی جواب دے دے تو سب کی طرف سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سوار پیدل کو چھوٹا بڑے کو سلام میں پہل کرے۔ اور کوئی شخص کسی کا سلام پہنچائے تو جواب دیں کہ وعلیک وعلیہ السلام (تجھ پر اور اس پر سلامتی ہو)۔ بعض مورخین اسلام کی تحقیق یہ ہے کہ پہلے[2] سلام کی جگہ سجدہ تھا۔ اور حضرت آدمؑ کو تمام ملائکہ نے بحکم باری تعالیٰ جو سجدہ کیا وہ بمنزلہ سلام تھا چنانچہ اسی پر عمل کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد اور بھائیوں نے دربار میں پہنچ کر یوسفؑ کو بجائے سلام کے سجدہ کیا۔ مگر امت محمدیہ کے لئے یہ طریقہ برخواست کر کے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب تم کو کوئی سلام علیک کہے تو تم اس سے بہتر جواب دو۔ یعنی کہو وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا الٹ کر وعلیکم السلام کہہ دو۔

[3] وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ

اور جب کوئی تم کو دعائے حیات دے (سلام کرے) تو تم بھی دعائے حیات دو (سلام کرو) اُس سے بہتر یا وہی الٹ کر کہہ دو۔

منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ[4] احد کے لئے ایک ہزار کا لشکر تیار فرمایا تھا جس میں سے عبداللہ بن ابی منافق اپنے تین سو آدمیوں کو بہکا کر مدینہ واپس لے آیا۔

---

[1] تفسیر مواہب الرحمٰن [2] تاریخ ابن اثیر حصہ اول آدم کو سلام کی تعلیم دی گئی ۱۲ [3] النساء رکوع ۱۱ [4] مسند امام احمد حنبل۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ کچھ لوگ مسلمان ہو کر مدینے میں رہ پڑے تھے۔ جب یہاں کی آب و ہوا ناموافق ہوئی تو جاکر مشرکوں سے مل گئے۔ مگر مسلمانوں کو باور کراتے رہے کہ مسلمان ہیں۔ تیسرے وہ لوگ جو مکہ میں داخل اسلام ہو کر مشرکوں سے ملے ہوئے تھے اور ہجرت کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ ایسے لوگوں کے متعلق مسلمانوں کی دو جماعتیں مختلف الرائے تھیں۔ ایک[1] جماعت کا خیال تھا کہ بہر حال کلمہ گو ہیں دوسری جماعت کہتی تھی کہ یہ مرتد اور قابلِ گردن زدنی ہیں مگر آنحضرتؐ[2] خاموش اور منتظر حکم الٰہی تھے۔ یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مسلمانو تم کو یہ کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں تم دو جماعتوں میں بٹ گئے ہو حالانکہ اللہ نے منافقوں کو اسلام سے خارج کر دیا ہے ان کی بداعمالی کے باعث لہٰذا تم ان پر اعتماد نہ کرو ان سے سروکار نہ رکھو۔ اگر وہ نیک نیتی اور صدقِ دل سے تمہارا ساتھ نہ دیں تو فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ[3] (ان کو پکڑو اور قتل کرو)

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ط الخ	تم کو کیا ہو گیا (مسلمانو) کہ منافقوں کے باب میں دو گروہ بن گئے ہو حالانکہ ان کو اللہ نے الٹ دیا ان کی منافقت کے باعث۔

قتل امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک قتل کی تین قسمیں ہیں (۱) قتلِ عمد۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو ایسی چیز سے عمداً قتل کیا جائے جس سے آدمی عادتاً ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس میں قاتل کو قصاص کی سزا دی جاتی ہے اور خون بہا کے سوا اونٹ ہوتے ہیں۔ (۲) قتلِ خطا۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ کوئی قتل غلطی سے واقع ہو جائے اس میں خون بہا کے علاوہ غلام آزاد کرنے کا حکم ہے جس کی استطاعت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے سے اس کا بدل ہو جاتا ہے اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلا دینا کافی ہے۔ (۳) قتل شبہ عمد۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو ایسی چیز سے ضرب پہنچائی جائے جس سے عادتاً

[1] تفسیر مواہب الرحمٰن [2] اصادر گوع ۱۲ [3] ایضاً [4] مواہب الرحمٰن [5] ایضاً [6] یہ کفارہ کہلاتا ہے ۱۲

آدمی مرتا نہیں۔ مگر اتفاقاً ہلاک ہو جائے تو یہ قتل عمد کے مشابہ ہوگا۔ اس[1] میں دیت ہے یعنی خون بہا کے سو اونٹ جو نہ ملیں تو دینار و درم کی صورت میں دی جا سکتی ہے۔ اور اونٹوں کی قسم وار تعداد کتب فقہ میں مندرج ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک قتل شبہ عمد ثابت نہیں ہے۔ مگر بعض احادیث کی رو سے شریعت میں اس کا وجود پایا جاتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے گا۔ اس کا ٹھکانا ہمیشہ کے لئے جہنم ہے۔ اور وہاں اس پر شدید عذاب ہوگا۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا الخ | اور جو قتل کرے مسلمان کو عمداً اس کی سزا ہے دوزخ جس میں ہمیشہ رہے گا۔

مشرکوں[2] کے قبیلے بنی سلیم پر مسلمانوں نے جب چڑھائی کی تو وہاں مرداس بن نہیک نامی ایک در پردہ مسلمان سلام علیک کہہ کر مسلمانوں کی طرف آئے اسامہ بن زید نے اس خیال سے کہ دھوکا دے رہا ہے مرداس کو قتل کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ بغیر تحقیق کے کسی کو مشرک سمجھ کر قتل کرنا اللہ کی مرضی کے خلاف ہے۔ کیا مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ اوائل اسلام میں اکثر لوگ اپنی کمزوری کے باعث در پردہ مسلمان تھے۔

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ الخ | تم ایسے ہی تھے اس سے پہلے۔

اس پر آنحضرت صلعم اسامہ پر برافروختہ ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی یہ قتل خطا تھا۔ مگر ایک دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ محکم[3] بن جثامہ نے عامر بن اضبط کو باوجود سلام علیک کرنے کے ایام جاہلیت کی دشمنی کے باعث قتل کر دیا۔ اس موقع پر آنحضرتؐ نے استغفار نہیں کی۔ اور تھوڑے دنوں بعد جب محکم کا انتقال ہوا تو تدفین کے بعد زمین نے لاش کئی دفعہ باہر نکال کر پھینک دی پالآخر اس کو یونہی پہاڑوں میں ڈال دیا گیا۔ اور اوپر سے چند پتھر ڈھانک دیئے گئے۔ یہ قتل عمد کا نتیجہ تھا جس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ زمین میں تو محکم سے بھی زیادہ برے لوگوں کا ٹھکانا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے محکم کے اس حال سے

[1] تفسیر مواہب الرحمٰن [2] احسن التفاسیر [3] النساء رکوع ۱۳

تم کو اللہ جل کے لئے نصیحت فرمائی ہے۔

اِن واقعات میں ایسے مسلمانوں کے لئے کافی درس ہے۔ جو باہمی کشت وخون کو معمولی بات سمجھتے ہوں۔ درحالیکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ یہ مسلمان کا کام نہیں کہ اس کے ہاتھ سے کوئی مسلمان قتل ہو۔ بجز اس کے کہ نادانستہ غلطی ہو جائے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً ۚ[1]	اور یہ کام مسلمان کا نہیں کہ وہ قتل کر دے کسی مسلمان کو لیکن غلطی سے۔

مسلمان کے مقابلے میں کافر کی مدد جو لوگ مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کی مدد کرتے ہیں اُن کا خاتمہ اسلام پر نہیں ہوتا۔ فرشتے قبض روح کے وقت پوچھتے ہیں تم نے یہ کیا کیا؟ تو عذر کرتے ہیں ہم اپنے ملک میں بمقابلہ کفار مغلوب و مجبور تھے تو فرشتے جواب دیتے ہیں کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی۔ تم کو چاہیئے تھا کہ وطن چھوڑ دیتے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۚ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ الخ	کہتے ہیں کیا نہ تھی زمین اللہ کی وسیع تم کو جلا وطن ہو جانا چاہیئے تھا یہاں سے پس ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔

ہجرت[2] فتح مکہ سے پہلے تو ہجرت شرط اسلام تھی سوائے ضعیف، مردوں عورتوں اور بچوں کے جو سفر نہ کر سکتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہجرت کرنے میں مسلمانوں کے لئے بہت بہتری ہے

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ	اور جو ہجرت کرے اللہ کی راہ میں پائے گا زمین پر بہت جگہ اور بہت گنجائش۔

نماز قصر[3] بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی نجار کے بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم لوگ اکثر سفر میں رہتے ہیں۔ نماز کیونکر پڑھا کریں اس پر اللہ تعالیٰ نے سفر کی حالت میں مسلمانوں کی آسانی کے لئے نماز قصر کرنے کے احکام نازل فرمائے بروایت انس[4] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین یا نو میل کی مسافت کے سفر میں نماز قصر فرماتے

[1] النساء رکوع ۱۳ [2] ایضاً رکوع ۱۴ [3] احسن التفسیر [4] صحیح مسلم۔

دشمن سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیئے اور اپنی حفاظت کرنا ہر شخص کا فرض ہے خصوصاً کھلے ہوئے دشمن سے۔

ترجمہ	آیت
اور بلاشبہ کفار ہیں تمہارے علانیہ دشمن۔	۱ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝

ہر حالت میں ذکر الٰہی — اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نماز کے بعد ہر حالت میں جبکہ تم کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں یا کروٹ لیٹے ہوں خدا کا ذکر کرتے رہو۔

ترجمہ	آیت
اور جب تم نماز پوری کر لو تو کرو ذکر اللہ کا کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے۔ اور کروٹ لیٹے ہوئے۔	۲ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج

نماز کا وقت معینہ — اکثر لوگوں نے نماز کو قضا کر کے پڑھنا ایک معمولی بات سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نماز کا وقت معین ہے لہذا اہم کام انتہائی امکانی کوشش بروقت نماز ادا کرنے میں صرف کر دینی چاہیئے۔ باقتضائے بشریت مجبوری سے قضا پڑھنی پڑ جائے تو اور بات ہے۔ اس کے لیئے بھی حکم ہے کہ اپنی قضا نماز کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔

ترجمہ	آیت
بے شک نماز ہے۔ کہ جو مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے وقت مقررہ کے ساتھ۔	۳ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝

۱ النساء رکوع ۱۵۔ ۲ ایضاً۔ ۳ ایضاً۔

چوری اور چور کی طرفداری

قتادہ[1] بن نعمان صحابی کے یہاں طعمہ بن ابیرق نو مسلم نے چوری کی۔ اندھیری رات میں ایک تھیلا لے بھاگا۔ جس میں آٹا اور زرہ تھی۔ پہنچتے تڑکے قتادہ جاگے تو پتہ چلا۔ محلے کے مسلمان ہمدردی میں جمع ہو گئے۔ چور نے مسروقہ تھیلا زید بن یسین یہودی کے گھر راتوں رات لے جا کر چھپا دیا تھا۔ اس کی خبر نہ تھی کہ تھیلے میں ایک سوراخ ہے۔ جس میں سے آٹا گرتا جا رہا ہے اور قتادہ کے گھر سے یہودی کے مکان تک ایک لکیر پڑ گئی ہے جو چور کا سراغ لگانے کے لئے کافی تھی۔ چنانچہ یہ سب لکیر پر چل کر یہودی کے گھر پہنچے۔ اور اس کو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ یہودی نے طعمہ کا نام ظاہر کر دیا۔ اور طعمہ نے انکار کر کے جھوٹی قسم کھائی اور اس کے قبیلے کے لوگوں نے باہمی مشورہ کے بعد طعمہ کے حق میں جھوٹی گواہی دی اور طرفداری کی۔ اس روداد سے یہودی پر سرقہ کا الزام ثابت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودی پر برافروختہ ہوئے اور اس کے خلاف رائے قائم فرمائی کہ اس نے ایک مسلمان کے یہاں چوری کی اور دوسرے مسلمان پر الزام لگا دیا۔ گو وہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔ اور ابھی کچا تھا۔ مگر احکام اسلام کے مطابق حلف لے کر شہادت پیش کر دی تھی۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بے گناہ تصور فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔ کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے تاکہ اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بصیرت سے کام لے کر لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔ اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے

---

[1] احسن التفسیر النساء رکوع ١٦۔ [2] تفسیر موضح القرآن۔

اجتہاد

کسی کی مخالفت نہ کریں۔ اب اجتہاد اجو کچھ ہو گیا ہے۔ اس پر اللہ تعالے سے استغفار کیجئے۔

تحریف دوسرا پہلو منتقل

انا انزلنا الیک الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰىک اللہ ط ولا تکن للخآئنین خصیما ۝ واستغفر اللہ ط

بے شک ہم نے نازل کی ہے تم پر کتاب سچائی کے ساتھ تاکہ انصاف کرو لوگوں کے درمیان اللہ کی دی ہوئی بصیرت سے اور نہ بن جا خائنوں کی طرف سے لڑنے والے اور اللہ سے معافی مانگو۔

اسی واقعہ کے ضمن میں یہ بھی حکم ہوا کہ آپ اُن لوگوں کی طرف سے نہ لڑیں جنھوں نے چوری کر کے خود اپنا نقصان کر لیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے گنہ گار کو پسند نہیں فرماتا۔

ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم ط ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیما ۝

اور مت لڑو اُن لوگوں کی طرف سے جو خیانت کرتے ہیں اپنے نفس کے ساتھ بے شک اللہ پسند نہیں کرتا خیانت کرنے والے گنہگار کو۔

ہر گناہ پر خدا کی نظر

طعمہ اور اُس کے خاندان والوں نے چوری کا کیا چھپانے کی کوشش کی تھی اس پر ارشاد باری ہوا کہ لوگوں سے کوئی بات چھپائی جا سکتی ہے۔ مگر خدا سے نہیں۔

یستخفون من الناس ولا

چھپا سکتے ہیں لوگوں سے اور نہیں

لہ النساء رکوع ۱۶۔ سے ایضاً۔ سے ایضاً۔

چھپا سکتے اللہ سے۔	یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰہِ الخ

طعمہ کے حمایتی لوگوں کی طرف اشارہ کرکے مزید ارشادِ باری ہوا کہ یہ لوگ دُنیا میں چور کی حمایت پر زور دیتے ہیں لیکن چور کی طرف سے قیامت کے دن خدا سے کون لڑے گا۔ اور وہاں کون ایسا شخص ہوگا۔ جو چور کی وکالت کرسکے گا۔

جھگڑتے ہیں طرفدارانہ دُنیاوی زندگی میں پھر کون جھگڑا کرے گا اللہ سے ان کے لئے قیامت کے دن یا وہ کون ہوگا جو اِن کی وکالت کرے گا۔	جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝

غیر مسلموں کے ساتھ انصاف طعمہ کے مقدمے میں اُس کے اہلِ خاندان نے جھوٹی گواہی دے کر یہودی کے خلاف ایسی روئداد کھڑی کردی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خلاف رائے قائم کرنے پر مجبور ہوگئے جس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اگر خدا کا فضل آپ پر نہ ہوتا تو آپ کو انھوں نے مغالطہ دے ہی دیا تھا۔ مگر وہ آپ کو نہیں بلکہ اپنے نفس کو مغالطہ دے رہے تھے۔ اور وہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو بَری فرما کر مسلمان کو بعلت سرقہ ہاتھ کاٹنے کی سزا دی۔ جس سے ڈر کر وہ مدینہ سے بھاگ گیا اور مرتد ہوکر مرا۔ یہ بھی اُس پر خدا کی ایک مار تھی کہ اسلام کی نعمت سے محروم ہوگیا۔

[1] النساء رکوع ۱۶۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ[1]	اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ کا فضل و کرم تو تیار ہو گیا تھا ایک گروہ ان میں سے کہ تم کو مغالطہ دے دے۔ اور وہ مغالطہ نہیں دیتے مگر اپنے نفسوں کو۔ اور تم کو نقصان نہیں پہونچا سکتے ذرا بھی۔

ذاتیات سے دلچسپی لوگوں کے خانگی امور میں حصہ لینا سرگوشیاں کرنا یا خفیہ مشوروں میں شریک ہونا کوئی نیکی نہیں ہے بجز اس کے کہ جو فیصلہ کرے نیکی کے ساتھ اور علانیہ احکام شرع کے مطابق اور لوگوں میں باہم مصالحت کرانے کے لئے اور جو ایسا کرے کسی فرد کی خاطر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے تو اس کے لئے خدائے پاک نے اجر عظیم رکھا ہے۔ مثلاً بروایت ابو درداؓ صحیح حدیث[2] ہے کہ مسلمانوں میں صلح کرانا نفل نماز و روزہ اور صدقے سے بہتر ہے۔ اور بروایت انس بن مالکؓ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو ختم کر دیتا ہے۔ جو کہ زیادہ تر روز قیامت آئے گا

[3] لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ	نہیں ہے بھلائی بہت سی نجی باتوں میں سوائے اس کے کہ جو فیصلہ کرے نیکی کے ساتھ اور پسندیدہ مقبول عام اور صلح کرانے کے لئے لوگوں [illegible] اور جو یہ کام کرے صرف حصول خوشنودی [illegible]

---

[1] النساء رکوع ۱۷۔ [2] حسن التفسیر النساء رکوع ۱۷۔ [3] النساء رکوع ۱۷

اللّٰہ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ | اللہ کے لیئے تو ہم اُس کو دیں گے اجر عظیم

گمراہوں کا عروج

گمراہوں کے عروج اور شان و شوکت سے لوگ متاثر ہو کر سوچنے لگتے ہیں کہ آخر خدا ان پر کیوں اتنا مہربان ہے۔ ان پر غضب کیوں نازل نہیں ہوتا۔ مگر یہ مہربانی نہیں قہر اور شکر میں ملا ہوا زہر ہے۔ ارشادِ باری ہے کہ جو دانستہ رسول اللہ کی مخالفت کرے گا۔ یعنی آپ کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرے گا اور مسلمانوں کے شرعی راستے سے ہٹ کر چلے گا۔ تو ہم اُس کو موقع دیں گے کہ جو کچھ کرتا ہے کرتا رہے۔ اور بالآخر دوزخ میں ڈال دیں گے۔[1]

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط

اور جو مخالفت کرے رسول کی بعد اس کے کہ اُس پر ظاہر ہو گئی راہ راست اور چلے ہٹ کر مومنوں کے راستے سے تو ہم ڈال دیں گے اُدھر ہی جدھر اُس کی توجہ ہے اور اُس کو داصلِ جہنم کریں گے۔

شرک

شرک وہ ہے جو خدا کے سوا عبادت میں کسی اور کو شریک کرے۔ جیسے کہ بُت پرست وغیرہ ہیں۔ جو کبھی بخشے نہ جائیں گے شرک کے سوائے بقیہ تمام گناہ اللہ تعالیٰ چاہے تو بخش دے گا۔[2]

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ط

بے شک اللہ نہیں بخشتا اُس کو جو شریک ٹھہرائے کسی کو اُس کے ساتھ اور بخش دیتا ہے ایسے کے سوا جس کو وہ چاہے

[1] النساء رکوع ۱۷۔ [2] النساء رکوع ۱۸۔

ہوا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے کہ شیطان نے یوں کہا۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ط [1]	میں ان کو حکم دوں گا کہ بدل ڈالیں اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو

عمل نیک میں مرد عورت مساوی

عورت جنت میں اسی وقت جا سکے گی جبکہ مرد کی طرح اس کے اعمال بھی نیک ہوں۔ مثلاً عموماً عورتیں اپنے عمل سے یہ ظاہر کرتی ہیں کہ مرد کا نماز پڑھ لینا کافی ہے۔ اور بہت سی برائیاں عورتوں میں ایسی پائی جاتی ہیں جو مردوں میں نہیں ہوتیں۔ حالانکہ ارشادِ باری ہے کہ جنت میں وہی جائے گا جو نہ صرف مسلمان ہو بلکہ اعمال بھی اچھے رکھتا ہو۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت یہ قانون نہ بنتا تو عورت جنت میں مرد کا ساتھ نہ دے سکتی۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ٥ [2]	اور جو نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ داخل ہوگا جنت میں اور اس پر ذرا بھی سختی نہ ہوگی۔

ملتِ ابراہیم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہتر دین یہی ہے کہ آدمی خدا کی طرف سر جھکا دے۔ اور نیکی کرنے والا ہو اور ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چلے جو سیدھا راستہ ہے اور

---

[1] النساء رکوع ۱۸۔ [2] ایضاً۔ [3] تنگاف تخم کھجور ۱۲۔

یہ بھی فرما دیا کہ اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنایا ہے۔ گویا دینِ حنیف خدا کے دوست کا ہے۔ اور دوسرے ادیان خدا کے دشمن کے ہیں۔ حنیف سیدھے راستے کو کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے نام کے ساتھ لفظ حنیف استعمال فرمایا۔ اس لیے اہلِ سنت والجماعت اپنے کو حنفی کہتے ہیں اور ملتِ ابراہیمؑ کے پیرو ہیں۔

حنفی کی تعریف

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۝[1]	اور اس سے اچھا دین کس کا ہوگا جو جھک گیا ہے اللہ کی طرف اور وہ نیک کام کرتا ہے۔ اور پیرو ہے ابراہیم کے سیدھے راستے کا۔ اور بنایا اللہ نے ابراہیم کو دوست۔

صلح

اللہ تعالیٰ نے صلح کی تعریف فرمائی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ صلح اچھی چیز ہے۔ غور کیجئے کہ پھر صلح میں آدمی کی بھلائی کیوں نہ ہوگی۔

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ[2]	صلح اچھی چیز ہے۔

تعلقاتِ ازدواجی میں مصالحت

اُمّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا[3] جب بہت ضعیف ہوگئیں تو اس احتمال سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں چھوڑ نہ دیں۔ اس امر پر مصالحت کرلی کہ اُن کی باری کی رات اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی جائے اس پر ارشادِ باری ہوا

---

[1] النساء رکوع ۱۸۔ [2] ایضاً رکوع ۱۹۔ [3] احسن التفسیر النساء رکوع ۱۹۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط[1]

پس گناہ نہیں دونوں پر کہ مصالحت کریں آپس میں بطور صلح۔

عورتوں میں مساوات

چونکہ محبت ناقابلِ تقسیم ہوتی ہے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ محبت یکساں عورتوں میں بانٹی جائے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمادیا کہ تم چاہو بھی تو عورتوں میں عدل نہیں کر سکتے۔ مگر ایسا بھی نہ ہو کہ کسی ایک ہی طرف جھک جاؤ اور دوسری بے چاری معلق ہو جائے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْآ اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ط[2]

اور نہیں کر سکو گے تم عدل درمیان عورتوں کے اگرچہ چاہو بھی مگر نہ متوجہ ہو جاؤ کامل توجہ کے ساتھ کہ ہو جائے وہ (دوسری) معلق

عقدِ ثانی

اکثر مرد اور عورتیں باوجود عذرِ شرعی تفریق سے اس لیئے ڈرتے ہیں کہ معلوم نہیں آئندہ کیسے شوہر یا بیوی سے سابقہ پڑے۔ یہاں تک کہ طلاق یا وفات کی وجہ سے زن و شوہر میں جو جدائی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد بھی اس خوف سے کہ معلوم نہیں کیسی عورت یا کیسا شوہر ملے۔ عمریں یوں ہی گزار دی جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے جسمانی و روحانی اذیت کے علاوہ اکثر بے پناہ لغزش ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر میاں بیوی

---

[1] النساء رکوع ۱۹۔ [2] النساء رکوع ۱۹۔

جُدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے دونوں کو اپنی اپنی جگہ مستغنی اور بے پروا بنا دے گا۔ کیوں کہ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے اور وہ بڑا صاحب تدبیر ہے۔

اگر دونوں جُدا ہو جائیں تو اللہ مستغنی کر دے گا ہر ایک کو اپنی وسعتِ کرم سے اور ہے اللہ بڑی وسعت اور بڑی حکمت والا۔	[1] وَاِنۡ يَّتَفَرَّقَا يُغۡنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنۡ سَعَتِهٖ ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيۡمًا‏ ۝

ناچاقی زن و شوہر

اِس آیت کی تفسیر میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے لیئے صلح کو پسند فرماتا ہے۔ اور باہمی موافقت و اچھے برتاؤ کا اجر ملے گا۔ مگر ناچاقی اِس قدر بڑھ جائے۔ کہ عورت معلق ہی ہو کر رہ جائے تو بہتر یہ ہے کہ اُس کو چھوڑ دو تاکہ وہ دوسرا نکاح کرے اور تم بھی اپنا دوسرا عقد کر لو۔ اللہ تعالیٰ دونوں کا بندوبست کرنے پر قادر ہے۔

[2] بروایت مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ ترمذی حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے ابو سلمہ سے بہتر شوہر ملنے کی اُمید نہ تھی پھر اللہ کے فضل سے میرا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

اللہ کافی وہ لوگ ذرا بھی عقل نہیں رکھتے جو خدا کو چھوڑ کر غیر حق کی طرف جھکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد ہے کہ وہ کارسازی کے لیئے کافی ہے۔

اور اللہ کافی کارساز ہے۔	[1] وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا‏ ۝

[1] النساء رکوع ۱۹۔ [2] حصن الحصین النساء رکوع ۱۹۔

دین و دُنیا

عقبیٰ بھی خدا کا مُلک ہے اور دُنیا بھی خدا کا مُلک ہے ہمارے نزدیک دونوں اہم ہیں۔ دین کے لیئے دُنیا کو چھوڑ دینا یا دُنیا کے لیئے دین سے ہاتھ دھو لینا اسلام تو نہیں سکھاتا اللہ تعالیٰ نے دُنیا کا ثواب بھی رکھا ہے اور آخرت کا بھی۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ جو لوگ اپنے عمل سے صرف دُنیا ہی طلب کریں گے اُن کو دُنیا ہی ملے گی اور جو آخرت سے بے پرواہی کریں گے اُن کی عقبیٰ تباہ ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ دین و دُنیا دونوں کے لیئے جدوجہد کر کے اللہ تعالیٰ کے وعدے سے فائدہ اُٹھایا جائے واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے ارادے سے خوب واقف ہے وہ جانتا ہے کہ کونسا کام یہ آدمی محض دُنیا کے لیئے کرتا ہے اور کونسا کام آخرت کے لیئے اور اسی لحاظ سے ثواب دیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی نیکی صرف شہرت اور نام و نمود کے لیئے کی جائے تو بے شک اللہ تعالیٰ یہ مقصد پورا فرما دے گا۔ مگر آخرت میں اس کے لیئے کیا ہو سکتا ہے جب کہ آخرت کے لیئے ہم نے وہ کام کیا ہی نہیں۔

[1] مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ۝	جو چاہتا ہے ثواب دُنیا (اس کو معلوم ہونا چاہیئے) کہ نزدیک اللہ کے ثواب دُنیا بھی ہے اور ثواب آخرت بھی اور ہے اللہ سننے والا اور دیکھنے والا۔

[1] النساء رکوع ۱۹۔

حق بات

کوئی انصاف کی بات یا گواہی ماں باپ یا عزیز و اقارب یا کسی بااثر آدمی یا اپنی ذات کے خلاف پڑتی ہو تو لوگ اُس کا اظہار نہیں کرتے۔ یا کسی فقیر پر ترس کھا کر امیر کے مقابلے میں اس کی جھوٹی طرفداری کرتے ہیں مسلمانوں کو ان باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اور حکم ہے کہ چاہے کچھ ہو حق بات کہنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ کوئی امیر ہو یا غریب ہر شخص کا تعلق تم سے زیادہ خدا سے ہے۔

کُونُوا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ج اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا قف فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا [1]

رہو مضبوط منصفانہ (حق بات کہنے) گواہی دینے پر اللہ کے لئے خواہ ذاتی نقصان ہو یا ماں باپ اور قرابت داروں کا اور چاہے وہ امیر ہو یا فقیر اللہ سے اُن کے تعلقات تم سے کہیں زیادہ ہیں مت تابع ہو جاؤ نفس کے بجائے اس کے کہ انصاف کرو۔

اللہ۔ ملائکہ۔ کتب آسمانی رسول اور قیامت پر ایمان

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں کو حکم ہے۔ کہ وہ اللہ پر اُس کے رسول آنحضرت صلعم پر قرآن پر دوسرے رسولوں پر دوسری کتب آسمانی پر فرشتوں کے وجود پر روز قیامت پر یقین رکھیں۔ کیونکہ جس نے اس سے انکار کیا وہ طویل گمراہی میں مبتلا ہوا۔ یعنی

---

[1] النساء رکوع ۲۰۔

اُس کی گمراہی کی کوئی حد نہیں۔

لہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ؀	اے ایمان والو یقین رکھو اللہ پر اور اُس کے رسول (محمدؐ) پر اور کتاب (قرآن) پر جو نازل کی اپنے رسول (محمدؐ) پر اور اُس کتاب پر جو نازل کی اللہ نے اُس (قرآن) سے پہلے اور جو منکر ہوا اللہ اور ملائکہ اور کتب آسمانی اور رسولوں کا اور روزِ قیامت کا تو وہ پڑگیا انتہائی گمراہی میں۔

مرتد جو شخص بار بار ایمان لاکر مرتد ہوتا جائے اور اس طرح کفر میں ترقی کرجائے اُس کو اللہ تعالیٰ نہ تو بخشے گا نہ راہِ راست دکھائے گا

۲ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَھُمْ سَبِيْلًا ؀	بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہوگئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے اور پھر ترقی کر گئے کفر میں ہرگز نہیں اللہ بخشے گا ایسوں کو اور نہ دکھائے گا راستہ۔
مسلمانوں کے مقابلے میں کافروں کی دوستی	جو لوگ اپنی عزت بڑھانے کے لیے مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی پیدا کرتے ہیں تاکہ کافروں پر ان کی

لہ النساء رکوع ۲۰۔ ۲ لہ ایضاً۔

عزت ہو ان کی نسبت ارشادِ باری ہے۔ تمام عزت تو خدا کے پاس ہے۔ یہ کافر کہاں سے عزت لا کر دے سکتے ہیں اس موقع پر طنزاً ارشاد ہوا کہ ایسے منافقوں کو جو کافروں سے دوستی رکھ کر مسلمانوں کو چھوڑ دیتے ہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دی جائے اور عقل بھی تسلیم کرتی ہے کہ آگ و پانی کی طرح اسلام و کفر میں دوستی ممکن نہیں۔ اگر کوئی مسلمان ایسا کرے تو وہ فطری ہونی منافقت ہی ہوگی۔

طنزِ الٰہی

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا[1]

خوشخبری سنا دو ان منافقوں کو دردناک عذاب کی۔ کہ یہ لوگ بناتے ہیں کافروں کو دوست۔ بجائے مسلمانوں کے۔ کیا یہ ان کے پاس سے عزت چاہتے ہیں حالانکہ تمام عزت خدا کی ہے۔

ناجائز تبلیغ و تقریر کا اثر

کفار میں بیٹھ کر احکامِ قرآنی کے خلاف باتیں اور مضحکہ سُننا ممنوع ہے۔ اس سے اللہ نے یہ اندیشہ ظاہر فرمایا کہ منکرین کی غلط باتوں کا کہیں مسلمانوں پر اثر نہ ہو جائے۔ یہ سوال اس وقت بھی پیدا ہوتا ہے کہ بعض فرقے کے لوگ اپنے عقائد کی تبلیغ کے لئے ایسی باتیں کرتے ہیں جو سراسر احکامِ الٰہی کے مغائر ہوتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ راہِ راست سے اکثر لوگ بھٹک جاتے ہیں۔ لہٰذا جب ایسی گفتگو ہونے لگے تو کوئی حصہ نہ لینا چاہیئے بلکہ

[1] النساء رکوع ۲۰۔

وہاں سے ہٹ کر موضوع گفتگو بدلنے کے بعد آ سکتے ہیں۔ البتہ از رُوئے حدیث شریف ایسے اصحاب حصہ لے سکتے ہیں جو عالم ہوں اور قرآن کے خلاف باتوں کو رد کر سکتے ہوں۔

اور اللہ نے نازل کیا تم پر یہ حکم قرآن میں کہ جب سنو تم کہ اللہ کے احکام سے انکار کیا جا رہا ہے اور مذاق ہو رہا ہے۔ تو ہرگز نہ بیٹھو ان لوگوں میں جب تک وہ نہ شروع کریں دوسری باتیں۔ تاکہ تم بھی کہیں اُن کے مانند نہ ہو جاؤ۔	۲ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ط

منافقت کی سزا منافقت کی تعریف تو معلوم ہو چکی ہے۔ کہ وہ مصنوعی طور پر مسلمان ہوتا ہے۔ مگر اس میں وہ مسلمان بھی داخل ہیں جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے ساز باز کریں جن کی سزا یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ جہنم میں رہیں گے۔

یقیناً اللہ جمع کر دے گا منافقوں کو اور کافروں کو جہنم میں ایک جگہ۔	۳ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ

اور وہ جہنم بھی سب سے بدترین ہوگی جو سب سے نیچے ہے اور جس کا نام ہادیہ ہے۔ جس طرح جنت کے سات طبقے درجات کہلاتے ہیں اسی طرح دوزخ کے سات طبقوں کا نام درکات ہے۔ ہادیہ ساتواں

---

۱ احسن التفسیر النساء رکوع ۲۰۔ ۲ النساء رکوع ۲۰۔ ۳ احسن التفسیر النساء رکوع ۲۱۔

طبقہ ہے۔ اور منافقین کا یہیں ٹھکانا ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ج

بلاشبہ منافقین دوزخ میں سب سے نیچے کے طبقے میں جائیں گے۔

منافق کی ایک اور علامت اللہ تعالیٰ نے یہ بتلائی ہے کہ وہ جان پر آکر بڑی سستی سے نماز پڑھتے ہیں۔ اور لوگوں کو دکھانے کے لئے کہ ہم نمازی ہیں۔ اور اللہ کا ذکر بھی کم کرتے ہیں۔

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ

اور جب کھڑے ہوتے ہیں نماز کے لئے تو کھڑے ہوتے ہیں سستی کے ساتھ اور دکھاتے ہیں لوگوں کو اور نہیں یاد کرتے اللہ کو مگر بہت کم۔

دشنام اور بدکلامی زور زور سے بری باتیں بکنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ البتہ مظلوم شخص اس سے مستثنیٰ ہے۔ یعنی گالی میں پہل کرنے والا ظالم اور گنہ گار ہوتا ہے۔ اور جس کو گالی دی جائے وہ مظلوم قرار پاتا ہے۔ لیکن واجبی حد تک گالی کا جواب گالی سے دینے کا حق رکھنے کے باوجود اگر وہ ضبط کر جائے اور معاف کر دے تو اس کا بڑا اجر ہے ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی موجودگی میں کسی نے حضرت صدیق اکبرؓ کو برا بھلا کہا۔ آپ سنتے رہے اور خاموش رہے۔ اس کے بعض جواب

[1] النساء رکوع ۲۱۔ [2] ایضاً۔ [3] احسن التفسیر النساء رکوع ۲۱۔

آپ نے بھی کچھ فرمایا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوے اور فرمایا اے ابوبکرؓ جب تک تم خاموش تھے میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ تمھاری طرف سے گالیوں کا جواب دے رہا تھا۔ مگر جب تم نے جواب دیا تو وہ تمھارے پاس سے چلا گیا۔ اس لیئے میرا ٹھیرنا بھی ایسی جگہ مناسب نہیں۔ بہر حال بُری باتیں کہنے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو دیکھ رہا ہے اور ان کی بُری باتوں کو سن رہا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ○[1]

اللہ پسند نہیں فرماتا پکار کر بُری بات کہنے کو بجز اس کے کہ کسی پر ظلم ہوا ہے اللہ سُننے والا اور جاننے والا۔

درگذر اور بھلائی

اللہ تعالیٰ اُس کو بہت پسند فرماتا ہے جو بدی کا انتقام نہیں لیتا۔ اور بھلائی کرتا ہے پوشیدہ طور پر یا علانیہ درگزر اور معافی کی صفت اوصافِ الٰہی میں سے ہے۔ اس لیئے بروے احادیث[2] صحیحہ آخرت میں اس کا بڑا اجر ہے۔ ایسا ہی معاملہ احسان کا ہے۔ کہ یہ بھی اللہ کی صفت ہے۔ اُس کے بے شمار احسانات بندوں پر علانیہ ہیں۔ اور لاتعداد پوشیدہ ہیں۔ اس لیئے وہ چاہتا ہے کہ اُس کے بندے بھی علانیہ یا پوشیدہ جس طرح ممکن ہو آپس میں بھلائی کا تبادلہ کرتے رہیں اور ایک دوسرے کی غلطیوں پر درگزر سے کام لیا کریں۔

---

[1] النساء رکوع ۲۱۔ [2] احسن التفسیر النساء رکوع ۲۱۔

^۱^ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ○	اور تم علانیہ بھلائی کرو یا مخفی یا کسی کی برائی کو معاف کردو کہ اللہ بھی معاف فرماتا ہے اور بھلائی پر قادر ہے۔

رسولوں کے درمیان فرق نہیں ارشادِ باری ہے کہ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاکر رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اس کا ثواب اُن کو دیا جائے گا۔

^۲^ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ط	اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر اور فرق نہیں کرتے اُن کے درمیان کوئی ایسے لوگوں کو خدا اجر عطا فرمائے گا اس کا۔

حیاتِ مسیح جب اہلِ کتاب یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ خدا کے پاس سے ایک تحریر منگوا دیجئے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اور آپ آخری نبی ہیں تو ہم ایمان لائیں گے۔

^۲^ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا	تم سے سوال کرتے ہیں اہلِ کتاب کہ نازل کراؤ ان پر نوشتہ

[1] النساء رکوع ۲۱۔ [2] ایضاً رکوع ۲۲۔

مِنَ السَّمَآءِ الخ	آسمان سے الخ۔

اِس پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ سے فرمایا یہ قوم اِس قسم کے سوالات اور حرکات کی اپنے اسلاف کے وقت سے عادی ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر سوالات حضرت موسیٰؑ سے کر چکے ہیں۔

[1]

فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ الخ	اِنھوں نے سوال کئے موسیٰ سے اِس سے بڑے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نافرمانی قوم یہود کے چند بڑے واقعات کا ذکر آنحضرت صلعم سے فرمایا۔ اور ابتدا اس واقعہ سے کی کہ یہود نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ اپنے خدا کو علانیہ دکھا دو۔ اِس گستاخی کی پاداش میں اُن پر بجلی گر پڑی۔ مطلب یہ بھی تھا کہ معمولی بجلی کی تاب تو نہ لاسکے خدا کو کیا دیکھ سکتے۔

[2]

فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ج	کہا ہمیں دکھلا دے اللہ کو علانیہ پس اُن پر گر پڑی بجلی اس گستاخی کی پاداش میں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہود کی گوسالہ پرستی کا ذکر یوں فرمایا۔

[3]

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ الخ	پھر اُنھوں نے پکڑ لیا بچھڑا (پرستش کے لئے)

پھر اُس قول و قرار کا ذِکر فرمایا۔ جس کی تکمیل یہود نے اُس وقت کی جبکہ اللہ تعالیٰ نے ایک پہاڑ اُن پر گرانے کے لئے معلق فرمایا تاکہ کچل کر مر جائیں۔

---

[1] النساء رکوع ۲۲۔ [2] ایضاً۔ [3] النساء رکوع ۲۲۔

^۱ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ بِمِيۡثَاقِهِمۡ	اور اُٹھایا ہم نے اُن پر پہاڑ اقرار (فرماں برداری) لینے کے لئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہود کی اُس عدول حکمی کا ذکر فرمایا جو علاقے مفتوحہ کی شہر پناہ کے دروازے میں سجدہ شکر بجالا کر داخل ہونے کے لئے دیا گیا تھا مگر یہود نے تعمیل نہ کی۔

^۲ وَقُلۡنَا لَهُمُ ادۡخُلُوا الۡبَابَ سُجَّدًا	اور اُن کو حکم دیا تھا ہم نے کہ داخل ہوں دروازے میں سجدہ کر کے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہود کی اُس نافرمانی کا ذکر فرمایا کہ باوجود ممانعت کے ہفتہ کو مچھلیاں پکڑنے سے باز نہ آئے۔ جس کی وجہ سے ان پر خدا کا قہر نازل ہوا۔

^۱ وَقُلۡنَا لَهُمۡ لَا تَعۡدُوۡا فِي السَّبۡتِ	اور کہا تھا ہم نے زیادتی مت کرو ہفتہ کے دن۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہود کے واقعات ضلالت و شرارت کے سلسلے میں فرمایا کہ انھوں نے ولادتِ مسیح کے بارے میں حضرت مریم پر بہتان عظیم لگایا جس پر اللہ نے ان کے قلوب پر مہر لگادی۔

^۲ وَبِكُفۡرِهِمۡ وَقَوۡلِهِمۡ عَلٰى مَرۡيَمَ	اور ان کے کفر پر اور اس قول پر کہ مریم

^۱ النساء رکوع ۲۲۔ ^۲ ایضاً۔

بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۙ	بہتانِ عظیم لگایا۔

اِس سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے ارشادِ باری ہُوا۔ ہم نے یہود کے قلوب پر مہر لگادی اُس کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے کہا ہم نے قتل کیا ہے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کو جو اللہ کا رسول تھا حالانکہ نہ قتل کیا نہ سُولی دی۔ بلکہ شبہ میں پڑ گئے۔ اور اس شبہ کی تفسیر[1] بر دے احادیث صحیحہ یہ ہے۔ کہ یہود نے در اصل حضرت عیسیٰؑ کے کسی ہم شبیہہ کو قتل کیا۔

[2] وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ	اور ان کے اس قول پر کہ ہم نے قتل کیا عیسیٰ فرزند مریم کو جو اللہ کا رسول تھا اور نہیں قتل کیا اُس کو اور نہیں سُولی دی اس کو لیکن ہم شبیہہ کو اُس کے۔

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بھی وضاحت فرمادی کہ حضرت عیسیٰؑ قتل نہیں ہوئے تو کہاں گئے۔ اور مکرر اس پر شدت سے زور دیتے ہوئے کہ وہ یقیناً قتل نہیں ہوئے۔ فرمایا اللہ نے ان کو اپنی طرف اُٹھالیا۔

[3] وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ	اور نہیں قتل کیا ان کو بالیقین بلکہ اُٹھالیا اللہ نے اپنی طرف۔

[1] احسن التفسیر النساء رکوع ۲۲۔ [2] النساء رکوع ۲۲۔ [3] ایضاً

یہود کی گمراہی کی یہ آخری کڑی اللہ تعالیٰ کے سلسلۂ کلام سے اس قدر مربوط ہے۔ کہ ہر ایک کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتانا مقصود تھا کہ یہود ایسے شریر ہیں کہ اللہ کے ایک رسول کو قتل کرنے کا جھوٹا پروپیگنڈہ کر دیا۔

مگر فی زمانہ بھی کچھ لوگ یہود و نصاریٰ کے ہم خیال ہیں کہ (نعوذ باللہ) اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ کا دعویٰ صحیح تھا۔ اور حضرت قتل ہوئے اور کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قتل تو نہیں ہوئے۔ مگر زندہ آسمان پر بھی نہیں اُٹھائے گئے۔ بلکہ وہاں سے بھاگ کر کشمیر میں کہیں جا چھپے اور بقیہ زندگی پردۂ گمنامی میں کاٹ کر وفات پائی گویا رَفَعَهُ اللّٰهُ سے اُن کی مُراد علاقۂ کشمیر کا کوئی کُنجِ عزلت ہے حالانکہ رَفَعَهُ اللّٰهُ سے معمولی وفات مُراد لی جائے تو یہ کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ نہیں ہوسکتا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے یہاں قابلِ ذکر ہوتا۔ وفات تو ہر انسان کا معمول ہے۔ حتیٰ کہ وہ یہود بھی ایک دن وفات پائے بغیر نہیں رہے۔ جنھوں نے قتلِ مسیح کا دعویٰ کیا تھا۔ اس سے تو سُولی کی موت ہی اچھی تھی۔ کہ اُس میں شہادت کا درجہ تھا کشمیر میں آکر طبعی وفات سے مرتبہ شہادت بھی گیا اور فرائضِ نبوّت بھی گئے اور گمنامی اور تحقیر الگ ہوئی۔ ہمارا خیال ہے کہ اس عقیدے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت توہین ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہ فرمائے گا۔

پیغمبروں کی تعداد ۲۴ | قرآن مجید میں آنحضرت صلعم کے علاوہ چوبیس نبیوں کا ذکر ہے۔ لیکن بروایت ابوذر (مسند احمد

ملہ احسن التفسیر النساء رکوع ۲۲۔

احمد حنبلؒ) ارشادِ نبوی ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہوئے ہیں جن میں تین سو پندرہ رسول تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صرف اِن ہی پیغمبروں کے حالات سے آپ کو مطلع فرمایا۔ جن کا ذِکر قرآن میں ہے چنانچہ یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ تم سے پہلے جو پیغمبر ہوچکے ہیں ہم نے اُن کا حال سُنادیا۔ اور ایسے بھی پیغمبر ہیں جن کا حال تم کو نہیں سُنایا۔

اور بھیجے رسول جن کا ذکر تم سے کردیا گیا قبل ازیں اور رسول بھی بھیجے جن کا ذِکر نہیں کیا گیا تم سے۔	[1] وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ

فضیلتِ انبیاء | قرآنِ مجید میں ایک ارشاد تو یہ ہے کہ

اِن پیغمبروں میں ہم نے فضیلت دی ہے بعض کو بعض پر۔	[2] تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اور جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر اور فرق نہیں کرتے اُن کے درمیان کوئی ایسے لوگوں کو خدا اجر عطا فرمائے گا۔	[3] وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ

[1] النساء رکوع ۲۳۔ [2] البقرہ رکوع ۳۳۔ [3] النساء رکوع ۲۱۔

ان آیات میں فرق اور فضیلت کے جو الفاظ ہیں اُن پر بعض لوگ غور کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ ہر دو کا مفہوم جدا گانہ ہے فضیلت سے مراد خصوصیات ہیں۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ وہ سب سے پہلے آدمی ہیں۔ اللہ نے اُن کو علم اسما دیا۔ دوسروں میں یہ باتیں نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ آگ میں ڈالے گئے دوسرے کے ساتھ ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ علیٰ ہذا حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیحہ کے لئے مخصوص ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جانوروں کی بولی سمجھتے تھے اور تخت ہوا پر سفر کرتے تھے۔ یہ بات دوسروں کے یہاں نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور جبرئیل علیہ السلام اُن کے ساتھ رہا کرتے تھے چنانچہ فضیلت کی تشریح میں یہ دو مثالیں تو فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کے ساتھ ہی خود اللہ تعالیٰ نے فرما دی ہیں۔ ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی۔ کہ

[1]

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ	ان میں وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے کلام کیا

دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ نے اسی ضمن میں دی کہ

[2]

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ	اور دیئے ہم نے عیسیٰ فرزند مریم کو

[1] البقر رکوع ۳۳۔ [2] ایضاً۔

اَلْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط	صاف دلائل اور اُن کو قوت دی بذریعہ جبرئیل۔

اسی طرح بروایت ابوہریرہؓ (صحیح مسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے چھ باتوں سے دیگر انبیاء پر فضیلت دی ہے۔ (۱) تھوڑے لفظوں میں بہت سے مطلب کا بیان کرنا (۲) فقط رعب سے لشکرِ اسلام کی فتح کا سامان ہوجانا۔ (۳) لوٹ کا مال شریعت محمدیؐ ہی میں حلال ہوجانا۔ (۴) روئے زمین میں ہر جگہ شرع محمدیؐ ہی میں نماز کا جائز ہونا۔ (۵) میری نبوّت کا تمام خلایق کے لئے عام ہونا۔ (۶) میرا خاتم النبیین ہونا۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فضیلت خصوصیات پر مبنی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو کسی پر کسی عنوان سے ہُوا اور کسی پر کسی طریقے سے ہُوا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم پیغمبروں میں کوئی فرق کریں۔ چنانچہ بروایت صحیحہ[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے کہ فضیلت انبیاء کے باب میں ایسا بحث مباحثہ مت کرو کہ کسرِ شان کا باعث ہو۔

تثلیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اُن کے پیرو[۲] اکاسی سال تک مذہب کے سچّے پیرو رہے۔ اس کے بعد ایک یہودی نے منافقت سے عیسائی ہوکر تفرقہ ڈال دیا۔ یہاں تک گمراہی پھیل گئی کہ تین فرقے ہوگئے۔ ایک کا عقیدہ ہے کہ حضرت

---

[۱] احسن التفسیر النساء رکوع ۲۲۔ [۲] ایضاً۔

عیسیٰ خدا ہیں۔ دوسرے کا قول ہے کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔ تیسرا فرقہ کہتا ہے۔ تین خدا ہیں۔ اللہ۔ عیسیٰؑ۔ مریمؑ۔ اِسی کا نام تثلیث رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ممانعت فرمائی کہ ایسا کہنے سے باز آئیں جس میں اُن ہی کا فائدہ ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ[1]	اور مت کہو تین خدا ہیں۔ باز آؤ اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔

ولادت مسیحؑ بغیر باپ کے ولادت مسیح بالکل قرین عقل ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے کُن فرما کر ساری کائنات کو پیدا کیا اُسی طرح کلمۂ کُن سے حضرت مسیح کی ولادت ہوئی۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ مگر نصاریٰ نے عقل سلیم سے کام نہیں لیا۔

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ[2]	سوائے اس کے کچھ نہیں کہ عیسیٰ مسیح فرزند مریم اللہ کا رسول ہے اور کلمۂ کن سے پیدا ہوا

بروایت[3] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشادِ نبویؐ ہے کہ مرد و عورت کا نطفہ چالیس دن رحم مادر میں رہ کر منجمد خون بن جاتا ہے پھر خون سے گوشت بنتا ہے۔ اور گوشت سے ہڈیاں بنتی ہیں۔ اور ہڈیوں پر گوشت کا غلاف چڑھ جاتا ہے۔ ساڑھے چار ماہ کے عرصے میں اس طرح پتلا تیار ہو کر پھر خدا کی طرف سے اُس میں رُوح پھونک دی جاتی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتلا صرف رحم کی رطوبت

---

[1] النساء، رکوع ۲۳۔ [2] ایضاً۔ [3] احسن التفسیر النساء، رکوع ۲۳۔

سے بنا اور حضرت جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس میں رُوح پھونک دی۔ فرق اتنا ہی رہا۔ کہ نطفہ اور رحم کی مخلوط رطوبات سے عام پُتلے بنتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ کا پُتلا اللہ تعالیٰ کی قدرت نے نطفے کی رطوبت سے تشکیل نہیں دیا۔ اِس سے عقل بھی یہ نتیجہ نہیں نکالتی۔ کہ وہ خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں۔

اعمالِ صالح کی جزا

بروایت ابوہریرہؓ[1]۔ حدیث شریف ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کا ثواب دس درجے سے لے کر سات سو درجے تک لکھنے کا حکم فرشتوں کو دیا ہے۔ بجز روزے کے جس کا ثواب بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا اور روزے کے علاوہ ہر عملِ صالح کے مقررہ ثواب میں اپنے فضل سے اضافہ بھی فرما دے گا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ[2]	پس جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ہم پورا دیں گے ثواب اُن کو اور اضافہ کریں گے اپنے فضل سے۔

اِس آیت کی تفسیر میں بروایت ابوہریرہؓ۔ یہ حدیث بھی ہے کہ جن لوگوں کو خدا بڑا درجہ اپنے فضل سے دینا چاہتا ہے مگر اُن کا عمل اُس درجے کے قابل نہیں ہوتا۔ تو مرض وغیرہ کی تکلیف میں مبتلا کر کے صبر کی توفیق دیتا ہے۔ اور صبر کا ثواب بڑھا کر اُس درجے پر پہونچا دیتا ہے۔

[1] احسن التفسیر النساء رکوع ۲۲۔ [2] النساء رکوع ۲۴۔

ایفائے وعدہ

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ وہ اپنے عہد پورے کریں۔ علماء میں اختلاف ہے۔ کہ اس سے کون سے عہد مراد ہیں۔ مگر بہتر یہ ہے کہ ہم اس بحث و تحقیق میں اپنی عمر نہ ضائع کریں۔ عہد خواہ خدا سے ہو خواہ اس کے بندوں سے اگر وہ جائز اور شرع کے مطابق ہے تو اس کا پورا کرنا ضروری بلکہ بروئے حکم خداوندی فرض ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ[1]	اے ایمان والو پورے کرو عہدوں کو

فلسفۂ احکامِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کا فلسفہ اس کے نتیجے پر معلوم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انسان عالم الغیب نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہر حکم کسی نہ کسی مصلحت پر مبنی ہے۔ لہٰذا احکام الٰہی کی علت غائی سمجھنے کی کوشش کرنا گمراہی ہے۔ مثلاً (نعوذ باللہ) بعض لوگ سوچتے ہیں سنگِ اسود کو بوسہ دینا کیا معنی؟ منیٰ میں رمی جمرات[2] کا کیا مطلب ہے؟ حدودِ حرم میں شکار کیوں ناجائز؟ اس قسم کے تمام احمقانہ خیالات کا جو آورده شیطان ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی ایک جواب کافی ہے۔ کہ وہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ[3] ۝	بے شک اللہ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔

---

[1] المائدہ رکوع ۱۔ [2] مناسک حج میں مقام منیٰ میں تین ستونوں کو کنکر مارنا داخل ہے۔ [3] المائدہ رکوع ۱۔

تعاون عمل اچھے کاموں میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیئے۔ اور بُرے کاموں میں مدد نہ کرنی چاہیئے۔

[1] وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى مِن وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	اور اعانت کرو بھلائی میں اور تقوے میں اور مت اعانت کرو کار گناہ اور زیادتی میں۔

صحیح [2] مسلم کی حدیث ہے۔ کہ بِر سے مراد حسن اخلاق اور اثم وہ فعل ہے جس سے خلجان ہو اور لوگوں سے چھپایا جائے مثلاً زنا چوری قتل رشوت وغیرہ ایسے افعال ہیں جن کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لہذا اس طرح کے کاموں میں مدد کرنے والے پر بھی شدید عذاب ہوگا۔ جیسا کہ اسی آیت کے سلسلے میں حکم باری ہے۔ کہ ایسے کاموں میں کسی کی مدد مت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو سخت عذاب دینے والا ہے۔

[1] وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ o	اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا۔

ذبیحہ [3] مردہ جانور کا گوشت حرام ہے بجز مچھلی اور ٹڈی کے اور مردار وہ بھی ہے۔ جو خدا کا نام لے کر یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر نہ ذبح کیا جائے۔ جو جانور کسی درگاہ یا بزرگ سے نامزد کئے جائیں اور ان کے ذبیحہ میں عادتاً بسم اللہ اللہ اکبر کہہ بھی لیا جائے تو جواز گوشت کے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ ایسے ذبیحہ کا تعلق غیر اللہ سے

[1] مائدہ رکوع ۱۔ [2] احسن التفسیر مائدہ رکوع ۱۔ [3] حدیث مندرجہ احسن التفسیر۔

ہو جاتا ہے۔ اس[1] کے علاوہ ذبح کے وقت گردن سے نکلا ہوا خون بھی حرام ہے۔ البتہ گوشت اور کلیجی وغیرہ میں لگا ہوا خون بروئے حدیث عبداللہ بن عمرؓ جائز ہے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سور کے گوشت کو حرام فرمایا ہے۔ گویا بغیر ذبیحہ شرعی ہر گوشت سور کے گوشت کے مساوی ہے۔ سور کا خون بھی جائز نہیں۔ صحیح مسلم میں بروایت[2] بریدہ اسلمی حدیث شریف ہے کہ جب تک کوئی چوسر کھیلے گا اس کے ہاتھ گویا سور کے خون میں ڈوبے رہیں گے۔

بازی چوسر ناجائز

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ[2]	تم پر حرام ہے۔ مردہ (جانور) اور خون اور گوشت سور کا اور جو غیر اللہ سے نامزد ہو۔

بذریعہ رمل قسمت معلوم کرنا فسق ہے

ازلام[4] ان تیروں کو کہتے تھے۔ جو کعبہ میں ہبل بت کے پاس رکھے رہتے۔ ایک پر اجازت دوسرے پر مخالفت لکھا تھا اور تیسرا خالی تھا۔ جب کوئی ضرورت پیش آتی تو کرنے یا نہ کرنے کے لیے متعلقہ کاہن تھیلی سے بغیر دیکھے ایک تیر نکالتا۔ اجازت کا نکلتا تو وہ کام کیا جاتا۔ مخالفت کا نکلتا تو نہ کرتے۔ اور سادہ تیر نکلتا تو پھر سے دیکھا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو فسق فرمایا۔

وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ[3]	اور اگر تم قسمت معلوم کرو تیروں کے ذریعے

[1] احسن التفسیر مائدہ رکوع ۱۔ [2] ایضاً۔ [3] مائدہ رکوع ۱۔ [4] احسن التفسیر

ذٰلِکُمْ فِسْقٌ ط | تو ہے یہ گناہ۔

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی قسمت راز میں رکھی ہے اللہ کا راز دریافت کرنے کی کوشش کرنا اور وہ بھی جھوٹوں سے کیوں نہ گناہ ہوگا۔

دینِ اسلام وفات سے دو ماہ اکیس روز پہلے حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر ختم کر دیں اور تمہارے لیئے دینِ اسلام پسند کیا۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ دین میں کوئی بات تکمیل طلب نہیں رہی کہ جس کے لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر کوئی نبی کی ضرورت ہو۔ اس کے علاوہ خدا نے اپنی نعمتیں آنحضرت صلعم پر ختم فرمادیں۔ تو کیا معاذ اللہ کوئی نعمت اُس نے اُن لوگوں کے لیئے بچا رکھی تھی جو بعد کے مدعیانِ نبوت کو ملی اسی لیئے عرب نے مدعی نبوت مسیلمہ کو "کذاب" کا خطاب دیا تھا۔ اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کے لیئے دینِ اسلام کو پسند فرمایا۔ ترمذی میں بریدہ کی حدیث ہے کہ اہلِ جنت کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفوں میں اسّی صفیں اُمتِ محمدیہ کی ہوں گی۔ گویا ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ نے جتنے ادیان بنائے اُن سب کے مقابلے میں صرف ایک دینِ محمدی نے المضاعف ترقی کی۔ یعنی وہ سب مل کر جن کے ادیان کی تعداد خدا ہی کے علم میں ہے چالیس صفوں سے آگے نہیں بڑھیں گے۔ اور اُمتِ محمدی تنہا اسی صف ہو جائے گی۔

۱؎ ابنِ اثیر نے یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کے علاوہ مسلمانوں کی بھی جو تحقیقات تعینِ زمانہ حضرت آدمؑ کی نسبت اپنی تاریخ میں لکھی ہے۔ اس کی انتہائی حد آٹھ ہزار سال سے

(باقی صفحہ آئندہ پر)

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا[۱]	آج کے دن مکمل کر دیا میں نے تمہارا دین اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے لیئے دین اسلام۔

گھر میں کتا رکھنا ناجائز ہے[۲]

بروایت ابو رافعؓ ایک مرتبہ جبرئیلؑ آئے مگر دروازے میں رک گئے آنحضرت صلعم نے سبب دریافت فرمایا۔ کہا جس گھر میں کتا ہو فرشتے نہیں آتے۔ تلاش پر معلوم ہوا ایک کتے کا بچہ کہیں سے آگیا تھا۔ آپ نے اس کو نکلوا کر کتے مارنے کا حکم دیا۔ اس پر مسلمانوں نے ایسے کتوں کے لیئے پوچھا جو شکار کے لیئے سدھائے جاتے تھے۔ تو حکم نازل ہوا کہ ایسا شکار بھی حلال ہے۔ جو شکاری جانوروں کو سدھا کر حاصل کیا جائے۔ اسی ضمن میں حضرت ابوہریرہؓ سے یہ حدیث بھی پہونچی ہے کہ کھیتی اور مویشی کی حفاظت کے لیئے بھی کتا پالنا جائز ہے۔ مگر شکار کے لیئے شرط یہ ہے کہ کتا سدھا ہوا ہو جس کی علامت شرعی یہ ہے کہ مالک کے اشارے سے کام کرے اور راستے میں کوئی حصہ کھا نہ جائے۔

قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا[۳]	کہہ دو حلال ہیں تم پر پاکیزہ چیزیں اور شکار

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۹۳) زیادہ نہیں ہے۔ خدا جانے اس سے قبل کتنے دین ہوئے ہیں اور دنیا کی عمر کتنی ہے (ملاحظہ ہو ابن اثیر جلد اول) شاب۔

[۱] المائدہ رکوع ۱۔ [۲] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۱۔ [۳] اس کے شرائط اور تفصیلی احکام تفاسیر اور کتب احادیث میں پڑھئے۔ کیونکہ بندوق کی ایجاد کے بعد کتے اور باز کے ذریعے شکار کا عام رواج نہیں رہا ہے اس لیئے مختصر کر دیا گیا۔

عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ	جو سدھاؤ تم زخمی کرنے والوں کو[عہ] کہ دوڑنے کی تعلیم دیتے ہو تم جیسا کہ تم کو اللہ نے علم دیا ہے

بہرحال بہ پابندی احکام شرعی کھیتوں ۔ مویشی کے کوٹھوں اور سکونتی مکان سے کہیں الگ شکاری کُتّے رکھے جائیں تو اُن کی نجاست سے گھر بھی محفوظ رہے گا اور ہمارے کام بھی نکلیں گے ۔

جوازِ طعام و زنانِ اہلِ کتاب | اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا کھانا مسلمانوں کے لیئے جایز ہے اِس کے علاوہ کتابیہ عورتوں سے نکاح بھی ہو سکتا ہے ۔

[۱] وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ	اور کھانا ایسے لوگوں کا جن کو کتاب دی گئی حلال ہے تمھارے لیئے ۔

اور اِسی ضمن میں عورتوں کے لیئے ارشاد ہے ۔

[۲] وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ الخ	اور (حلال ہیں) اُن لوگوں میں کی عورتیں جن کو کتاب دی گئی تم سے قبل ۔

یہاں یہ عقدہ بھی حل ہوتا ہے کہ بجز یہود و نصاریٰ کے کسی غیر مسلم کا کھانا جائز نہیں ۔ مگر اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نکاح کی حد تک تو پابند ہیں

عہ ۔ سدھا ہوا جانور ۔
عہ ۔ کتے شکار کو زخمی کر کے زندہ لاتے تھے ۔ ورنہ شرعاً وہ حلال نہیں رہتا ۔
[۱] ۔ المائدہ رکوع ۱ ۔ [۲] ایضاً ۔

کھانے کا لحاظ نہیں رکھتے۔

وضو نماز کے لئے وضو فرض ہے۔ ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کر سکتے ہیں مگر باوضو حالت میں تازہ وضو مستحب اور ثواب کی بات ہے۔ بروایت ابوہریرہؓ اعضاء وضو قیامت کے دن چمک اٹھیں گے۔ طریقہ وضو کے متعلق منہ دھونا اور ہاتھ کہنی تک دھونا سر کا مسح کرنا اور پاؤں ٹخنوں تک دھونا تو قرآن مجید میں صراحتاً محکوم ہے۔ باقی طریقہ عمل یعنی غرارہ اور مسواک وغیرہ جو احناف میں جاری ہے۔ وہ آنحضر صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور احادیث صحیحہ سے ثابت[۲] ہے۔

[۳] اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ

جب اٹھو تم نماز کو دھو لو اپنے چہرں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنی تک اور مسح کر لو اپنے سروں کا اور دھو لو پاؤں ٹخنوں تک۔

تیمم کا وقت اور طریقہ اور شکریہ بحالت مرض و سفر اور جبکہ پانی نایاب ہو۔ رفع حاجت یا مقاربت کے بعد تیمم کی اجازت ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں پر کہنی تک پھیر لو۔

---

[۱] احسن التفسیر مائدہ رکوع ۲۔ [۲] ایضاً۔ [۳] مائدہ رکوع ۲۔ عـہ۔ علماء شیع سر کی طرح پاؤں کے لئے بھی صرف مسح بتلاتے ہیں اور احناف نے دھونے کا مفہوم لیا ہے کہ پاؤں بہ نسبت سر کے مختلف نجاستوں کے قریب رہتے ہیں پھر حدیث شریف ہے کہ وضو میں پاؤں کا کوئی حصہ خشک رہ جائے تو اس کو آتش دوزخ جلائے گی (احسن التفسیر)

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ؕ	اور جب تم ہو بیمار اور یا سفر میں اور یا تم میں سے آئے کوئی جائے ضرور سے یا تم نے مس کیا ہو عورتوں سے اور پانی نہ ملے تو تیمم کر لو پاک مٹی سے اس طرح کہ مل لو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو اس سے۔

تیمم کے بعد اس رعایت کے لئے جو ہمارے حق میں خدا کی ایک بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ جس کی خدائے پاک نے ہم سے توقع ظاہر فرمائی ہے۔ اور شکر کا اجر مزید بر آں ہے۔

وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝	اور پوری کرتا ہے اپنی نعمت کو تم پر تاکہ تم شکر کرو۔

شکرِ نعمت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اس میں ہے۔ کہ ہم اس کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہیں ہم بخوبی محسوس کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر شکر کے مرادف ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ	اور ذکر کرو اللہ کے انعام کا جو تم پر ہوا ہے

سلہ مائدہ رکوع ۲۔ عہ یہ مس شستہ اشارہ مقاربت ہے مگر بعض نے وضو ٹوٹنے کے لئے صرف چھو لینا کافی سمجھا ہے۔ (شاب) سلہ۔ مائدہ رکوع ۲۔ سلہ ایضاً۔

جحیم جحیم ایک دوزخ کا نام ہے۔ جس میں کفار اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو جھٹلانے والے رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۝[1]

اور جو لوگ کافر ہوئے اور غلط بتلایا ہمارے احکام کو ایسے لوگ اہل جحیم ہیں

مسلمانوں پر غلبۂ دیگر اقوام اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کسی قوم کی مجال نہیں کہ وہ مسلمانوں پر دست درازی کر سکے۔

چنانچہ اللہ پاک نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم خدا کا شکر کرو کہ ایک قوم نے تم پر دست درازی کی تھی جس سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا

اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ[2]

ایک قوم اس فکر میں تھی کہ دراز کرے تم پر اپنے ہاتھ پس نہ کرنے دیا کچھ ان کے ہاتھوں کو تم پر۔

مذہب عیسوی حضرت عیسیٰ[3] علیہ السلام بیت المقدس کے قریب ناصرہ نامی گانوں میں پیدا ہوئے تھے اس لیئے عیسائی نصرانی اور نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ حضرت کی زبان عبرانی تھی اسی میں انجیل نازل ہو کر ناپید ہو گئی ہے۔ البتہ تحریف شدہ انجیل کے نسخے مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوئے ہیں۔ اور نصاریٰ سے ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیئے ان میں عداوت اور پھوٹ ڈال دی ہے۔ آج بھی انگریز۔ جرمن۔ امریکی۔ روسی۔ اٹلی۔ فرانسیسی وغیرہ جو کہ سب عیسائی ہیں آپس میں سخت اختلاف عقائد اور عداوت

---

[1] مایدہ رکوع ۲۔ [2] ایضاً۔ [3] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۳۔

باطنی و ظاہری رکھتے ہیں۔ رومن کیتھولک فرقہ پاپائے روم کے قواعد کے سامنے موجودہ انجیل کو نہیں مانتا۔ پروٹسٹنٹ فرقہ پاپائے روم سے منحرف اور انجیل کا پیرو ہے۔ مگر اس میں بھی کئی گروہ ہیں۔ اور ہر فرقہ کی انجیل[1] جداگانہ اور ایک دوسرے سے مختلف ہے اور یہ عیسائیوں پر خدا کی مار ہے۔ جو حسب ارشاد باری تا قیامت رہے گی۔

[2]

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ط	اور ان میں جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے اقرار لیا تھا جو بھول گئے اور فائدہ نہیں اٹھایا جو نصیحت ان کو کی گئی تھی اس سے تو ڈال دیا ان کے درمیان ہم نے عداوت اور بغض قیامت تک کے لیے

یہود و حضرت عزیر علیہ السلام	یہود و نصاریٰ کی گمراہی کی انتہا یہ ہے کہ وہ حضرت عزیز اور عیسیٰ علیہم السلام کو اللہ تعالےٰ

کا بیٹا کہنے کے علاوہ اپنے کو بھی خدا کی اولاد کہتے ہیں (نعوذ باللہ)

[3]

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى	اور کہتے ہیں یہود و نصاریٰ ہم

---

[1] متی۔ مرقس۔ یوحنا۔ ۵۰ سنہ ء میں پولس نامی یہودی فریب دینے کے لئے نصرانی ہوا اور انجیل میں تحریف کر کے ایک گروہ کو اپنا پیرو بنا لیا۔ جس پر بڑی خونریزی ہوتی رہی پھر ۳۰۰ سنہ عیسوی میں قسطنطین قیصر روم نے اختلافات مٹانے کی جو کوشش کی تو انجیل میں اور رد و بدل ہوا۔ (احسن التفسیر سورہ مائدہ رکوع ۷)
[2] المائدہ رکوع ۳۔ [3] ایضاً۔

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ	بیٹے ہیں اللہ کے۔ اور اُس کے محبوب

مغفرت و سزا — مغفرت کے لیئے اللہ تعالیٰ نے کوئی قاعدہ اپنے لیئے نہیں رکھا۔ جسے چاہے گا معاف کر دے گا۔ جسے چاہے گا سزا دے گا۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ط	بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

آنحضرتؐ اور اہلِ کتاب — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً تمام اقوامِ عالم کے لیئے مبعوث ہوئے اور خصوصاً یہود و نصاریٰ اور کفار کے لیئے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ سے عہدِ رسالت تک چھ[1] سو سال کے عرصے میں کوئی نبی نہیں ہوا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے آخری حجت ختم کرنے کے لیئے خاتم النبیین صلعم کو بھیجا۔ ہر نبی کا تعلق صرف ان کی قوم سے رہا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کا تعلق تمام اقوامِ عالم سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی اس مخاطبت اہلِ کتاب سے ظاہر ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا الخ[3]	اے اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) ہم نے بھیجا تمھارے پاس اپنا رسول (محمد صلعم

---

[1] المائدہ رکوع ۳۔ عہ۔ انجیل یوحنا باب ۱۴ میں عیسیٰؑ نے اپنے بعد آنحضرتؐ کی بشارت دی ہے اور توریت حصہ استثنا باب ۳۳ میں تین نبیوں کا ذکر ہے کہ ایک کا ظہور کوہ طور سے دوسرے کا شاہد کے پہاڑ سے اور تیسرے کا مکہ کے پہاڑوں سے ہوگا۔ جن سے موسیٰ و عیسیٰؑ اور آنحضرت صلعم مراد ہیں (احسن التفسیر سورۂ مائدہ رکوع ۷۔ [2] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۳۔ [3] المائدہ رکوع ۳۔

حکومت اللہ کی نعمت

حکومت بڑی ہو یا چھوٹی وسیع ہو یا محدود اللہ تعالیٰ کی قابل شکر نعمت ہے۔ شخصی طور پر ایک حاکم کے لیئے ہی نہیں بلکہ اُس کے پورے خاندان اور پوری قوم کے لیئے۔ جیسا کہ اس امر سے ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل میں نبوت بھی دی تھی اور بادشاہت بھی۔ جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک موقع پر قوم سے فرمایا۔ تم خدا کا شکر کرو کہ اُس نے تم میں نبی بھی پیدا کیئے اور بادشاہ بھی۔

[1] وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا الخ

اور جب کہا موسیٰؑ نے اپنی قوم سے اے قوم شکر کرو اللہ کی نعمتوں کا جو اس نے تم پر نازل کی ہیں جبکہ پیدا کیا اس نے تم میں پیغمبروں کو اور پیدا کیا حکمرانوں کو۔

فاسق

اولادِ آدمؑ میں عملیق ایک شخص ہوا ہے قوم عمالقہ اُسی کی نسل سے تھی یہ بڑے متمرد بڑے سرکش اور ملک شام پر قابض تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہُوا کہ ان سے جنگ کر کے شام سے نکال دو۔ اور بنی اسرائیل کو اس انبیاء کے ملک میں بساؤ مگر بنی اسرائیل عمالقہ کی طاقت سے ڈر کر ہمت ہارنے لگے تو حضرت موسیٰ نے اُن کے بارہ[2] نمائندے جاسوس بنا کر بھیجے کہ عمالقہ کی قوت کا اندازہ کر کے آئیں۔ عمالقہ میں عوج بن عنق جیسے قوی لوگ بھی موجود تھے۔

۱۔ مائدہ رکوع ۴۔ ۲۔ احسن التفسیر مائدہ رکوع ۴۔

جن سے خائف ہونے کے باوجود جب موسوں نے عہد کیا کہ بنی اسرائیل سے اصلیت پوشیدہ رکھ کر جنگ کے لیئے آمادہ کریں گے لیکن سوائے دو شخصوں کے جن میں ایک حضرت موسیٰؑ کے شاگرد تھے یوشع بن نون تھے اور دوسرے حضرت موسیٰؑ کے داماد کالب بن یوحنا بقیہ سب اپنے عہد سے پلٹ گئے اور بنی اسرائیل پر واقعات اصلی ظاہر کردیئے اُن کو جنگ سے بچنے کا حیلہ ہی ملا۔ حضرت موسیٰؑ نے بار بار سمجھایا کہ خدا میں بڑی طاقت ہے۔ وہ تم کو کامیابی نصیب کرے گا۔ مگر کسی نے نہ مانا آخر مجبور ہو کر حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا خدایا میں تیرے حکم کی تعمیل کے لیئے اپنی جان اور اپنے بھائی ہارون پر اختیار رکھتا ہوں اور ہم دونوں حاضر ہیں۔ اب اِن فاسقوں کے متعلق تیرا جو حکم ہو۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ ماننے والا فاسق ہے۔

له

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۝	(موسیٰ) نے کہا اے پروردگار نہیں میرے اختیار میں مگر میری جان اور میرا بھائی حکم دے ہمارے اور ہماری فاسق قوم کے درمیان

اِس کی پاداش میں خدا نے بنی اسرائیل کو ایک صحرا میں مقید و محصور رکھا چالیس سال تک اور بروایت مختلف اسی زمانہ میں حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کا انتقال بھی ہو گیا اور حضرت یوشعؑ بن نون نبی اور جانشین ہوے اور حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانے میں تمام بنی اسرائیل کو چالیس سالہ سزائے قید سے نجات ملی۔

له مائدہ رکوع ۴۔

فساد اور خونریزی

حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند اکبر[1] قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر کے دنیا میں خونریزی کی ابتدا کی۔ بروایت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ و حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فساد کی وجہ یہ ہوئی کہ اُس وقت بہن بھائی کا نکاح کوئی غیر لڑکی دنیا میں نہ ہونے کی وجہ سے جائز تھا۔ مگر یہ شرط تھی کہ ایک ہی حمل[2] کے بہن بھائی کا عقد ممنوع تھا۔ قابیل اپنی توام بہن اقلیمہ سے نکاح کرنے پر مصر تھا۔ جس کی اجازت حضرت آدمؑ نے نہیں دی۔ اور فرمایا ہابیل و قابیل قربانی پیش کریں خدا جس کی قربانی قبول فرمائے اُس کے ساتھ اقلیمہ کا نکاح ہوگا۔ دونوں نے اپنی اپنی قربانی کے جانور پہاڑ پر چھوڑے۔ ہابیل کے جانور کو ایک شعلہ آکر جلا گیا۔ یہ علامت قبولیت تھی۔ اِس پر قابیل نے مشتعل ہو کر ہابیل کو قتل کر دیا۔

ذبیح ہابیل

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ الخ[3]

اطاعت پر آمادہ کر لیا اُس کے نفس نے بھائی کو قتل کرنے کے لئے

بروایت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (بخاری شریف) قابیل قتل انسانی کا بانی ہے اِس لئے تا قیامت ہر قتل کا گناہ اُس کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا۔ قتل صرف دو صورتوں میں جائز ہے۔ ایک تو قصاص یعنی جان کے بدلے جان لینا۔ دوسرے برائے رفع شر و فساد

جواز قتل

[1] حضرت حوا جب دنیا میں آئیں تو قابیل حمل میں تھا (ابن اثیر جلد اول)
[2] احسن التفسیر مائدہ رکوع ۵ [3] توام۔ [4] مایدہ رکوع ۵۔

اس کے خلاف جو قتل ہوگا۔ تو قاتل پر اطلاق نہ صرف اس قتل کے علاوہ تا قیامت تمام انسانوں کے قتل کا وبال پڑ جائے گا۔ کیونکہ وہ قاتل آئندہ کے لیئے خونریزی کی نظیر پیش کرتا ہے۔

كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط[1]

حکم دیا ہم نے بنی اسرائیل کو کہ اگر کوئی قتل کرے جان کو بغیر معاوضہ جان کے یا بغیر فساد پھیلانے زمین پر تو گویا اس نے قتل کر دیا تمام انسانوں کو۔

مفسد قابل گردن زدنی

اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ مفسد قابل گردن زدنی ہوتا ہے۔

رہزنی و قزاقی

بحرین[2] کے کچھ لوگ مرتد ہو کر مدینہ سے فرار ہو گئے اور آنحضرت صلعم کے آزاد فرمودہ غلام یسار کی آنکھیں پھوڑ کر اور قتل کر کے چراگاہ سے کچھ صدقے کے اور کچھ حضور صلعم کے ذاتی اونٹ جن کو یسار چراتے تھے۔ چرا لے گئے۔ جب وہ پکڑ لائے گئے تو آنکھیں پھوڑ کر قتل کر دیئے گئے۔ اس پر ارشاد باری ہوا کہ جو لوگ رہزنی اور قزاقی کرتے پھرتے ہیں وہ گویا خدا اور رسول سے لڑتے ہیں ان کی سزا یہی ہے۔ کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر لٹکا دیئے جائیں۔ یا ان کا ایک طرف کا پیر اور ایک طرف کا ہاتھ کاٹ دیا جائے یا ملک سے ان کا اخراج کر دیا جائے۔ رہزنی و قزاقی کے سلسلے میں جو جو افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اُن کے اعتبار سے یہ سزائیں اللہ تعالیٰ

---

[1] المایدہ رکوع ۵۔ [2] احسن التفسیر مایدہ رکوع ۵۔

نے مقرر فرمائی ہیں۔

۱

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ	ان لوگوں کی یہی سزا ہے جو لڑتے ہیں اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور دوڑتے پھرتے ہیں ملک میں فساد کرنے کے لیئے وہ قتل کئے جائیں یا سُولی[۲] دیئے جائیں یا کاٹے جائیں اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں مخالف طرف سے یا نکال دیئے جائیں ملک سے۔

اس کے ساتھ ہی حکم ہے کہ گرفتاری سے پہلے توبہ کر کے اعمال کی اصلاح کرلیں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والا مہربان ہے کیونکہ دُنیاوی مذکورہ بالا سزاؤں کے علاوہ آخرت کی سزا عذاب عظیم ہے

۳

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ	یہ ہے رسوائی اِن کی دُنیا میں اور اِن کے لیئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

دُنیا اور آخرت کی دُہری سزا

یعنی اللہ تعالیٰ آخرت کی سزا تو معاف فرما دے گا۔ اب رہی دُنیاوی سزا تو اس کی معافی کا کوئی صریح حکم نہیں ہے۔ یہ دنیا والوں کا اختیاری فعل ہے کہ شرعی سزا نافذ کر دیں یا معاف کر دیں۔ کیونکہ رہزنی کے سلسلے میں لوگوں کو قتل کر کے کوئی آئندہ کے لیئے توبہ اور اصلاح حال

---

[۱] المائدہ رکوع ۵۔ [۲] سُولی قتل سے زیادہ سخت ہے۔ [۳] مائدہ رکوع ۵۔

کر بھی لے تو قصاص وغیرہ کی شرعی سزائیں تو دُنیاوی اور انسان کی اختیاری ہیں۔

[1] اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ج فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

مگر جن لوگوں نے توبہ کی قبل اس کے کہ آئیں قابو میں تمھارے تو بان لو کہ بلاشبہ اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ناجائز سفارش چوری مرد کرے یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔

[2] وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا

اور چور مرد ہو یا عورت کاٹ ڈالو ہاتھ اُن کے۔

[3] مکّہ کی ایک عورت نے چوری کی جب ہاتھ کاٹنے کی نوبت آئی تو یہ سزا قریش کے بعض لوگوں کو شاق گزری۔ اور انھوں نے اُسامہ بن زیدؓ سے آنحضرت صلعم کی خدمت میں سفارش کرائی۔ جس پر آپ کو بہت غصہ آیا۔ ارشاد ہوا کیا تعزیراتِ الٰہی میں بھی مجرموں کی سفارش کا دخل ہو سکتا ہے۔ بالفرض محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی کچھ چرائے تو اُس کا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا۔

اِس امر میں اختلاف ہے کہ کم از کم کس قدر چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

---

[1] المایدہ رکوع ۵۔ [2] المایدہ رکوع ۶۔ [3] احسن التفسیر مائدہ رکوع ۶۔

عبد اللہ بن مسعودؓ ۔ سفیان ثوریؒ }
امام ابو حنیفہؒ ۔ کے نزدیک } سرقہ تین درم
امام شافعیؒ ۔ کے نزدیک } چہارم حصہ دینار
اما احمدؒ ۔ کے نزدیک } یہ چہارم حصہ دینار یا تین درم

بغداد کے ایک شاعر ابو العلاء نے اعتراض کیا کہ اگر کوئی کسی کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو شرعی خون بہا پانچسو اشرفی ہے اور دوسری طرف صرف تین درم کی چوری میں پانچ سو اشرفی کی قیمت کا ہاتھ کاٹ ڈالا جاتا ہے۔ علماء نے اس کے مختلف جوابات دیئے۔ ایک یہ کہ ہاتھ کٹ جانے کے خوف سے کوئی چوری نہ کرے اور پانچسو اشرفی جرمانے کے ڈر سے کسی کا ہاتھ نہ کاٹے۔ دوسرا جواب یہ کہ اچھے آدمی اور چور میں فرق یہی ہے۔ کہ اچھے آدمی کے ہاتھ کی قیمت خدا نے پانچسو اشرفی رکھی ہے۔ اور چور کے ہاتھ کی قیمت تین درم۔

شعراء نے ایسے ہی لغو بیانات سے شاعری کو بدنام کر کے چھوڑ دیا ہے۔ جیسا کہ غالب پر خدا رحم کرے کراماً کاتبین کے قدرتی نظام پر حرف گیری کی ہے کہ ؎

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

حالانکہ یہ صرف شاعرانہ مطلق العنانی ہے۔ کیا غالب کو معلوم نہ تھا۔ کہ خدائے تعالیٰ نے فرشتوں کی فطرت میں غلطی اور گناہ ودیعت نہیں فرمایا۔ بجز خاص مستثنیات۔ ابلیس و ہاروت و ماروت وغیرہ کے۔ اس کے علاوہ منطقی دلیل بھی ہے کہ فرشتے غیر جانبدار ہیں اُن کو

کیا پڑی ہے کہ انسان کے اعمال نامے میں کچھ گھٹائیں بڑھائیں۔
بادی النظر میں تو ایسا تصور کرنا بھی کفر ہے۔ کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ
کے علیم و خبیر ہونے سے انکار لازم آتا ہے۔ اسی طرح ایک نامعقول
خیال عمر خیام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ کہ جام شراب ہاتھ سے چھوٹ کر
ٹوٹ گیا تو کہا ؎

[1]ابریق مئے مرا شکستی ربی — من مست نیم و لے تو مستی ربی

میں حضرت عمر خیام کا معتقد ہوں۔ اور ان کے عارفانہ کلام کا
عاشق ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان میں اس گستاخی کی داد نہیں
دے سکتا۔

غیر مسلموں کے درمیان انصاف یہود شرارتاً[2] بعض مقدمات اپنی قوم
کے بغرض تصفیہ آنحضرت صلعم کے
ملاحظہ میں پیش کرتے تھے۔ کہ دیکھیں احکام توریت سے لاعلمی کے
باعث اور خصوصاً تحریف شدہ مسائل میں آپ کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔
مثلاً زنا کی سزا توریت میں سنگ[3] باری تھی مگر یہود نے اس کے خلاف
منہ کالا کر کے تشہیر کرنے کی سزا رائج کی تھی۔ اس لئے ارشاد باری ہوا
کہ اگر یہود آپ کے پاس مقدمہ لائیں تو آپ کو اختیار دیا جاتا ہے۔
فیصلہ فرمائیں یا ٹال دیں۔ لیکن فیصلہ کرتا ہو تو انصاف کیجے کیونکہ اللہ
کو انصاف بہت پسند ہے اس واقعہ سے مسلمانوں کو سبق ملتا ہے کہ

غیر مسلموں کے واقعات سے سبق

---

[1] پوری رباعی کے یہ مختلف مصرعے ہیں۔ میں نے نقل کفر کی ضرورت نہیں سمجھی [2] احسن التفسیر المایدہ رکوع ۶۔ [3] حضور صلعم نے سنگ باری ہی کی سزا دی۔ اور ظاہر فرما دیا کہ یہود نے تحریف کی ہے۔

غیر مسلموں کے معاملات میں ضروری نہیں کہ دخل دیں۔ اور حصہ لینا ہو تو نہایت انصاف سے کام لیں۔ عدل ایسی چیز ہے کہ اس کو غیر مسلموں کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔

^١^ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ج	اگر (یہود) آئیں تو اُن کے درمیان فیصلہ کر دیجئے یا اُن سے منہ پھیر لیجئے۔

پھر اسی ضمن میں ارشاد باری ہوا کہ

^٢^ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ	اور اگر فیصلہ کرو تو فیصلہ کرو تم ان کے درمیان منصفانہ۔ بے شک اللہ پسند کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔

قصاص و دیگر تعزیرات جسمانی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے یہود کو توریت میں حکم دیا تھا کہ تعزیرات الٰہی میں جان کا بدلہ جان آنکھ کا بدلہ آنکھ ناک کا بدلہ ناک کان کا بدلہ کان دانت کا بدلہ دانت اور زخم کا بدلہ زخم ہے۔ یعنی قاتل و جارح کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو اُس نے مقتول و مجروح کے ساتھ کیا بجز اس کے کہ کوئی معاف کر دے۔ تو کفّارہ کافی ہوگا۔

یہی احکام شرع محمدی میں بھی قابل عمل ہیں۔ کیونکہ علمائے[٣] اصول فقہ کا مذہب یہ ہے کہ بحوالہ توریت جو احکام قرآن میں آجائیں اور وہ کسی اور حکم سے منسوخ نہ ہوں تو ایسے مسائل شرع محمدی میں داخل ہیں۔

احکام ... کتب آسمانی ... سکار شرع

---

١ المائدہ رکوع ٦۔ ٢ ایضاً۔ ٣ احسن التفسیر المائدہ رکوع ٧۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۚ [1]

اور ہم نے فرض کی تھی اُن پہ یہ بات کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ بھی اُسی طرح ہے پھر جو کوئی معاف کر دے تو اُس کے لیے کفارہ ہے۔

مختلف ادیان ایک سوال یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف شریعتوں کے بجائے شریعتِ محمدی کو ہی ابتدائے آفرینش سے کیوں جاری نہیں فرمایا۔ تو شریعت موسوی و شریعت عیسوی وغیرہ کا کوئی سوال ہی نہ اٹھتا۔ اس کا جواب اللہ پاک نے خود دیا ہے۔ کہ اگر وہ چاہتا تو تمام بنی آدم ایک ہی اُمّت ہوتے۔ لیکن بندوں کو آزمانے کے لیے مختلف زمانوں میں مختلف ادیان اور نبی باقتضائے حالات وقت بھیجے تاکہ دیکھے کہ کون اُس کے احکام کی بجا آوری کی طرف دوڑتا ہے یکے بعد دیگرے تمام نبیوں پر ایمان لانا اور تمام کتب آسمانی پر یقین رکھنا بڑی آزمائش ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے صرف مسلمان پورے اترے[2]۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً [3]

اور چاہتا اللہ تو بناتا تم کو ایک اُمت

[1] المائدہ رکوع ۷۔ [2] مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا کیونکہ اُس وقت دوسری عورتوں کا وجود ہی نہ تھا۔ جب عورتوں کی کثرت ہوئی تو یہ اجازت ختم ہو کر اس کی ممانعت ہو گئی ۱۲۔ [3] المائدہ رکوع ۷۔

وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ	ایک ہی ولیکن اُس نے چاہا کہ تم کو آزمائے اپنے دیئے ہوئے احکام میں کہ کون دوڑتا ہے نیکی کی طرف۔

یہود و نصاریٰ کی دوستی ابتداء ہی میں مسلمانوں کو بُت پرستوں کے علاوہ یہود و نصاریٰ کا بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ یہود کے تین قبیلے تو مدینے کے اطراف ہی میں تھے جن میں بنی قریظہ قتل ہوئے۔ اور قینقاع و بنی نضیر جلا وطن کر دیئے گئے۔ لیکن اس نوبت سے قبل کچھ مسلمان بہت کشمکش و پیچ میں رہے کہ یہود وغیرہ سے کس قسم کے تعلقات رکھیں۔ کیونکہ منافق بظاہر مسلمان اور در پردہ یہود و نصاریٰ سے ملے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا۔ اور فرمایا کہ یہود و نصاریٰ پر بھروسہ مت کرو۔ یہ آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ اِن سے جو دوستی کرے گا وہ اِن ہی میں سے ہو جائے گا۔[1]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ[2]	اے ایمان والو دوست نہ بناؤ یہود اور نصاریٰ کو وہ دوست ہیں ایک دوسرے کے آپس میں اور تم میں سے جو دوستی کرے گا اُن سے تو اُن ہی میں سے ہو جائے گا۔

ارتداد دین اسلام سے پھر جانے والے کو مرتد کہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم[3]

---

۱ احسن التفسیر المائدہ رکوع ۸ ۔ ۲ المائدہ رکوع ۸ ۳ احسن التفسیر المائدہ رکوع ۸۔

کے آخر زمانے میں عرب کے تین فرقے اور بعد میں چار فرقے مرتد ہو
ایک کاہن اسود[1] عنسی کے ساتھ فرقہ بنی مدلج مرتد ہو کر یمن پر مسلط
ہو گیا۔ اور حضور صلعم نے معاذ بن جبلؓ کو سرکوبی کے لیے مقرر فرمایا۔
جس میں مسلمانان یمن نے بہت ساتھ دیا اور فیروز دیلمی کے ہاتھ
سے اسود عنسی مارا گیا۔ جس کی اطلاع وفات نبی کریم صلعم سے ایک
روز پہلے مدینے پہونچی۔ دوسرا فرقہ بنی حنیفہ کا مسیلمہ[2] کذاب کے
ساتھ مرتد ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خالدؓ بن ولید کو سرکوبی کے
لیے مقرر فرمایا۔ اور انجام یہ ہوا کہ حضرت امیر حمزہؓ کے قاتل وحشی کے
ہاتھ مسیلمہ مارا گیا۔ وحشی کا قول تھا۔ قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ وَ
شَرَّ النَّاسِ (میں نے حالت کفر میں بہترین خلائق کو قتل کیا تھا۔
اور حالت اسلام میں بدترین خلائق کو قتل کیا)۔ تیسرا فرقہ طلیحہ[3] بن خویلد
کی سرکردگی میں مرتد ہوا۔ جس کو حضرت خالدؓ بن ولید نے شکست دے کر
پھر مسلمان کر لیا۔ طلیحہ تا حیات مسلمان رہے اور بعہد فاروقی ستہ
کی جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کی بڑی مدد کی۔ اس کے علاوہ جو لوگ
عہد صدیقی میں زکواۃ سے منکر و مرتد ہو گئے تھے ان کی سرکوبی کے لیے
حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود تلوار اٹھائی اور فتنہ ارتداد کی بیخ کنی کر دی۔

---

[1] اس نے نبی کریمؐ کی حیات مبارک میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ [2] اس نے دعوئے نبوت کر کے حضور صلعم سے کہا تھا کہ مجھے شریک نبوت فرما لیجئے۔
[3] بنی اسد۔ اس نے بھی بعہد رسالت نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلیحہ اور اس کے ساتھیوں کی سرکوبی کے لیے ضرار بن ازور اسدی کو بھیجا تھا۔ لیکن وفات نبوی کے باعث یہ مہم نا تمام رہ گئی اور خلافت صدیقی میں حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں تکمیل پائی۔ (احسن التفسیر)

رکھ دی۔ فتنۂ ارتداد کا مقابلہ کرنے والوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اُن کو خدا سے محبت ہے۔ اور خدا کو اُن سے محبت ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ[1]

اے ایمان والو تم میں جو مرتد ہو جائے دین سے تو ہوگا یہ کہ عنقریب کبھی لئے اللہ ایک گروہ کو لائے گا جس کو محبوب رکھتا ہے اور وہ اُس کو محبوب رکھتے ہیں۔

بے نمازی کی دوستی ناجائز

دوستی صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جائز و مفید ہے اور اُس کے بعد اُن پکے مسلمانوں کی جو نماز و زکوٰۃ کے پابند ہوں۔ اور جن کی گردنیں ہمیشہ خدا کے خوف سے جھکی رہتی ہوں۔ بخاری[2] شریف میں حضرت سعید خدریؓ سے یہ حدیث شریف مروی ہے۔ کہ ایک شخص نے خدا کے سامنے جانے کے ڈر سے وصیت کی کہ اُس کی لاش[ع] جلا کر خاک ہوا میں اُڑا دی جائے۔ یہ وصیت صرف خدا کے خوف سے تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا لہذا پکا مسلمان وہی ہے۔ جس کی عبادت وغیرہ میں غرور کا شائبہ تک نہ ہو بلکہ وہ خوفِ خدا اور عجز و انکسار سے ہمیشہ سرنگوں رہتا ہو۔

---

[1] المائدہ رکوع ۸ [2] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۸۔

[ع] بعض فرقے اپنے مُردے نذرِ آتش کرتے ہیں اس کا فلسفہ غالباً یہی ہے۔ مگر اب عملدرآمد نیت پر نہیں بلکہ مماثلت پر ہے۔ کیونکہ نیت کے لئے ویسے اعمال ہی بھی شرط ہے۔ جیسے دودھ کی نیت سے شراب نہیں پیا جاسکتی۔

ترجمہ	آیت
تمھارا دوست اللہ اور اُس کا رسول ہے اور ایسے ایماندار آدمی بھی کہ وہ لوگ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (خوفِ خدا سے) سر جھکائے رہتے ہیں۔	[1] اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝

کفار کی دوستی دینِ اسلام کی توہین و تضحیک کرنے والے کافر سے دوستی ممنوع ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اُن سے دشمنوں کا سا برتاؤ کریں۔ بلکہ دوست کی تعریف اُن پر صادق نہیں آتی ہے اس لحاظ سے ہے۔ کیونکہ دینِ اسلام کی بُرائی جہاں ہو وہاں سے کم از کم دور رہنا چاہیئے اگر کفار کے خیالات کی تردید کوئی نہ کر سکے تو چاہیئے کہ ایسی صحبت کو بُری جان کر ہٹ جائے۔ از روئے حدیث ابو سعید خدریؓ (مسلم) یہ ایمان کا ضعیف درجہ ہے۔

ترجمہ	آیت
اے ایمان لانے والو رفیق نہ بناؤ ایسے لوگوں کو جو قرار دیتے ہیں تمھارے دین کو ہنسی اور کھیل ایسے اشخاص یہود و نصاریٰ جنھیں کتاب (زبور اور انجیل) دی گئی تم سے پہلے اور کفار کو دوست نہ بناؤ۔	[2] يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ج

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اذان کی اہمیت اکثر سُنا جاتا ہے کہ فلاں جگہ اذان کی آواز سے لوگ مشتعل ہو گئے۔ فلاں جگہ فساد ہو گیا

[1] المائدہ رکوع ۸۔ [2] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۹۔ [3] المائدہ رکوع ۹۔

فلاں جگہ اذان کہنے سے روک دیا گیا۔ جس سے بُزدل اور مشتعل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ صبر و تدبر سے کام لینا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو جو اذان کے مخالف ہوں صرف بے عقل فرمایا ہے البتہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک اذان کتنی پسندیدہ ہے۔

اور جب پکارتے ہو تم نماز کے لئے تو ٹھیراتے ہیں اس کو ہنسی اور کھیل اس لئے کہ یہ قوم ایسی ہے جو عقل نہیں رکھتی۔	[1] وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝

[2] ابنِ جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت فرمائی ہے کہ مدینے میں ایک نصرانی جب اذان کا یہ جملہ سُنتا تھا کہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهِ (گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں) تو کہتا تھا خدا اس جھوٹے موذن کو چولھے میں ڈالے۔ ایک رات اس کے گھر میں ایسی آگ لگی کہ مع اہل و عیال و مال و متاع جل کر خاک کا ڈھیر ہو گیا۔

علماء اور مشائخین

علماء اور مشائخین یہود کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ دیدہ و دانستہ لوگوں کو بُری باتوں اور حرام خوری سے کیوں نہیں روکتے ہیں۔ جبکہ وہ کلمۂ حق بھی

---

[1] المائدہ رکوع ۹۔ [2] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۹۔

زبان سے کہتے تھے۔ یا انجان ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ[۱] کی اس تنبیہ اور تہدید کا اطلاق ہر امت کے علماء و فضلاء پر ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔ کہ علماء اور صلحاء کے لیئے قرآن مجید میں اس سے بڑھ کر کوئی خوفناک آیت نہیں ہے کیونکہ ذاتی اعمال کے علاوہ ایسے بزرگوں سے یہ پرسش بھی ہوگی کہ باوجود صلاحیت خداداد کے دوسروں کو بھی راہ راست پر لانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ ترمذی۔ ابن ماجہ مسند امام احمدؒ میں جو احادیث ہیں اُن کا ماحصل یہ ہے کہ کوئی اچھا آدمی باوجود قدرت رکھنے کے کسی کو برائی سے[۲] منع نہ کرے گا۔ تو اس کا وبال اُس پر دنیا[۳] اور آخرت میں پڑے گا۔

[۴] لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ

کیوں منع نہیں کرتے ان کو مشائخ اور علماء بری باتوں سے اور حرام خوری سے۔

[۱] احسن التفاسیر المائدہ، رکوع ۹۔ [۲] بروایت انس بن مالک (ترمذی) حدیث شریف ہے کہ جب کم عمر صاحب حکومت معمر بدکار اور عالم بے عمل ہو جائیں گے۔ تو نصیحت کا رواج اُٹھ جائے گا۔ [۳] حضرت ایوب علیہ السلام پر عتاب الٰہی کی وجہ یہ ہوئی کہ اُن کے یہاں قحط پڑا تو فرعون مصر نے ازراہ دوستی اپنے ایک زرخیز خطہ میں حضرت کو معہ خاندان و مویشی بلا لیا۔ ایک دن آپ فرعون کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے آکر جو اس ملک کے نبی تھے فرعون کو دعوت اسلام دی اور خدا کے قہر سے ڈرایا۔ حضرت ایوبؑ چپ بیٹھے رہے کہ فرعون کے مہمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو فرعون کے علاقے میں قحط سے محفوظ تھا اس لیئے شعیبؑ کی تائید کچھ نہ بولا اب اس کا مزہ چکھ (ابن اثیر) [۴] المائدہ رکوع ۹۔

خدا سے گستاخی

اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ کلمات زبان پر لانے والوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ امساک[1] باراں اور زراعت کی خرابی سے چڑھ کر یہود نے جب کہا کہ خدا کا ہاتھ بندھ گیا ہے (یہ کلمہ اہل عرب اظہار بخل کے لیئے کہتے تھے) تو اللہ تعالیٰ نے غضب ناک ہو کر فرمایا کہ ان ہی کے ہاتھ بندھ جائیں اور لعنت ہو ان پر کہ ایسا کہتے ہیں۔ خدا کی شان ہیں۔ خدا کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہوتے ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

[2] وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ

اور یہودی کہتے ہیں ہاتھ اللہ کے بندھ گئے۔ ان ہی کے ہاتھ بندھ جائیں اور لعنت ہو ان پر جو ایسا کہتے ہیں۔ بلکہ ہاتھ[3] دونوں اللہ کے کھلے ہوئے ہیں خرچ کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔

حفظِ ما تقدم

اپنی جان کی حفاظت کا خیال اتنا ضروری ہے کہ جب[4] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام الٰہی کی تبلیغ

[1] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۹۔ [2] المائدہ رکوع ۹۔ [3] ید اللہ کے باب میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس سے فی الواقعی اللہ کا ہاتھ مراد ہے۔ یا اس کی قدرت۔ بعض نے کہا کہ پیدائش حضرت آدمؑ کے متعلق بھی فرمایا خلقت بیدی اگر وہاں قدرت کا مفہوم لیا جائے۔ تو خصوصیت تخلیق آدمؑ باقی نہیں رہی۔
[4] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۱۰۔

مخالفین اسلام کے نرغہ میں علی الاعلان شروع فرمائی اور اس کی پروا نہ کی۔ کہ اُن آیات میں دشمنوں کی کھلی ہوئی مذمت ہے۔ جس سے وہ مشتعل ہو گئے۔ تو ساتھ ہی اس کے یہ بھی محسوس فرمایا گیا کہ وہ کہیں حملہ نہ کر بیٹھیں۔ اور اس کے لیے بطور حفظ ماتقدم راتوں کو صحابہ کا پہرہ لگا دیا گیا۔ اس پر ارشادِ باری ہوا۔ کہ آپ خدا کے احکام پہونچائیے۔ خدا آپ کی حفاظت کرے گا۔ جس رات یہ آیت نازل ہوئی آپ نے اُسی وقت حجرے کی کھڑکی سے سر نکال کر صحابہ کے محافظ دستے سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ۔ اب حفاظت کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت خود اپنے ذمہ لے لی ہے۔ جو لوگ زعم باطل کی وجہ سے حفظ ماتقدم کی پروا نہیں کرتے اور تدابیر احتیاطی کو بزدلی پر محمول کرتے ہیں وہ اِن حقایق سے بصیرت حاصل کریں۔

يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ [1]	اے رسول پہنچا دو جو نازل کیا گیا ہے تم پر تمھارے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو نہ پہنچانے والے ہوں گے تم اُس کا پیغام اور اللہ حفاظت کرے گا تمھاری لوگوں سے۔

فرقہ صابئی | صابئی [2] دہریہ کو کہتے ہیں یہ لوگ یہود و نصاریٰ سے

[1] المائدہ رکوع ۱۔ [2] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۱۔

بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ اِن کی تو کوئی شریعت ہی نہیں۔ نہ یہ خدا کے قائل ہیں نہ روزِ قیامت کے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کا ذکر یہود و نصاریٰ اور بے ایمان مسلمانوں کے ضمن میں فرمایا ہے۔ کہ خواہ کوئی مسلمان ہو یا صائبی یہودی ہو یا نصرانی جب تک ایماندار نہ ہو اور نیک عمل نہ کرے نجات نہیں پا سکتا۔ کوئی شخص برائے نام مسلمان ہو۔ یا کوئی شخص محض شریعتِ موسوی و عیسوی کو لے کر بیٹھا ہو۔ تو یہ اُس کی آخرت کے لیئے کافی نہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ [1]

بلاشبہ جو لوگ کہ مسلمان ہیں اور جو لوگ کہ یہودی اور صائبی اور نصرانی ہیں اگر اللہ پر ایمان لائیں اور روزِ قیامت پر اور نیک عمل کریں تو اُن کے لیئے نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

قتلِ انبیاء

اِنسانوں کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی بھلائی کے لیئے بہ کثرت پیغمبر بھیجے۔ مگر جب ان کی مرضی کے خلاف اُنھوں نے کوئی بات کی تو بعض نے خدا کے رسولوں کو جھوٹا کہہ دیا۔ اور بعض نے قتل کر ڈالا۔ چنانچہ[2] حضرت یحییٰ علیہ السلام اور اُن کے والد حضرت ذکریا علیہ السلام کو یہود نے قتل کر دیا اور حضرت

---

[1] المائدہ رکوع ۱۔ [2] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۱۔

شعیا علیہ السلام سے بھی یہی سلوک کیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت سے انکار کر دیا۔ حدیث شریف ہے کہ گناہ کی کثرت کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ خواہ نصیحت کرنے والا پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔

كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۞[1]	ہمیشہ یہ ہوا کہ جب پیغمبر ایسا حکم لایا جو اُن (بنی اسرائیل) کے نفسوں کی خواہش کے مطابق نہ تھا تو بعض نے (رسولوں کو) جھوٹا کہہ دیا اور بعضوں نے قتل کر دیا۔

شرک حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے درمیانی زمانے میں تین پیغمبر حضرت ذکریا ویحییٰ وشعیا علیہم السلام کو بنی اسرائیل نے قتل کر دیا تھا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو بھی قتل کر دینا چاہتے تھے اس لیئے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ حفاظت کے لیئے ساتھ رہتے تھے۔ فرشتے ایک پاکیزہ اور لطیف رُوحانی مخلوق ہے۔ اس لیئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو یہاں رُوح القدس (پاکیزہ روح) سے مخاطب کرتے ہیں۔ اور اس طرح عیسائیوں نے خدا پر ایمان لانے کے لیئے عیسیٰؑ مریمؑ اور روح القدس کی ایک جماعت بنائی اور کہا انہی تینوں میں ایک خدا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ[2]	بے شک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ

[1] المائدہ رکوع ۱۰۔ [2] ایضاً۔

تیسرا ہے تین میں۔	ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ [۱]

برخلاف اس کے بوقتِ ہجرت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں پوشیدہ ہوئے اور دشمن تعاقب میں اس قدر قریب پہونچ گئے کہ اُن کے پاؤں نظر آنے لگے تو صدیق اکبرؓ آنحضرتؐ کے لئے ہراساں ہوئے۔ اس پر حضور انور صلعم نے ارشاد فرمایا ہم دو ہیں تیسرا خدا ہے۔ جو ہماری حفاظت کرے گا۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اطمینان کُلّی حاصل ہو گیا۔

صدیق [۲] وہ ہے جس پر اللہ و رسول کے احکام کی صداقت کا اثر بہت زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو بھی صدیقہ فرمایا ہے کیونکہ وہ احکام توریت و انجیل پر پوری صداقت کے ساتھ ایمان رکھتی تھیں اس کے علاوہ ولادتِ مسیحؑ کے متعلق اُن کا یہ کہنا کہ قدرتاً خود بخود ہوئی بالکلیہ صداقت پر مبنی تھا۔ کیونکہ ہر ماں ہی بہتر بتا سکتی ہے۔ اپنی اولاد کی وجہ پیدائش۔

نہیں اور کچھ مسیح ابن مریم مگر صرف پیغمبر جیسے کہ اُس سے پہلے بھی پیغمبر گذر چکے ہیں اور اُس کی ماں صدیقہ (سچی) ہے۔	مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ [۳]

اس کے بعد ارشادِ باری ہے کَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ (دونوں کھاتے

---

[۱] احسن التفسیر المائدہ رکوع [۲] ایضاً۔ [۳] المائدہ رکوع ۱۰۔

تھے کھانا) اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے بے نیاز ہے۔ عیسیٰؑ و مریمؑ تو کھاتے پیتے تھے۔ یہ خود دلیل ہے اُن کے خدا نہ ہونے کی۔ بُت پرستوں کے لیئے بھی جو اپنے خداؤں کو کھانا پانی دیتے ہیں یہ نکتہ عقلی طور پر بھی غور طلب ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی بُت کدۂ آزر میں یہی دلیل پیش کی تھی۔ مگر یہودؔ کے بادشاہ یونس نے فریب دینے کے لیئے عیسائی بن کر عیسیٰؑ کو اِس بنا پر خدا بنا دیا کہ وہ اندھے اور کوڑھی کو صحت دیتے تھے۔ مُردے زندہ کرتے تھے۔ اور یہ کام کسی بندے سے ممکن نہیں صرف خدا کر سکتا ہے اور اس طرح نصاریٰ شرک میں مبتلا ہو گئے جو اتنا بڑا گناہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسی ضمن میں فرمایا جنت مشرک پر حرام ہے اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

^۲ اِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ	بلا شبہ جو شرک کرے گا اللہ کے ساتھ یقیناً حرام کی ہے اللہ نے اُس پر جنت اور اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

بُت پرستی کی تاویل

آج کل کے بُت پرست مسلمانوں کے ماحول میں خدا کی وحدانیت کے تو قائل ہو گئے ہیں۔ مگر بُت پرستی جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ آلات عبادت ہیں مگر عمل اس قول کے خلاف ہے۔ کہ بُتوں کے سامنے سر عبودیت جھکاتے ہیں اُن کو اپنا مالک و مختار سمجھتے ہیں اور اُن سے منّت مانگتے اور اُن سے ڈرتے ہیں کہ خفا ہو کر نقصان پہنچا دیں گے۔ یہ

---

^۱ تاریخ نصاریٰ ۱۹۶۔ ^۲ تفسیر المائدہ رکوع ۱۔ ^۳ المائدہ رکوع ۱۰۔

ساری باتیں اُن کے بہت سے خدا ہونے کا عملی ثبوت ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اِن ہی افعال پر بُت پرستی کا اطلاق فرمایا ہے

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ [1]	کہو پوجتے ہو تم سوائے اللہ کے دوسری چیزوں کو جو تمھارے مالک نہیں۔ تم کو نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔

ترکِ مباشرت

ایک صاحب [2] نے مباشرت ترک کر دی تھی اور ایک صحابی کو آنحضرت صلعم کے پاس سے واپس آنے میں دیر ہو گئی تو ان کی بی بی نے مہمان کو بانتظارِ شوہر کھانا نہیں دیا۔ جس پر وہ بہت ناراض ہوئے کہ مہمان کو بھوکا رکھا اور قسم کھائی کہ آج کھانا نہ کھاؤں گا۔ اس پر مہمان اور بی بی نے بھی قسم کھالی کہ ہم بھی کھانا نہ کھائیں گے۔ یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے لیئے اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں حلال کی ہیں اُن کو وہ اپنے اُوپر حرام نہ کریں۔ جیسے کہ بی بی حلال ہے مگر کوئی مباشرت ترک کر دے تو گویا اُس نے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ [3]	اے ایمان والو! ایسی چیزوں کو اپنے پر حرام مت کرو جو پاکیزہ اور حلال اللہ نے تمھارے لیئے قرار دی ہیں اور حد سے نہ بڑھو

[1] المائدہ رکوع ۱۰۔ [2] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۱۱۔ [3] المائدہ رکوع ۱۲۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے سور کا گوشت حرام اور گائے کا گوشت حلال قرار دیا ہے۔ تو گائے کے گوشت سے بھی انکار کر دینا حد سے بڑھ جانا ہوا۔ بروایت عیاض بن حمار (صحیح مسلم) حدیث شریف ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزیں لوگ شیطان کے بہکانے سے اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں۔ حالانکہ خدائے پاک کا صاف حکم ہے کہ اُن چیزوں کو کھاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیئے حلال اور پاکیزہ قرار دی ہیں۔

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص[1]	اور کھاؤ جن چیزوں کو اللہ نے رزق بنایا ہے تمہارا حلال اور پاکیزہ۔

اگر گائے کا گوشت پاکیزہ نہ ہوتا (جیسا کہ بعض نادان نفرت کرتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ اُس کو مسلمانوں کے لیے حلال نہ کرتا۔

مُہمل قسمیں بعض[2] لوگوں کا تکیۂ کلام واللہ باللہ ہوتا ہے۔ یہ ایسی بے معنی قسمیں ہیں کہ جن کا کوئی لحاظ ہے اور نہ کفارہ لیکن لغو قسموں کی اقسام اور بھی ہیں یعنی جن پر کوئی پابند ہو جائے تو وہ قابل مواخذہ اور مستوجب کفارہ ہو جاتی ہیں۔ مثلاً کوئی قسم کھائے کہ فلاں سے بات نہ کروں گا تو اس کا شمار لغو قسموں میں ہوگا مگر وہ اس کو اپنے عمل سے یعنی بات چیت بند کر کے مستحکم کر دے تو اس کے لیئے کفارہ ہے۔

۱۔ دس مساکین کو اوسط درجے کی غذا جیسی کہ معمولاً گھر کے لوگ

---

[1] المائدہ رکوع ۱۱۔ [2] احسن التفسیر المایدہ رکوع ۱۲۔

کھاتے ہیں کھلانا ۔ یا
۲۔ دس مساکین کو لباس پہنانا ۔ یا
۳۔ غلام آزاد کرنا (اور استطاعت نہ ہو تو)
۴۔ تین دن کے روزے رکھنا ۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ[1]	نہیں مواخذہ کرتا اللہ لغو قسموں میں ولیکن مواخذہ کرتا ہے اگر تم مستحکم کر دو قسموں کو اور ایسی قسموں کا کفّارہ ہے کھانا دینا دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا جیسا کھانا دیتے ہو اپنے اہل وعیال کو یا ان کو لباس دینا یا آزاد (گلو خلاصی) کرنا غلام پھر جس کو مقدور نہ ہو تو روزے رکھنا تین دن ۔

اسی ضمن میں یہ بھی حکم ہے ۔ اپنی قسموں کی حفاظت کرو یعنی بے کار قسمیں نہ کھانا چاہیئے ۔

وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ[2]	حفاظت کرو اپنی قسموں کی ۔
شراب ۔ جوا ۔ قربان گاہ اصنام رمل	ان اشغال سے خدا نے پاک نے

[1] المائدہ رکوع ۱۲ — [2] ایضاً

بچنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا یہ گندے کام ہیں۔ اور اعمال شیطانی ہیں۔ جو ان باتوں سے پرہیز کرے گا وہی فلاح پا سکتا ہے صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تو اپنا تخت سمندر کے پانی پر بچھا کر بیٹھ جاتا ہے اور اپنی ذریات کو روزانہ بھیجتا ہے۔ جو لوگوں کو شراب نوشی اور قمار بازی میں مبتلا کرتے ہیں۔ بتوں کے سامنے قربانیاں دلواتے ہیں۔ اُن ہی کے بہکانے سے لوگ (رمل) فال کے پانسوں پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ سب باتیں انسان کی دنیا اور آخرت کو تباہ کرنے والے ہیں۔ اس لئے اللہ نے الخمر یعنی شراب المیسر یعنی جوا انصاب یعنی معبودانِ باطل کی قربانی اور ازلام یعنی فال کے تیر اور پانسے حرام قرار دیئے ہیں۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝	سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ شراب اور جوا اور قربانی معبودانِ باطل اور فال کے پانسے ناپاک ہیں شیطان کے کاموں میں سے ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاسکو۔

اس حکم کے بعد شراب کے ذخائر پھینک دیئے گئے کیونکہ ان کو فروخت کر دینے کی اجازت نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی۔ اس سے ظاہر ہے کہ شراب کی خرید و فروخت میں حصہ لینا بھی جائز نہیں چھوٹے چھوٹے گناہ (مسند امام احمدؒ میں سہل بن سعد سے یہ حدیث

ا۔ احسن تفسیر المائدہ رکوع سورۃ المائدہ رکوع ۱۲۔

مرؤی ہے کہ ایک چھوٹا گناہ مثل ایک چھوٹی لکڑی کے ہے۔ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے گناہ مثل لکڑیوں کے ڈھیر کے ہیں۔ جس میں آگ لگ جانے کا خوف ہے۔ اس لیئے صحابہ اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ جب احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت ہوئی۔

[illegible] | مسلمانو شکار نہ [illegible] جب تم احرام میں ہو۔

تو اس سختی سے پابندی کی کہ سفر حدیبیہ[1] میں تمام صحابہ احرام باندھے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضور صلعم کے حکم سے حضرت ابو قتادہ کسی کام پر گئے تھے۔ اس لیئے بعد میں آکر شریک ہوئے۔ ابھی احرام نہیں باندھا تھا کہ جنگل میں ایک گورخر نظر آیا آپ اس پر جھپٹنے کے لیئے فوراً گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ مگر اس عجلت میں اپنا نیزا اور کوڑا لینا بھول گئے جس سے شکار کیا جاتا تھا۔ اس لیئے انھوں نے ساتھیوں سے کہا کہ نیزا اور کوڑا اٹھا دیں۔ جس سے صحابہ نے انکار فرما دیا۔ کہ وہ بحالتِ احرام کسی شکار کرنے والے کی مدد نہیں کر سکتے اس کے بعد جب صحابہ نے ابو قتادہ کا بھیجا ہوا تحفہ گوشت کھانے کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہی تو۔ ارشاد ہوا کہ تم نے شکار بتانے کی یا اور کسی قسم کی مدد ابو قتادہ کی تو نہیں کی ہے۔ عرض کیا کوئی مدد نہیں کی۔ جس پر شکار کے گوشت کا تحفہ استعمال کرنے کی اجازت ہوئی۔

اس ممانعت شکار کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہوا

---

[1] المائدہ رکوع ۱۳۔ [2] یہ سفر تو مکہ کا تھا مگر مقام حدیبیہ صلح ہو کر واپسی ہو گئی۔

یہی قرآنِ مجید میں حکم ہے کہ اللہ سے ڈر جس کے سامنے تم کو قیامت میں جمع ہونا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝[1]	اور ڈرو اللہ سے جس کے سامنے تم جمع کئے جاؤ گے

کعبۃ اللہ اور شہورِ حرام و قربانی	اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کو مسلمانوں

کے لئے بہت قابلِ احترام اور اہم قرار دیا ہے۔ مگر بعض لوگ بجائے فریضہ حج ادا کرنے کے حجاج کی شان میں ناشایستہ اور گستاخانہ باتیں کرتے ہیں۔ کوئی تو یہاں تک بک جاتا ہے کہ حج کر کے بد آدمی بدتر ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی باتوں سے کعبۃ اللہ کی عظمت و حرمت پر حملہ ہوتا ہے۔ کسی حاجی سے گناہ سرزد ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا دے گا یا معاف فرما دے گا۔ دوسروں کا یہ فعل کسی طرح جائز نہیں۔ کہ فریضۂ حج یا کعبہ کی توہین کریں۔ یہ تو عقل بھی نہیں مانتی کہ محض حج بیت اللہ کی وجہ سے کوئی بد سے بدتر ہو سکتا ہے۔ جبکہ ایک معمولی صابن میل کچیل دور کر سکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جو ارشاد فرما رہا ہے کہ اُس نے کعبہ کو لوگوں کے لئے ضروری اور قابلِ عزت مکان قرار دیا ہے۔ اس کے یہ لوگ کیا معنی سمجھتے ہیں۔ واضح رہے کہ مکان کی عزت صاحبِ مکان کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔ بیت اللہ کے احترام میں اللہ تعالیٰ کا احترام ہے۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ الخ[2]	بنایا اللہ نے کعبہ کو مکان قابلِ ادب احترام لوگوں کی بقا کے لئے۔

اسی سلسلے میں قابلِ حرمت مہینوں (رجب۔ ذیقعدہ ذی الحجہ۔ محرم) کا[3]

---

[1] المائدہ رکوع ۱۳۔ [2] ایضاً۔ [3] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۱۳۔

اور قربانی کے جانوروں کی اہمیت کا اظہار بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مگر بہت سے لوگوں کو اس کا پتہ بھی شاید ہی ہوتا ہے کہ یہ مقدس مہینے عمر بھر میں کتنی دفعہ آئے اور کس حال میں گزرے۔

عذاب و مغفرت گنہگار ایماندار کے حق میں

جس طرح اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہے۔ اسی طرح اللہ کی رحمت وسیع ہے۔ بروایت حضرت ابوہریرہ[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی گرفت اور غضب کا حال کسی فرمانبردار کو بھی طرح معلوم ہو جائے تو جنت کی آرزو دشوار نظر آنے لگے اور اگر کسی نافرمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حال معلوم ہو جائے تو اس کو اپنی نجات آسان نظر آنے لگے اور دوسری حدیث[2] جو ابوہریرہ سے ہی مروی ہے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے یہ بات لکھ رکھی ہے کہ اس کی رحمت اس کے غصے پر غالب ہے۔ اس لیے ایماندار گنہگار کو بہ نسبت اس کے غصے کے اس کی رحمت سے زیادہ حصہ ملنے والا ہے۔

[3] اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جان لو کہ یقیناً اللہ شدید عذاب دینے والا ہے اور بلاشبہ اللہ بڑی مغفرت و رحمت والا ہے

ناجائز کمائی

بروایت[4] حضرت ابوہریرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناجائز کمائی کی خیرات و صدقے کو اللہ تعالیٰ مقبولیت عطا نہیں فرماتا۔ ابوہریرہ کی روایت کردہ ایک اور حدیث[5] سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر ناجائز مال دنیا میں کوئی شخص کسی سے حاصل کرے گا۔ اس کی اتنی ہی

[1] صحیح مسلم [2] صحیح بخاری [3] المائدہ رکوع ۱۳ [4] بخاری۔ مسلم۔ نسائی ترمذی [5] مسلم۔ ترمذی

نیکیاں عقبیٰ میں اللہ تعالیٰ مالک مال کو دلوا دے گا۔ قبیلہ[1] ربیعہ کا ایک شخص شریح نامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ اہل قبیلہ سے مشورہ کر کے ایمان لاؤں گا۔ اور واپسی میں مدینے کے جنگل سے مسلمانوں کے کچھ اونٹ ہانک لے گیا۔ کچھ دنوں کے بعد حسب رواج ایام جاہلیت مال تجارت اور قربانی کے جانور لیئے ہوئے حج کے لیئے حدود مدینے سے گزرا۔ تو صحابہ نے اُس کا مال لوٹنے کی اجازت چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ ایسا مال جائز نہیں۔ اور اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ ان سے کہہ دو کہ جائز و ناجائز مال مساوی نہیں۔ اگرچہ کہ تم کو ناجائز مال کی کثرت اچھی معلوم ہو۔ اس کا مطلب یوں سمجھئے کہ پانچ روپے کے مقابلے میں ایک سو روپے گو کہ اچھے محسوس ہوں گے لیکن اگر وہ سو روپے ناجائز ہیں تو آپ کے پانچ روپے کی برابری نہیں کر سکتے۔

کہہ دو مساوی نہیں ناپاک اور پاک دکمائی) اگرچہ کہ تم کو خوشی و حیرت ہو کثرت پر مال ناجائز کی	قُل[2] لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ج

لے کار سوالات اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ کہ نماز روزے کے تو پابند نہیں۔ کھلے ہوئے اوامر و نواہی کی تعمیل سے تو کوسوں دور۔ مگر مذہب میں طرح طرح کے مہمل سوالات اُٹھا کر بحث و مباحثہ کے درواز کھول دیتے ہیں۔ کوئی قضا و قدر کے مسئلے پر بحث کرتا ہے کوئی علم غیب کا سوال اُٹھاتا ہے۔ کوئی معراج جسمانی و روحانی کی حجت نکالتا ہے۔ اس

[1] قبل اسلام کفار بھی حج کرتے تھے۔ [2] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۱۳۔ [3] المائدہ رکوع ۱۳۔

سلسلے میں علماء کا بھی قیمتی وقت فضول سوالات میں ضائع کیا جاتا ہے
حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ سے
بے کار سوالات مت کیا کرو جو کام میں کرنے کو کہوں وہ تا مقدور کر لیا
کرو۔ اور جس کام سے منع کروں اس سے باز رہو۔ اب بھی اللہ رسول
کے احکام قرآن و حدیث میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ لہٰذا ان پر عمل
کرنا ترک کر کے فضول سوالات نہ اٹھانا چاہئے جیسا کہ ایک شخص نے
آنحضرت صلعم سے یہ سوال کیا کہ کیا حج ہر سال فرض ہے۔ حالانکہ پوچھنے
کی ضرورت نہ تھی۔ اگر حج سالانہ فرض ہوتا تو آپ خود فرما دیتے۔ اس لئے
صحابہ کے اس قسم کے سوالات پر حضور صلعم کو غصہ آیا۔ آپ نے فرمایا حج
ہر سال فرض نہیں مگر میں جواب میں ہر سال فرض ہے کہہ دیتا تو سالانہ
فرض ہو جاتا۔ اور تم میں ہر سال حج کرنے کی ہرگز طاقت نہیں ہے۔
اس لیئے تارک فرض ہو جاتے۔ اسی طرح ایک صاحب نے یہ فضول
سوال کیا کہ میں مر کر کہاں جاؤں گا۔ آپ نے غصے سے فرمایا دوزخ میں
غرض کہ اس قسم کے سوالات سے مسلمانوں کو روکنے کے لیئے اللہ تعالےٰ
نے فرمایا ایسے سوالات مت کرو جن کا جواب تکلیف دہ ہو۔ ایک
مرتبہ آنحضرت صلعم نے برسر منبر یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر
تم لوگ وہ جانتے تو ہنستے کم اور روتے بہت۔ ان تمام باتوں سے یہ
سبق ملتا ہے کہ تعلیمات اسلامی پر عمل کرنے میں ہم کما حقہ مصروف
ہو جائیں۔ اور فضول سوالات میں نہ الجھا کریں۔

لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ	مت پوچھو [illegible]

۱ احسن التفسیر المائدہ رکوع ۱۳۔ ۲ ایضاً۔ ۳ ایضاً۔ ۴ المائدہ رکوع ۱۴۔

اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ج	کہ اگر وہ تم پر عیاں کی جائیں تو تم کو بری لگیں۔

اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ کسی سے ایسا سوال جس کا جواب تلخ ہو نہ کرنا چاہیئے۔ مثلاً عمر کا سوال جو نجومیوں سے کیا جاتا ہے۔ اوّل تو یہ جائز نہیں۔ کسی نجومی کو خود اپنے مستقبل اور عمر کا حال معلوم نہیں لہٰذا سوائے اس کے کہ نجومی کے جواب سے پریشانی ہو اور کیا حاصل ہو سکتا ہے

وصیت بوقت موت

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہ جب موت کا وقت آئے تو دو انصاف پسند مسلمانوں کو گواہ رکھ کر وصیّت کر دیں۔ اور مسلمان گواہ نہ ملیں تو غیر قوم کے گواہ بھی کافی ہیں۔ اگر سفر میں موت واقع ہو اور گواہوں کی شہادت پر شبہ ورثاء متوفی کو ہو۔ تو گواہ نماز عصر کے بعد خدا کی قسم کھائیں بروایت حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز عصر کے بعد کی جھوٹی قسم بہت خوفناک ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے دور کر دیتی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی قسم کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی تعلیم دی ہے اور نہایت خطرناک فیصلہ کن قسم نماز عصر کے بعد کی ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ	اے مسلمانو تم میں دو گواہ رہنا چاہیئے جب حاضر ہو تم میں کسی ایک کی موت بوقتِ وصیت دو انصاف پسند تمہاری قوم سے یا غیروں سے آخر

غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ الخ

دوسری[1] قوم سے ہوں۔ اگر تم سفر کر رہے ہو کسی ملک میں پھر پہنچے تم پر مصیبت موت کی، تو بصورت شبہ حبس کرو دونوں سے لیجے کہ بعد نماز قسم کھائیں اللہ کی۔

سفر کی موت

اِس آیتِ کریمہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ سفر کی موت خود بقولِ باریتعالیٰ ایک مصیبت ہے۔

دِل کا حال

کسی کے دل کا حال خدا ہی جان سکتا ہے۔ دل ایسا خزانہ ہے۔ کہ وہاں کے پوشیدہ رازوں تک سوائے خدا کے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں تک کہ پیغمبروں کو بھی اپنی امّت کے کسی شخص کے دِل کا حال معلوم نہیں۔ کہ وہ خدائے تعالیٰ پر دل سے ایمان لائے یا نہیں۔ بروایت انس بن مالکؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض لوگوں کو فرشتے حوضِ کوثر سے ہٹادیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ اسلام سے بھٹک گئے تھے۔ اِسی طرح ہر اُمّت کے لوگوں کی اندرونی

[1] وصیّت میں شہادت غیر مسلم کی بھی اجازت اس امر پر مبنی ہے کہ مدینے کے ایک صاحب دو نصرانی رفقاء کے ساتھ تجارتی سفر میں تھے۔ اور سفر ہی میں وفات ہوئی تو نصرانی وصی اور گواہ ٹھیرے۔ اور اُنھوں نے چاندی کا ایک کٹورہ جس پر طلائی ملمع تھا۔ غبن کرکے باقی مال ورثاء کو پہونچادیا۔ مگر سامان میں ورثاء کو ایک فہرست اشیاء مل گئی جو متوفی نے رکھ چھوڑی تھی۔ اور ایک سُنار (زرگر) کے پاس وہ کٹورہ بھی پکڑا گیا۔ اور یہ مقدمہ دربارِ رسالت تک جاکر نصرانیوں کے خلاف فیصل ہوا (احسن التفسیر) و بخاری۔

حالت صرف خدا کے علم میں ہے۔ تو بروز قیامت تمام اُمتوں کو جمع کرکے اُن کے پیغمبروں سے سوال کرے گا۔ کہ ان لوگوں نے تم کو کیا جواب دیا۔ عرض کریں گے اِن کے دلوں کا حال ہم کو معلوم نہیں۔ تو ہی چھپی ہوئی باتیں جانتا ہے۔

لہ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝	ایک دن اللہ جمع کرے گا پیغمبروں کو پھر کہے گا کیا جواب ملا تم کو (اُمت کی طرف سے) کہیں گے ہم کو معلوم نہیں (دل کا حال) بلاشبہ تو ہی جاننے والا ہے پوشیدہ باتیں

شکرِ نعمت　اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ ابنِ مریم یاد کرو میری اُن نعمتوں کو جو تمہیں، و، تمہاری والدہ کو دی گئیں۔

لہ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰي وَالِدَتِكَ ۘ	جب فرمائے گا اللہ اے عیسیٰ ابن مریم یاد کر میری نعمتیں جو تم کو اور تمہاری والدہ کو دی گئیں۔

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن نعمتوں کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے۔ ایک تو یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لئے روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام کو ہر وقت ان کے ساتھ رہنے کا حکم دے دیا۔

لہ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ	جبکہ تم کو مدد دی بذریعہ روح پاک جبرئیل

لہ المائدہ رکوع ۱۶۔ ع ہ مریمؑ اپنے زمانے کی مستند ترین خاتون تھیں۔ مسیح جیسا بیٹا بطور معجزے کے عطا ہوا۔ بچپن میں جنت سے میوے بھیجے خدا کی ذات ان کی رقیب تھی۔ یہ باتیں حضرت مریم کے حق میں بے مثل نعمتیں ہیں۔ لہ المائدہ رکوع ۱۵۔ لہ ابن کثیر المائدہ رکوع ۱۵۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خدا کی مہربانی یہ کہ اُن کو ایک ایسا معجزہ دے دیا کہ پیدا ہوتے ہی ماں کی گود میں لوگوں سے باتیں کرنے لگے اُس وقت جبکہ بغیر باپ کے پیدا ہونے پر تہمت کی بوچھاڑ حضرت مریمؑ پر شروع ہوئی تو انھوں نے کہا اسی بچے سے پوچھو۔ اس پر لوگوں نے کہا جس بچے کو پیدا ہوکر چند لمحے ہوئے ہوں اس سے ہم کس طرح بات کریں گے یہ سن کر بچہ فوراً بول اُٹھا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں جس خدا نے مجھے اس وقت بات کرنے کی قدرت دی ہے اُسی خدا کی یہ بھی ایک قدرت ہے کہ بغیر باپ کے پیدا ہوا ہوں۔

۱ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ج	تم نے لوگوں سے باتیں کیں ماں کی گود میں اور معمر ہوکر۔

اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ یہ بھی عطا فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایک معجزہ یہ بھی دکھایا کہ بہ حکم خدا مٹی کی چڑیا بناکر پھونک دیا تو بحکم خدا اُس میں جان پڑ گئی اور وہ پرندہ بن کر اڑنے لگی۔

۲ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي	اور جب بنائی تم نے مٹی سے مورت پرندے کی میرے حکم سے پھر تم اس میں پھونک دیتے تو وہ بن جاتا پرندہ میرے حکم سے

اور اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا کہ وہ مسح کرکے مادر زاد اندھوں اور برص (کوڑھ) کے مریضوں کو اچھا کردیتے تھے۔

---

۱ المائدہ رکوع ۱۵ ۔ ۲ ایضاً

[1] وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ج	اور تم نے اچھا کیا مادر زاد اندھے اور کوڑھی میرے حکم سے۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ بھی عطا فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ نے مُردے زندہ کردیئے۔

[2] وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ج	اور تم مردوں کو نکال کر کھڑا کرتے تھے میرے حکم سے۔

اور اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو اپنا یہ احسان بھی یاد دلاتا ہے کہ بنی اسرائیل اُن کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ خدا نے روک دیا۔

[3] وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ	اور عـ جبکہ باز رکھا تمھارے (قتل) سے بنی اسرائیل کو جبکہ تم اُن کے پاس پہونچے کھلی نشانیاں لے کر۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے تم کو عالم بنادیا رموز و حکمت اور توریت و انجیل کا۔

[4] وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ ج	اور عالم بنادیا تم کو کتاب (رموز الٰہی) اور حکمت اور توریت اور انجیل کا۔

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی فرمایا کہ تم پر حواری (اصحاب عیسیٰؑ) جو ایمان لائے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ

---

[1] المائدہ رکوع ۱۵۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔ عـ اس کے خلاف جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت عیسیٰؑ قتل ہوئے معاذ اللہ وہ خدا کو جھٹلاتا ہے۔
[4] المائدہ رکوع ۱۵۔

میں نے اُن کے دل میں یہ بات ڈال دی۔ کہ وہ مجھ پر اور تم پر ایمان لائیں۔

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ ۝

اور جب دل میں ڈالا میں نے حواریوں کے کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر بولے ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ان سات باتوں سے بخوبی اندازہ ہو گیا کہ پیغمبروں کے تمام کارہائے نمایاں اور معجزے دنیا اللہ کی ریاضت اور کشف و کرامات علماء و مشائخ کی خدمات دینی اور علم و فضل اور مشاہیر عالم کے جملہ کارنامے بالواسطہ خدا ہی کے کارو بار ہیں۔ کوئی تو بلی انسان اپنی ذات سے منسوب نہیں کرسکتا قدرتِ خدا کے سامنے اس کی حقیقت ہی کیا ہے۔ لہذا کسی سے کوئی غیر معمولی اور اچھا کام ہو جائے تو اُس پر غرور اور خود ستائی کے بجائے بہ کمال عاجزی سر جھکا کر شکر کرنا چاہئے کہ خدا نے وہ کام اُس سے لے لیا۔ اذکر و نعمتی کا یہی منشاء ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎ شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو۔

نیک نیتی سے ناجائز خواہش

قدرت کے نزدیک کوئی امر ناممکن نہیں ہے۔ پیغمبروں نے ایسے ایسے معجزے اللہ تعالیٰ کے حکم سے دکھائے کہ عقلِ انسانی دنگ رہ گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو قانونِ قدرت بنایا ہے۔ اس کی خلاف ورزی کو پسند نہیں فرمایا مثلاً ہر ذی رُوح کو رزق اُسی کی طرف سے ملتا ہے مگر اس طرح کہ حضرت آدم

لہ المائدہ رکوع ۱۵۔

کو بھی دنیا میں تسخیر کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کا حکم دیا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی
شخص یہ چاہتا ہے کہ زمین پر بیٹھے بیٹھے آسمان سے خوان اترتے رہیں۔ تو یہ بات
خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں مگر قانونِ قدرت کے خلاف ہے اور
اس قسم کی خواہشیں اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہیں۔ سندھ کے راجا نے خلیفۂ
بغداد کے پاس اپنا ایلچی روانہ کر کے خواہش کی تھی کہ ایک عالم درکار ہے
جس سے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی۔ چنانچہ ایک عالم خلیفہ
نے بھیجا۔ اس سے راجا نے پہلا سوال یہ کیا کہ کیا تمہارا خدا قادر ہے؟
کہا بے شک۔ پوچھا اپنے جیسا ایک اور خدا پیدا کر سکتا ہے؟ تو اس کا
جواب یہی تھا کہ یہ سوال ہی صحیح نہیں ہے۔ تو اس کا جواب کیونکر صحیح
ہوگا۔ چنانچہ عالم نے یہی جواب دیا کہ خدا ہر حادث چیز کو پیدا کرتا ہے
خیر یہ تو ایک جاہل کافر کا ایک مسلمان عالم سے سوال تھا۔ آج مسلمان
کہلانے والوں میں ایسے لوگ بھی کم نہیں۔ جو قدرتی امور میں قیل وقال
کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے ایسی مہمل اور لغو توقعات اور خواہشات
کا اظہار کرتے ہیں جو سراسر قانونِ قدرت کے خلاف ہوتی ہیں۔ اگلی
امتوں میں بندوں کی درخواستیں پیغمبروں کے توسط سے خدا کے سامنے
جاتی تھیں۔ یہ امتِ محمدی پر اللہ تعالیٰ کا انتہائی فضل ہے کہ براہِ راست
صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر ہم دعا کر سکتے ہیں۔ جو
قبول ہوتی ہے۔ بلکہ خدا تو فرماتا ہے کہ: ادعونی استجب لکم ۔ دعا
کرو میں قبول کروں گا۔ اس لیے دعا کے وقت آدمی کا موقف بہت
نازک ہو جاتا ہے۔ کہ وہ کوئی ایسی بات اللہ تعالیٰ کے حضور میں نہ
کہہ دے جو نامناسب ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ایک مرتبہ پیغمبر سے اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ چاہتے ہیں کہ خدا ان کے لئے آسمان سے کھانے کا خوان نازل فرمائے۔

جب کہ حواریوں نے اے عیسیٰ ابن مریم کیا ہو سکے گا تمھارے پروردگار سے کہ نازل کرے ہم پر خوان آسمان سے۔	اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ[1]

اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اور اس قسم کے سوال کر کے عجیب فرمائش خدا سے نہ کرو اگر تم مسلمان ہو۔ اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

کہا عیسیٰ نے ڈرو اللہ سے اگر تم ہو ایماندار۔	قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝[2]

حواری اصحاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ہوئے اور مسلمان تھے مگر بعض علماء مفسرین کا خیال ہے کہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھ کر اپنے ایمان کو تقویت پہونچانا چاہتے تھے۔ چنانچہ کہا۔

بولے (حواری) ہم چاہتے ہیں کہ کھائیں اس میں سے اور اطمینان کامل ہو ہمارے دلوں کو اور معلوم ہو کہ آپ نے سچ کہا۔	قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا الخ[3]

[1] المائدہ رکوع ۱۵۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرتِ باری میں عرض کی کہ ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما۔

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ الخ[1]	کہا عیسیٰ ابن مریم نے اے اللہ اے ہمارے رب نازل فرما ہم پر خوان آسمان سے الخ۔

حواریوں کی یہ خواہش نیک نیتی پر مبنی تھی مگر ناجائز تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں خوان نازل کر دوں گا۔ لیکن اس پر بھی کوئی انکار و ناشکری کرے گا تو ایسا عذاب نازل کروں گا کہ تمام عالموں میں اس کی مثال نہ ہوگی۔

قَالَ اللّٰهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ج فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّيْٓ أُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ أُعَذِّبُهٗٓ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ٥[2]	فرمایا اللہ نے میں نازل کروں گا (خوان) تم پر۔ اس کے بعد جو منکر ہوگا تم میں سزا دوں گا اس کو ایسے عذاب کی کہ دنیا عذاب نہیں کہیں کیا کسی پر سارے عالموں میں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی ناجائز حرکت نیک نیتی پر بھی مبنی ہو تو وہ خلاف احتیاط ہے۔ چنانچہ تفسیر میں بروایات[3] مختلف آیا ہے کہ اس آیت کے غضبناک تیور دیکھ کر حواری اپنی درخواست سے دستبردار ہو گئے۔ اور مایدہ نازل نہیں ہوا۔ اور دوسری روایت ہے کہ مایدہ نازل

[1] المائدہ رکوع ۱۵۔ [2] ایضاً۔ [3] احسن التفسیر المائدہ رکوع ۱۵۔

تھے۔ اور اُس کے بعد یہ عذاب بھی کہ لوگ بندر بنا دیئے گئے۔ اور وہ بندر بھی زندہ نہ رہ سکے۔

دعائے رزق رزق میں کشادگی کے لیئے لوگ ناجائز طریقے اختیار کرتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جائز تدبیر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے۔ اگرچہ کہ وہ رزّاقِ مطلق ہے بغیر مانگے رزق دیتا ہے اور کسی کو بھوکا نہیں مارتا۔ آزمائشاً تو پیغمبروں نے اور اولیاء اللہ نے بھی فاقوں میں بسر کی ہے مگر عوام اس آزمائش کی تاب کہاں لاسکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ہی عرض کرنا چاہیئے۔ اس مقصد کے لیئے حضرت عیسیٰؑ کی وہ دعا بہت دل کو لگتی ہے۔ جو آپ نے حواریوں کے کہنے سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کی تھی کہ

وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۝ [1]	اور ہم کو رزق دے تو بہترین رزق دینے والا ہے۔
حضرت عیسیٰؑ کا اظہارِ اِنشفاد حشر مشرکین	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اُن کی اُمت

کے مواجہہ میں دریافت فرمائے گا کہ کیا تم نے اِن لوگوں سے کہا تھا کہ سوائے اللہ کے تم کو اور تمھاری ماں کو بھی معبود بنالیں۔

قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ [2]	کہے گا اللہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا کہا تھا تم نے لوگوں سے کہ ٹھہرا دیں تم کو اور تمھاری ماں کو معبود سوا اللہ کے۔

[1] المائدہ رکوع ۱۶۔ [2] المائدہ رکوع ۱۶۔

حضرت عیسیٰؑ عرض کریں گے کہ تو شرک سے پاک ہے۔ میں ایسا کیسے کہہ سکتا تھا۔ اور تو خوب جانتا ہے کہ میں نے ان لوگوں سے کیا کہا۔ میں نے تو ان سے وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ[1]	اللہ کی عبادت کرو جو میرا پروردگار ہے اور تمہارا پروردگار ہے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام موقع کی نزاکت کے لحاظ سے اپنی امّت کی شفاعت کے بارے میں اس قدر محتاط انداز بیان اختیار کریں گے۔ کہ اپنی امّت کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دیں گے کہ چاہے بخش دے چاہے سزا دے۔ اور عرض کریں گے کہ اگر تو ان کو سزا دے تو تیرے بندے ہیں تو مالک ہے اور اگر معاف کر دے تو یہ بھی تیری طاقت اور حکمت سے بعید نہیں۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○[2]	اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر معاف کر دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔

لیکن اس کا جواب جو اللہ تعالیٰ دے گا اُس سے ظاہر ہے کہ مشرک نجات نہیں پائیں گے۔ ارشاد ہوگا قیامت کے دن صرف صداقت ہی سچوں کو فائدہ پہنچا کر جنّت میں لے جا سکتی ہے مشرک اپنے اعتقاد میں سچے نہ تھے۔ تو ان کا مشرکیوں کو بہتر ہو سکتا ہے۔

---

[1] المائدہ رکوع ۱۶۔ [2] ایضاً۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ الخ [1]

اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ نفع پہونچائے گا سچوں کو ان کا صدق ان کے لیے بہشتیں ہیں۔

انسان کی زبردست کامیابی

تعیین مشیت کے مقدمے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے آخر میں یہ امر ظاہر فرمادیا کہ قیامت میں عظیم کامیابی ان کی نہیں جو رحم و کرم یا شفاعت کی بنا پر بخشے جائیں گے۔ بلکہ زبردست کامیابی اور عظیم کامیابی اُن کی ہے جو اپنی صداقت اور نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے چنانچہ اس ارشاد کے بعد کہ قیامت میں صرف صداقت ہی سچوں کو فائدہ پہنچائے گی اور وہ جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جائیں گے خدا اُن سے راضی ہوگا وہ خدا سے راضی ہوں گے اور آخر میں فرمایا کہ یہی ہے زبردست کامیابی۔

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [2]　　　یہی ہے بہت بڑی کامیابی

اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم پر جن کو بھروسہ ہے وہ سچے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر جن کو ناز ہے وہ درست ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اس طرح نجات پانا عظیم کامیابی نہیں ہے۔ بلکہ جنت میں با عزت جانا اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرنے سے ہوگا۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ

تمت

---

[1] المائدہ رکوع ۱۶ [2] ایضاً [3] کسی خود دار شاعر نے یہ بڑی دلچسپ بات کہی ہے
رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت　　حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است

اوامر جلد اول کے پہلے ایڈیشن کی اشاعت جناب ڈاکٹر محمد الیٰسین خانصاحب نودی کی طرف سے ہے۔ اس لیے یہ کتاب پتہ ذیل سے دست بدست یا بذریعہ وی پی حاصل کی جا سکتی ہے۔

(قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک)

۱۔ جناب ڈاکٹر محمد الیٰسین خانصاحب نودی وظیفہ یاب اسسٹنٹ سیول سرجن ساداشیو پیٹھ ضلع میدک

۲۔ جناب منشی عبدالسلیم صاحب رودحی تاجر کتب محمدیہ کتب خانہ زیر مسجد چوک حیدرآباد (دکن)

اوامر جلد دوم زیر طبع ہے۔ اس کے لئے قبل از قبل پتہ ذیل پر اطلاع دے کے فرمائش درج رجسٹر کرائیے ورنہ نامعلوم عرصے تک طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔ (قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک)

پتہ:۔ ۱ احمد ہادی صاحب [illegible] ۲ عبدالسلیم صاحب رودحی تاجر کتب زیر مسجد چوک حیدرآباد

کاشانۂ شباب حضرت شباب کا مقبول عام دیوان ہے۔ جس کو سررشتہ تعلیمات حکومت حیدرآباد نے بھی بذریعہ گشتی نظامت تعلیمات نشان ۵۸۴۶/۱۲۸۴ مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۵۱ء برائے کتب خانہ جات مدارس و انعام طلباء پسند فرمایا ہے۔ مجلد۔ ضخامت ۲۱۲ صفحات قیمت صرف دو روپے علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ:۔ محمد عبدالسلیم صاحب تاجر کتب محمدیہ کتب خانہ زیر مسجد چوک حیدرآباد دکن

المعلن:۔ محمد یوسف تاجر کتب زیر مسجد چوک حیدرآباد

جزاک اللہ احسن الجزا

آواہر کی جلد اوّل میرے مخلص و محترم دوست جناب ڈاکٹر محمد یٰسین خاں صاحب لودی کے سرمایہ سے شائع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس کارِ خیر کو اُن کے لیے سرمایۂ آخرت بنا کر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا	جو کوئی نیکی کرے تو اُس کا (بدلا) دس گنا ہے

(سورۂ انعام رکوع ۲۰)

احمد علی شاکب